فاتحۃ الکتاب

سورۂ حمد کی اخلاقی و تربیتی تفسیر

تالیف

آیت اللہ دستغیب شیرازی قدس سرہ

ترجمہ

سید جمال عباس نقوی سرسوی

الزہراء پبلیشرز
جیوانی گارڈن (عامل کالونی) سولجر بازار، کراچی

فاتحة الکتاب

((سورۂ حمد کی اخلاقی و تربیتی تفسیر))

تالیف

آیۃ اللہ دستغیب شیرازی

((قدس سرہ))

ترجمہ

سید جمال عباس نقوی سرسوی

☆ جملہ حقوق محفوظ ہیں ☆

- کتاب کا نام : فاتحۃ الکتاب (سورۂ حمد کی اخلاقی وتربیتی تفسیر)
- تالیف : آیۃ اللہ العظمیٰ دستغیب شیرازی (قدس سرہ)
- ترجمہ : سید جمال عباس نقوی سرسوی
- اشاعت اول : اکتوبر ۲۰۰۴ء، شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
- اشاعت دوّم : مارچ ۲۰۰۵ء، صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
- تعداد : ۲۰۰۰

ناشر

الزھراء پبلشرز

جیوانی گارڈن (عامل کالونی) سولجر بازار کراچی

اسٹاکسٹ

خراسان بک سینٹر

۱۱/سنیعہ آرکیڈ بریٹو روڈ کراچی فون ۲۲۲۱۷۱۸

بسم الله الرحمن الرحیم

عرض حال

''استغفار'' کے عنوان سے میرا سب سے پہلا مضمون ۵/دسمبر ۱۹۹۰ء میں پندرہ روزہ تنظیم المکاتب لکھنؤ میں شائع ہوا تھا اور پھر اس کے بعد شفیق اساتذہ کی تشویق و ترغیب کے نتیجہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے، میں مضامین تیار کرتا رہا اور وہ شائع ہوتے گئے۔ الحمد للہ ابھی تک تقریباً چالیس، پچاس مقالات زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں اور دسیوں ہنوز غیر مطبوع ہیں۔

میری خواہش تھی کہ مقالات کے ساتھ ساتھ کوئی کتاب بھی لکھوں۔ مگر جب اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی پر نظر جاتی تو قدم رک جاتے تھے۔ اس لئے فیصلہ کیا کہ پہلے کسی کتاب کا ترجمہ ہی کرنے کی کوشش کروں۔

ماہ مبارک رمضان ۱۴۱۹ھ کی بات ہے، پہلی مرتبہ نماز پڑھانے کا موقع ملا تھا اور میں یہ خدمت انجام دینے قصبہ ''میمن سادات'' ضلع بجنور بھیجا گیا تھا۔ انھیں ایام میں شہید دستغیب شیرازیؒ کی کتاب ''فاتحة الکتاب'' کے مطالعہ کا موقع ملا۔ یہ کتاب سورۂ حمد کی اخلاقی اور تربیتی تفسیر ہے۔ اس کے دلچسپ، مفید اور کارآمد مطالب نے میرا دل موہ لیا، اور میں نے اس کے اردو میں ترجمہ کے خیال سے قرآن مجید سے استخارہ کیا تو سورۂ کہف کی پہلی آیت نکلی:

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب
ولم یجعل لہ عوجاً

چنانچہ ۱۱ررمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۱ردسمبر ۱۹۹۸ء جمعرات سے ترجمہ کا کام شروع کردیا۔ سات دن کے قلیل عرصہ میں آدھی سے زیادہ کتاب کا ترجمہ مکمل کرلیا اور پھر توفیق نہ ہوئی۔

یہ کام مسلسل تعطل کا شکار رہا یہاں تک کہ اواخر ماہ شعبان ۱۴۲۳ھ میں مولانا ممتاز جعفر نقوی صاحب قبلہ کے حکم اور اپنے بہنوئی جناب سید صادق امام عامر صاحب کے اصرار پر اس کو مکمل کرنے کا عزم مصمم کرلیا مگر جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب لکھنؤ میں تدریسی مصروفیات کی وجہ سے بہت کھینچ تان کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اس کام کے لئے نکال پاتا۔ خلاصہ یہ کہ ترجمہ کا کام مکمل نہ ہوسکا، اور میں ایران واپس آگیا۔

ایران واپسی پر الحمد للہ بتاریخ ۹ رربیع الاول ۱۴۲۴ھ میں، میں نے اسے آخرکار مکمل کرہی لیا۔

جیسے تیسے ترجمہ تو ہوگیا مگر مجھے یہ بھی خوب احساس ہوگیا کہ ترجمہ واقعاً ایک مشکل کام ہے اور اس میں بڑی جان کھپانا پڑتی ہے اور پھر وہ بھی تقاریر کا ترجمہ جہاں گفتگو کو تحریر کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔

رب کریم سے دعا ہے کہ مزید دینی خدمات کی توفیق کرامت فرمائے۔

اس کتاب سے متعلق ان چند نکات پر توجہ بہت ضروری ہے:

☆ ترجمہ تلخیص کے ساتھ کیا گیا ہے، تکراری اور غیر ضروری عبارات کے ترجمہ سے چشم پوشی کی گئی ہے۔

☆ اصل کتاب میں قرآنی آیات حاشیہ پر تھیں اور مولف محترم نے ترجمہ پیش کیا تھا، ہم نے قرآنی آیات کو بھی اصل متن میں شامل کر کے علامہ جوادیؒ کا ترجمہ اس کے سامنے لکھ دیا ہے۔

☆ یہ کتاب دراصل ماہ رمضان المبارک میں شہید دستغیب کے ۱۹ر جلسات وعظ ونصیحت کی تقاریر کا مجموعہ ہے جنھیں ہم نے ۱۹ر فصلوں پر بانٹ دیا ہے۔

☆ اصل کتاب کے بعض ذیلی عناوین کو حذف کر کے گذشتہ و پیوستہ مطالب کے تسلسل کو برقرار رکھا گیا ہے جبکہ بعض ذیلی عناوین کے ترجمہ کے بجائے مطالب سے متناسب دوسرا عنوان لکھ دیا گیا ہے۔

☆ شہید کے حالات زندگی، محمد جواد نور محمدی کی کتاب ''دیدار با ابرار'' سے مأخوذ ہیں۔

یہ میری پہلی کاوش ہے کافی احتیاط کے باوجود، فروگذاشت اور خامیاں ناگزیر ہیں امید ہے کہ قارئین ان کی طرف متوجہ فرمائیں گے تاکہ انھیں آیندہ ایڈیشن میں دور کیا جاسکے۔

میں اپنے ان تمام بزرگوں اور دوستوں، ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا

فریضہ سمجھتا ہوں جنہوں نے اس میں میری کسی بھی طرح سے مدد فرمائی ہے خاص طور سے میرے شکریہ کے مستحق ، میرے ماموں مولانا سید اکرم عباس زیدی صاحب ہیں ، جنہوں نے مجھے اپنا قیمتی وقت دیا اور ساتھ بیٹھ کر اس کی پروف ریڈنگ میں میری مدد فرمائی۔

بارالٰہا! ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر روز جزا کیلئے ذخیرہ قرار دے!

بارالٰہا! ہمیں اپنے منتخب اور برگزیدہ بندوں کا ساتھ نصیب فرما اور انہیں کی راہ وروش پر ثابت قدم رکھ!

الٰہی! ہمیں محمد وآل محمد ؑ کے ساتھ محشور فرما اور اس دنیا میں ان کے مشن اور مقصد کی تبلیغ کی توفیق کرامت فرما!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید جمال عباس سرسوی

حوزۂ علمیہ قم، ایران

۸ر ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ (روز ولادت امام حسن عسکری ؑ)

☆☆☆☆☆

☆☆☆

شرح حال مولف

شہید محراب آیۃ اللہ سید عبدالحسین شیرازی نے عصر عاشور ۱۳۳۲ھ.ق میں آنکھ کھولی۔ اسی مناسبت سے ان کا نام ''عبدالحسین'' رکھا گیا۔ شہید دستغیب کی ولادت کے روز ان کے والد آیۃ اللہ سید محمد تقیؒ کربلائے معلّٰی میں تھے۔

شہید کا سلسلۂ نسب ۳۲/ واسطوں سے حضرت زید شہید تک پہنچتا ہے۔ اس طرح وہ نسبی اعتبار سے زیدی (عابدی) ہیں۔ جبکہ چار صدیوں سے ان کے خاندان کا لقب ''دستغیب'' ہے اور اسی سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ کتاب ''قلب سلیم'' میں آپ نے اپنا شجرۂ نسب نقل کیا ہے۔ شہید کے قلم سے لکھا ہوا ایک نسخہ مسجد جامع عتیق شیراز میں بھی محفوظ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس خاندان کا وجود شیراز کی سرزمین پر سات صدی پرانا ہے۔

ابتدائی تعلیم والد علام سے حاصل کی مگر گیارہ سال کی کم سنی ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ پھر بھی دینی علوم کی تحصیل کا سلسلہ جاری رکھا اور شیراز کے حوزہ علمیہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔

۱۳۱۱ھ ش (۱۹۳۲ء ۱۹۳۱ء) میں رضا خان، مسند حکومت پر بیٹھا۔ اس نے اپنی ظالمانہ اور جابرانہ حکومت کا آغاز، علماء کی گرفتاری اور مذہبی امور پر پابندی کے ساتھ کیا۔ ایسے نامساعد اور ناخوشگوار حالات میں جن بہادروں نے اس کے ظلم و جور کی پرواہ کئے بغیر حکومتی پلاننگ کو برملا کرتے ہوئے دین کا دفاع کیا، ان میں شہید دستغیب کا نام بھی سرفہرست آتا ہے۔ جبکہ اس وقت ان کی عمر محض انیس برس تھی۔

اپنی تقاریر میں حکومت کے ظلم وستم اور اس کی دین مخالف مہم کو برملا کرنے کے جرم میں کئی بار جیل گئے۔ مگر ہر بار رہا ہونے کے بعد اپنے مشن سے تھمے نہیں بلکہ اپنی تبلیغ جاری رکھی۔

بالآخر انھیں ان دو راستوں میں سے ایک کے انتخاب پر مجبور کیا گیا:

﴿۱﴾ یا تو وطن چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلے جائیں۔

﴿۲﴾ یا علماء کا لباس (عمامہ، عبا، قبا) اتار کر عام آدمیوں کے لباس میں عام آدمی کی سی زندگی بسر کریں۔

شہید نے ترک وطن کو ترجیح دیتے ہوئے ۱۳۱۴ھ (۳۵-۱۹۳۴ء) میں نجف اشرف کی طرف ہجرت کو مناسب خیال کیا اور وہاں چلے گئے۔

مرکز علم و فقاہت، نجف اشرف میں بے پناہ علمی تگ و دو اور انتھک تلاش وجستجو کے نتیجہ میں، سات سال کے قلیل عرصہ میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔ اس وقت کے جن مایۂ ناز اساتید کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانیؒ

﴿۲﴾ آیۃ اللہ ضیاء الدین عراقیؒ

﴿۳﴾ آیۃ اللہ سید باقر اصطہباناتیؒ

﴿۴﴾ آیۃ اللہ شیخ محمد کاظم شیرازیؒ

۱۳۲۱ھ ش (۴۲-۱۹۴۱ء) میں رضا خان کی حکومت گرگئی اور شہید اپنے استاد شیخ کاظم شیرازی کے حکم سے شیراز لوٹ آئے۔ شروع شروع میں مسجد طالبیون میں جو کہ جامع مسجد سے قریب بلکہ اسی کا ایک حصہ ہے نماز پڑھائی اور وعظ و نصیحت اور اجتماعی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔

شہر کے گوشہ و کنار سے لوگ نماز میں حاضر ہونے لگے۔ روز بروز تعداد بڑھتی گئی یہاں تک کہ مسجد میں جگہ کم رہ گئی۔ مجبوراً جامع مسجد کی صفائی ستھرائی کے بعد ماہ رمضان المبارک سے اس میں جماعت برپا کی گئی۔ اس طرح برسوں کی غربت و بے کسی کے بعد جامع مسجد، ایک بار پھر آباد اور نمازیوں سے چھلک اٹھی۔

شہید ایک جامع صفات، خداترس اور برگزیدہ بندۂ پروردگار تھے۔ خود سادہ کھانا کھاتے تھے۔ بسا اوقات پورا دن ایک ''جو'' کی روٹی اور پنیر یا روٹی اور پیاز پر ہی گزار دیتے تھے۔ مگر دوسروں کے حق میں بیحد ہمدرد اور مہربان تھے۔ لوگوں کی خدمت اور ان کی حاجات کی برآوری ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

گھر کے کاموں میں اپنی توہین کا احساس نہیں کرتے تھے۔ جمعہ کے دن خود گھر کی صفائی کرتے۔ اکثر اوقات گھر کے خادم کا ہاتھ بٹاتے۔ یہاں تک کہ

موقع پڑنے پر بچوں کو نہلانے دھلانے میں بھی انھیں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی۔

ایران میں اسلامی انقلاب کے لئے بھی شہید دستغیب نے بیحد اور انتھک محنت کی ہے۔ انہوں نے مسجد کے محراب و منبر سے تفسیر قرآن اور تربیت واخلاق کے دروس کے ذریعہ لوگوں کے فکر و شعور کو ایسا بیدار کر دیا تھا کہ سب ظلم و استبداد کے مقابلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے لگے تھے۔

بار بار شاہ کی تہدید اور دھمکیوں کے باوجود، ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ ہمیشہ وہ دشمن کیلئے خار چشم بنے رہے۔ آخر کار دشمن نے ان سے نمٹنے کی ایک راہ نکالی، جو ہمیشہ ارباب اقتدار، علماء اور قد آور شخصیتوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۴۲ھ.ش میں امام خمینیؒ کے ترکی جلاوطن ہونے کے بعد یکایک ایک دن شہید کے پاس ان کے دیرینہ دوست کا بیٹا خصوصی ملاقات کے لئے آیا جسے شہید نے ایک عرصہ سے نہیں دیکھا تھا۔ شہید نے اس سے اس لئے ملاقات بہتر سمجھی کہ شاید وہ اپنے باپ کی طرف سے کوئی پیغام وغیرہ لایا ہو۔ مگر اس نے ملاقات کے وقت شہید سے کہا کہ میں شاہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ شاہ، فارس میں ایک عالم کی ضرورت کا احساس کر رہے ہیں جو شاہ کی طرف سے دینی خدمات انجام دے۔ حوزۂ علمیہ چلائے۔ تبلیغ کے لئے علماء وواعظین کا انتخاب کر کے ملک کے گوشہ و کنار میں روانہ کرے۔ اس کام کے لئے ان کی نظر میں آپ سب سے زیادہ مناسب ہیں۔ لوگوں میں بھی آپ کا خاصہ اثر ورسوخ ہے۔

پیسہ اور دیگر وسائل بھی حکومت فراہم کرے گی۔

پہلے تو شہید نے اس آفر (پیشنہاد) کا یہ جواب دیا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اکثر بیمار رہتا ہوں میرے لئے اس قدر اہم ذمہ داری نبھانا خاصہ مشکل ہے۔ مگر جب درباری قاصد نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہا: ''بس آپ اپنی آمادگی اور مرضی کا اظہار کردیں بقیہ امور ہم خود انجام دے لیں گے بس آپ کا نام ہونا چاہئے۔''

شہید نے جب محسوس کرلیا کہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے تو صاف لفظوں میں فرمایا: ''میں اموی اسلام کی کبھی تبلیغ نہیں کرسکتا۔ میں قاضی شریح نہیں ہوں جو اپنے دین کا دوسروں کی دنیا بنانے کیلئے سودا کرڈالوں۔ میں جوانی میں مال و دولت اور جاہ وشہرت کا لالچی نہیں تھا اب تو میں اپنی زندگی کے آخری مراحل میں ہوں۔'' اور اس طرح آپ نے اس کو منہ توڑ جواب دے کر مایوس واپس کردیا۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد امام خمینیؒ نے ،شہید کو شیراز کے لوگوں کی درخواست پر جامع مسجد شیراز کی امامت پر باقی رکھا۔ اور شہید اپنی آخری سانس تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

اولاد

﴿۱﴾ سید محمد ہاشم دستغیب ، جو کہ خود بھی عالم دین ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی۔

﴿۲﴾ سید محمد ہادی دستغیب

﴿۳﴾ سید بہاء الدین

﴿۴﴾ سید محمود

﴿۵﴾ سید محمد علی

اور تین لڑکیاں۔

سفر آخرت

اس سے پہلے بھی کئی بار منافقوں کے حملوں سے بچ چکے تھے مگر ۲۰/آذر ۱۳۶۰ھ.ش (۸۱-۱۹۸۰ء) جمعہ کے دن جام شہادت نوش فرمالیا۔

اس دن شہید کی عجیب حالت تھی۔ پریشانی کے آثار چہرے سے خوب نمایاں تھے۔ بیٹے نے پوچھ ہی لیا کہ لگتا ہے آپ کی طبیعت ناساز ہے........ بہرحال تجدید وضو فرمایا اور مسجد کا رخ کیا گھر سے نکلتے ہی کچھ دیر ٹھہرے اور اپنی سبز شال سے کمر کسی اور فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور مسجد کی طرف چل دئے۔

ادھر گوہر نامی لڑکی منافقوں کی سازش کا شکار ہو کر اپنے پیٹ سے بم باندھ کر چلی، گلی میں پہنچی۔ تقریباً ۱۱:۲۵ بج رہے تھے آقای دستغیب کے آنے کا وقت قریب تھا۔ گوہر نے ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا کچھ دیر کے بعد خاتون خانہ نے دروازہ کھول دیا۔ گوہر نے کہا میں حاملہ ہوں اگر ممکن ہو تو مجھے تھوڑا پانی پلادو۔

خاتون پانی لینے چلی گئیں اور گوہر باہر ہی بیٹھ گئی۔ اسی وقت آقای دستغیب اپنے محافظوں کے ساتھ گلی میں داخل ہوئے۔ گوہر اٹھی اور ان کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے تیز دھماکہ ہوا، پوری گلی میں سرخی اور پھر دھواں ہی دھواں نظر آنے لگا۔ گیارہ جنازے زمین پر بکھر گئے اور وہاں موجود لوگوں میں کوئی ایک بھی نہ بچا۔

شہید کا جسم اس قدر متلاشی تھا کہ غسل کے بجائے تیمّم دیا گیا۔ کفن وہی دیا گیا جو شہید پہلے سے تیار کر چکے تھے۔ اس میں ایک تھیلی بھی تھی جس کا راز بعد میں اس طرح کھلا کہ کفن ودفن کے ایک ہفتہ بعد شہید کے دفتر میں یہ اطلاع دی گئی کہ ایک سید خاتون نے چند بار خواب میں دیکھا ہے کہ شہید دستغیب ایک وسیع و عریض اور سرسبز وشاداب باغ میں تشریف فرما ہیں۔ دوش پر کتھئی رنگ کی عبا ہے اور فرما رہے ہیں: ان سے کہو کہ میرے بدن کا ایک ٹکڑا دیوار میں چپکا رہ گیا ہے اسے مجھ سے ملحق کر دیا جائے۔ چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ ایک تھیلے کے برابر گوشت کے ٹکڑے دیوار میں چپکے رہ گئے ہیں۔ انھیں جمع کیا گیا اور تشییع کا اعلان ہوا اور سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی کتابیں

آپ کی کتابوں کی تعداد ۶۰ / سے زیادہ ہے۔ بعض یہ ہیں:

﴿۱﴾ آدابی از قرآن: سورۂ حجرات کی تفسیر

﴿۲﴾ سرای دیگر: سورۂ واقعہ کی تفسیر

﴿۳﴾ معارفی از قرآن: سورۂ حدید کی تفسیر

﴿۴﴾ راز گوئی و قرآن: سورۂ مجادلہ کی تفسیر

﴿۵﴾ قلب قرآن: سورۂ یٰس کی تفسیر

﴿۶﴾ حقایقی از قرآن: سورۂ قمر کی تفسیر

﴿۷﴾ معراج: سورۂ والنجم کی تفسیر

﴿۸﴾ قیامت و قرآن: سورۂ طور کی تفسیر

﴿۹﴾ بہشت جاودان: سورۂ رحمٰن کی تفسیر

﴿۱۰﴾ صلوٰۃ الخاشعین: یہ موصوف کی پہلی کتاب ہے جس کو ۳۵ رسال کی عمر میں تحریر فرمایا تھا۔

﴿۱۱﴾ نیایش: یہ کتاب دعا کے موضوع پر ہے۔

﴿۱۲﴾ بندگی راز آفرینش: خطبہ حضرت فاطمہ زہرا = کی شرح، دو جلدیں

﴿۱۳﴾ ایمان

﴿۱۴﴾ برزخ

﴿۱۵﴾ اخلاق اسلامی

﴿۱۶﴾ نبوت

﴿۱۷﴾ امامت

﴿۱۸﴾ گناہان کبیرہ (دو جلدوں میں)

﴿۱۹﴾ گنجینہ ای از قرآن

﴿۲۰﴾ سید الشہداء

﴿۲۱﴾ ماہ خدا: خطبۂ شعبانیہ کی شرح

﴿۲۲﴾ زندگانی صدیقۂ کبریٰ فاطمہ زہراء =

﴿۲۳﴾ ہشتاد و دو پرسش

﴿۲۴﴾ مظالم

﴿۲۵﴾ زینب کبریٰ: مجلس یزید میں خطبۂ حضرت زینب = کی شرح ہے۔

﴿۲۶﴾ ولایت

﴿۲۷﴾ مہدی موعود (عج)

﴿۲۸﴾ تقویٰ

﴿۲۹﴾ یقین

﴿۳۰﴾ خطبہ ہای جمعہ (دو جلدوں میں)

﴿۳۱﴾ قلب سلیم

﴿۳۲﴾ قیام حسینی

﴿۳۳﴾ استعاذہ

﴿۳۴﴾ توحید

﴿۳۵﴾ نفس مطمئنہ

﴿۳۶﴾ عدل

﴿۳۷﴾ شرح بر فوائد الاصول شیخ انصاریؒ (ابھی چھپی نہیں ہے۔)

﴿۳۸﴾ شرح بر کفایۃ الاصول آخوند خراسانی ؒ (ابھی چھپی نہیں ہے۔)

﴿۳۹﴾ تقریرات درس فقہ و اصول آیۃ اللہ شیخ محمد کاظم شیرازی

﴿۴۰﴾ ازدواج اسلامی

﴿۴۱﴾ توحید و نبوت

﴿۴۲﴾ گروہکہا

﴿۴۳﴾ جمعہ و نماز یا جہاد ہفتگی

﴿۴۴﴾ فرازہای از خطبہ ہای جمعہ

﴿۴۵﴾ توبہ

﴿۴۶﴾ آئین زندگی۔ تنظیم محمد شب زندہ دار

﴿۴۷﴾ ہزار سوال

﴿۴۸﴾ داستانہای شگفت

﴿۴۹﴾ تردید و توکل

﴿۵۰﴾ امر بہ معروف و نہی از منکر

﴿۵۱﴾ حسد و دروغ

﴿۵۲﴾ اخلاص و انفاق

﴿۵۳﴾ تفکر

﴿۵۴﴾ دعا و یاد

﴿۵۵﴾ رسالہ توضیح المسائل

آپ کی یادگاریں

یوں تو شہید نے اپنی بہت سی یادگاریں چھوڑی ہیں مگر ہم ان میں سے چند کا ذکر کررہے ہیں

﴿۱﴾ مسجد جامع عتیق کی مرمت :

شیراز کی جامع مسجد، ایران کے مذہبی، ثقافتی اور تاریخی آثار میں ایک اہم اور نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہ مسجد ۲۷۶ھ میں عمرو لیث صفاری کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ اس کی تعمیر کا کام اس وقت کے نامور معماروں نے سات سال میں پورا کیا تھا۔

اس مسجد کی مرمت کی اہمیت اور شہید دستغیب کی جانفشانی اور بلند ہمتی کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ جب کریم خان زند نے اس کی تعمیر و مرمت کا خیال کیا تو اسے بتایا گیا کہ وہ ایک نئی مسجد تعمیر کرا دے گا تو اس میں مسجد جامع کی مرمت سے کم پیسہ خرچ ہوگا۔ اسی لئے اس نے ''مسجد وکیل'' کی تعمیر کرائی۔

شہید کے زمانہ تک یہ مسجد ایک خرابہ کی شکل اختیار کر چکی تھی اور یہاں لوگ اپنے جانور باندھنے لگے تھے۔ اس کی تعمیر میں شہید نے جو کردار ادا کیا اس کی مثال کم دیکھنے میں آتی ہے۔ خود مٹی کھود کر خچر کے ذریعہ شہر کے باہر پھینکنا اور واپسی میں مرمت کے ضروری وسائل خچر پر لاد کر لانا۔ شہید دستغیب کی محنت، جانفشانی اور سخت کوشی سے متاثر ہوکر ہر آدمی کام پر لگ گیا۔ ان دنوں (۱۹۸۲ء میں) ۲۵ ہزار تومان

تو صرف مسجد سے مٹی ہٹانے میں خرچ ہوئے تھے۔ اس لئے کہ چھت تک مسجد کوڑے کرکٹ اور دھول مٹی سے اٹی پڑی تھی۔ آخرکار کئی برسوں میں لاکھوں خرچ کے بعد مسجد کی تعمیر ہوسکی۔

﴿۲﴾ مدرسہ علوم اسلامی حکیم :

تقریباً تین سو سال پرانا یہ مدرسہ، جس کی مساحت ۳۵۰۰ میٹر ہے، ۴۶ کمروں، ۴ کلاس رومز اور ایک نماز خانہ پر مشتمل ہے۔ پہلوی حکومت کے دوران اس کی صورتحال یہ ہوگئی تھی کہ یہاں چند فقیر رہا کرتے تھے اور اس کی شہرت ''گداخانہ'' کے نام سے تھی۔ ۷۱-۱۹۷۰ء میں شہید نے اس کو حیات نو عطا کی۔

﴿۳﴾ مدرسہ علوم اسلامی آیۃ اللہ دستغیب :

طلاب علوم دینیہ کی کثرت اور مدرسہ حکیم میں جگہ کی کمی کے پیش نظر ایک ہزار چھ سو میٹر زمین پر شہید نے ایک اور مدرسہ تعمیر کرایا جو دو طبقوں اور ۸۰ کمروں پر مشتمل ہے۔

﴿۴﴾ مسجد امام حسین -

﴿۵﴾ مسجد الرضا -

﴿۶﴾ مجتمع خاتم الاوصیاء -

﴿۷﴾ مسجد المهدی (عج)

﴿۸﴾ مسجد روح اللہ

شہید کی اجتماعی وسماجی اور بھی بہت سی خدمات ہیں، طوالت کے پیش نظر

ان سے غض نظر کیا جا رہا ہے۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ شہید کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ انہیں جوارِ معصومین ٪ اور اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے۔ نیز ہمیں بھی دینی خدمات کی توفیق کرامت فرمائے۔

آمین یا رب العالمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مترجم

۸ر ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(روز ولادت امام حسن عسکری -)

فاتحة الکتاب :

(سورۂ حمد کی اخلاقی و تربیتی تفسیر)

پہلی فصل

رمضان المبارک کی برکتیں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے حیات کی نعمت کا سلسلہ جاری رکھا۔اور ایک بار پھر رمضان المبارک کے محترم مہینہ میں ہم سانس لے رہے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ اس با عظمت مہینہ کی برکتوں سے فیض اٹھانے کی توفیق کرامت فرمائے۔ اس سے بڑھکر اس کی اور کیا برکت ہوسکتی ہے کہ اس مہینہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور رب العالمین ہمارا میزبان ہے۔

اس مہینہ میں ایک آیت کی قرأت ختمِ قرآن کے مساوی اور دو رکعت مستحب نماز پڑھنے کا وہی ثواب ہے جو تمام دنوں میں واجب نمازوں کی ادائیگی پر معین ہے۔ اس مہینہ میں صدقہ کے طور پر دیئے گئے ایک درہم کی وہی عظمت ہے جو اور دنوں میں ستّر درہموں کے نکالنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس مہینہ سے کسب فیض اور اس کے روز وشب میں اذکار اور دعائیں پڑھنے کی ، خدائے قدوس ہم سب کو توفیق کرامت فرمائے ! آمین !

تلاوت قرآن

قرآن پڑھنے اور پڑھانے کی بہت اہمیت ہے۔ روایات میں ہے کہ جب کچھ لوگ خانۂ خدا میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے یا پڑھاتے ہیں:

''غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ المَلائِكَةُ''

''ان کے سر پر رحمت خدا کا سایہ اور اِردگرد ملائکہ کا ہجوم ہوتا ہے۔''

لہٰذا اس مہینہ میں قرآنی جلسات کا اہتمام کیجئے ہر چیز کی ایک بہار ہوتی ہے اور رمضان المبارک قرآنِ حکیم کی بہار ہے۔

بھوک روحانی نعمت ہے

بھوک کی حالت میں انسان خدا سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب کہ اگر پیٹ بھرا ہو تو انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ روایات کے کلمات ہیں کہ بندے کے پیٹ کا بھرپور بھرا ہونا خدا کو سخت ناگوار ہے۔

بہترین مہمان نوازی

روایت میں ہے کہ تین لوگ حضور مرسلِ اعظم ﷺ کی زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کو جب مدینہ پہنچے تو آپس میں

کہنے لگے کہ اگر ہم تینوں ایک ساتھ حضور ﷺ کے مہمان ہو جائیں تو ممکن ہے حضور ﷺ کو زحمتوں کا سامنا ہو۔

چنانچہ ان میں سے ایک بولا:

☆ میں مرسلِ اعظم ﷺ کا مہمان ہو جاتا ہوں۔

☆ دوسرا کہنے لگا کہ میں حضرت علی -کا۔

☆ تیسرے نے کہا کہ اور میں رات مسجد میں بسر کروں گا۔ اس طرح اللہ کا مہمان ہو جاتا ہوں۔

دوسرے دن جب تینوں مسجد میں جمع ہوئے تینوں ایک دوسرے کو آپ بیتی سنانے لگے۔ جو شخص حضور ﷺ کا مہمان تھا اس نے کہا حضور ﷺ نے مجھے اپنے مخصوص طعام (شیر) سے سیر کیا اور میں خوب سویا۔

دوسرا بولا مجھے علی - نے اپنے کھانے میں شریک کر لیا اور میں رات آرام کی نیند سویا۔

تیسرے نے کہا مگر میں رات بھر بھوکا رہا ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا۔

اس موقع پر سرورِ کائنات ﷺ پر وحی نازل ہوئی:

''ہمارے مہمان سے کہو کہ اگر بھوک سے بہتر اور
کوئی مہمان نوازی ہوتی تو ہم اس کے ذریعہ تم کو
نوازتے۔''

معلوم ہوا کہ پیٹ بھر دینا ہی مہمان نوازی نہیں ہے بلکہ شکم پُری تو جسم وروح کی زحمت کا سبب ہے ۔ پیٹ بھر جانے کے بعد موت فراموش ہو جاتی ہے۔رقتِ قلب اور خضوع وخشوع جاتا رہتا ہے جتنی بھی برکتیں و سعادتیں اور رحمتیں ہیں وہ بھوک کے سائے میں نصیب ہوتی ہیں۔روزہ واجب کرکے خدا نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے اور ان کو شرف بخشا ہے ۔ کچھ لوگوں کے لئے روزہ بہت سنگین ہے۔ ایک خوراک کی کمی ان کی جان کے لئے آفت ہے۔مگر صاحبانؑ ایمان؟

امام زین العابدین - ماہ رمضان المبارک کو ان الفاظ سے خطاب فرماتے ہیں:

"السلام علیک یا عید الاولیاء"

اے اولیاء خدا کی عید تجھ پر سلام ہو۔

آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے گویا اولیاء خدا کی عید ہے۔

تمام دنوں میں اکثر پیٹ کی فکر میں رہتے تھے۔ دن میں مادیات کی فکر میں رہتے تھے۔لیکن آج سے دن میں ذکر خدا و معرفت کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔

ہر روز اس وقت آپ پیٹ بھرنے کی فکر میں رہتے تھے۔مگر آج آپ کی فکر یہ ہے کہ کونسی چیز آخرت کے سفر کیلئے مفید ہے۔

تفسیرِ سورۂ حمد

بعض دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ اس سال رمضان المبارک میں قرآن مجید کے کسی سورہ کی تفسیر کی جائے۔ کچھ نے یہ رائے دی ہے کہ سورۂ حمد کی مکمل شرح وتفسیر بیان کی جائے۔ مشورے بہت اچھے اور مناسب ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں قرآن کی قرأت وتفسیر موضوع بحث رہے۔ لہٰذا دونوں ہی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

اہمیت تلاوت قرآن

روایت میں ملتا ہے کہ آخرت میں مراتب و درجات قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر عمل سے طے ہوں گے۔ اس دنیا میں جس قدر بھی قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل کیا جائے گا آخرت میں اسی مقدار میں ترقی و بلندی ملے گی۔ بعض روایات میں یہاں تک ملتا ہے کہ قیامت میں مومن سے کہا جائے گا:

"قرآن پڑھتے جاؤ اور بلند منازل پر ترقی کرتے جاؤ۔"

قرآن کی جتنی بھی آیات یاد کی ہیں اور ان پر عمل کیا ہے انھیں پڑھتے جاؤ اور بلند درجات حاصل کرتے جاؤ۔ یہاں تک کہ انسان اعلیٰ مقامات تک پہنچ جائے گا۔ جس شخص نے قرآن مجید کی ۶۶۶۶ آیات کی تلاوت اور ان پر عمل کر رکھا ہوگا سب سے بڑا مقام اسی کا ہوگا۔

شفاعت و شکایتِ قرآنِ مجید

قرآنِ مجید روزِ قیامت بہترین صورت میں رونما ہوگا۔ اہل قرآن کی شفاعت کرے گا۔لیکن جنہوں نے قرآنی قوانین و احکام پر عمل نہ کیا ہوگا، قرآن خدا سے ان کی شکایت کرے گا۔ وہ انسان کتنا بدقسمت ہوگا جس کا شفیع ہی اس کا دشمن ہو جائے:

"ویل لمن کان شفعائه خصمائه."

''وائے ہو اس انسان پر، جس کے شفاعت کرنے
والے ہی اس کے دشمن ہو جائیں۔''

قرآن ہر زمانہ میں ایسا ھی تھا

وحیٔ الٰہی میں فقط قرآن وہ کتاب ہے جو بعینہٖ باقی ہے۔اس میں سے نہ کچھ کم ہوا ہے اور نہ اضافہ۔ چودہ صدیاں بیت گئیں مگر قرآن ویسے ہی باقی ہے۔ کسی بھی زمانہ میں، اس میں ایک بھی کلمہ کا اضافہ نہ ہوا۔ وہ انجیل تھی کہ حضرت عیسیٰ - کے ڈیڑھ سو سال کے بعد ''متّی'' پیدا ہوا اور انہوں نے انجیل لکھی۔مگر قرآن خود حضور ﷺ کے زمانہ میں جمع ہوا۔سوروں کے نام رکھے گئے۔غرضیکہ جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے بعینہٖ یہ وہی ہے جو صدرِ اسلام میں تھا۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو پڑھیں اور پڑھائیں اور جتنا ممکن ہو اس سے فیض

اٹھائیں۔ اگر کہیں قرآن پڑھا جارہا ہو تو اسے بغور سنیں۔ اگر پڑھنا نہ جانتے ہوں تو جتنا یاد ہے اسی کی تکرار کرتے رہیں۔

ملائکہ نے تشییع جنازہ کی

آپ نے سنا ہوگا کہ جناب سعد ابن معاذ کے جنازے میں خود حضور مرسلِ اعظم ﷺ نے شرکت فرمائی تھی۔ سرورِ کائنات نے سعد کے جنازے کو کاندھا دیا تھا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ جبرئیل امین - کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جدھر جاتے تھے، میں بھی اُدھر چلا جاتا تھا۔ سعد کے جنازے میں ملائکہ اتنے زیادہ تھے کہ میں ننگے پیر پنجوں کے بَل چل رہا تھا۔ اس سعادت وعظمت کا سبب بیان فرماتے ہوئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ تمام اہتمام سعد کے لئے اس لئے تھا کہ سعد ہمیشہ سورۂ توحید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اگر خدائے سبحان کی مدد شاملِ حال رہی تو اس مہینہ میں سورۂ حمد پر روشنی ڈالی جائے گی۔ آج اس سورہ کی اہمیت وفضیلت پر گفتگو رہے گی۔

سورۂ حمد، خدا کا تحفہ ھے

تفسیر ابوالفتوح رازی میں ہے کہ جب سرورِ کائنات ﷺ معراج پر گئے تو عرض کیا: پروردگار تو نے ابراہیم - کو اپنا خلیل بنایا، موسیٰ - کو کلیم۔

خدایا! تو نے مجھے کس شرف سے نوازا ہے؟

ندائے قدرت آئی:

''آپ کو ہم نے اپنا حبیب چن لیا ہے اور سورۂ حمد کو آپ
سے مخصوص کر دیا ہے۔''

قرآن سورۂ حمد میں جمع ہے

روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک سو چار کتابیں نازل کی ہیں۔

ایک سو کتابوں کو چار کتابوں:

(۱) توریت (۲) زبور (۳) انجیل اور (۴) قرآن میں خلاصہ کر دیا ہے۔

جو کچھ بھی توریت، زبور اور انجیل میں تھا وہ سب قرآن میں سمو دیا ہے۔

اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورہ الحمد میں جمع کر دیا ہے۔

اسی لئے تو یہ سورہ ''ام الکتاب'' ہے۔ جو کچھ بھی قرآن میں ہے اجمالاً سورہ حمد میں پایا جاتا ہے۔ قرآن سورہ حمد کی تفصیل ہے۔ اس نکتہ کو انشاء اللہ آئندہ کی بحثوں میں ثابت کیا جائے گا سورہ حمد میں سات آیات ہیں۔ چار کا تعلق خدا سے ہے اور تین بندوں سے مخصوص ہیں۔

سورہ حمد، جہالت اور بیماریوں کی دوا

سورہ مبارکہ حمد کو ''سبع مثانی'' بھی کہتے ہیں۔ نماز میں اس سورہ کو دو مرتبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ:

"لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب"

"جس نماز میں یہ نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں۔"

اگر بیمار کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اس کو سات مرتبہ پڑھ دیا جائے تو اس کی بیماری جاتی رہے گی اور اگر ستّر مرتبہ پڑھ دیا جائے تو شفا یقینی و حتمی ہے۔ البتہ سورہ حمد کی یہ برکت ضمنی ہے ورنہ سورہ حمد کا نزول اس کام کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ جہالت و نادانی کی بیماری سے لوگوں کو نجات دیتا ہے۔ اگر کوئی نادان اسمیں غور وخوض کرے تو دانا ہو جائے۔ بلاشبہ اگر کوئی صدق دل اور کمال اخلاص کے ساتھ اس سورہ کے ذریعہ شفا حاصل کرنا چاہے گا تو فائدہ محسوس کرے گا۔

تفسیر مجمع البیان و تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں ہے کہ اسلامی سپاہیوں نے درمیان راہ میں زمین پر پڑے ہوئے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس پر جنّات کا اثر تھا۔ سپاہیوں نے اسکے کان میں سورہ حمد کی تلاوت کر دی۔ خدا نے اسے شفا دے دی اور وہ صحیح وسالم ہو گیا۔

اندھے کو بینائی مل گئی

کرامات الرضوی میں لکھا ہے:

ایک زائر امام رضا - زیارت کے سفر پر تھے۔ جب قافلہ ٹھہرا تو ایک نابینا انکے سامنے آیا اور پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا: امام علی رضا - کی قبر مطہر کی زیارت کے لئے۔

نابینا جسکو امام علی رضا - کی قبر مطہر سے بے انتہا عشق اور محبت تھی گڑگڑا کر کہنے لگا کہ جب امام - کے روضے پر جانا تو امام - سے میرا سلام کہنا اور قبر سے تھوڑی سی خاک میرے لئے لیتے آنا۔ میری آرزو یہ تھی کہ میں خود حرم مطہر جاؤں اور اپنی آنکھوں کو قبر مطہر سے رگڑوں۔ لیکن میرے لئے یہ ممکن نہ ہو سکا۔ زائر نے نابینا کی بات مان لی اور اس سے وعدہ کر لیا۔ مگر بعد میں بھول گیا۔ جب زیارت سے واپسی پر اسی جگہ پہنچا۔ تو نابینا کو اطلاع ہوئی۔ نابینا نے خود کو قافلہ والوں کے پاس پہنچا دیا۔ اور زائر کا پتہ معلوم کر کے اس سے کہا کہ جس چیز کا آپ نے وعدہ کیا تھا وہ دے دیجئے۔ زائر نے پوچھا کیا چیز؟ اس نے کہا خاک قبر۔ زائر کا بیان ہے کہ میں نے سوچا کہ اگر اس نابینا سے یہ کہوں کہ میں مٹّی لانا بھول گیا ہوں تو یہ ناراض ہو جائے گا۔ لہٰذا میں نے اس سے کہا ہاں لایا ہوں۔ اس نے مجھے دعا دی اور میں نے اسی بیابان سے تھوڑی سی مٹّی اٹھائی اور ایک کاغذ میں رکھ کر اسکو دے دی۔ اس نے مٹی کو چوما اور مجھے دعائیں دیں۔ نابینا نے اس مٹی کو امام رضا - کے قبر کی مٹّی سمجھ کر اپنی آنکھوں پر لگایا اور سو گیا۔ جب صبح وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آ چکی تھی۔

دل کی روشنی

آپ نے دیکھا صدق دل اور خلوص نیت کے کیا کارنامے ہوتے ہیں۔ ایمان واعتقاد کی وجہ سے انسان کس منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ سوچئے خاک اگر امام -

کی قبر سے منسوب ہو جائے تو اسکا کیا اثر ہوتا ہے۔ اگر خود خاک قبر ہو تو......؟

یہ لطف و کرم تو آنکھوں پر ہے۔ اگر یہ مہربانی دلوں پر ہو جائے تو کس طرح تاریک دل روشن و منور ہو جائیں گے؟ مگر افسوس دل شیطان کے قبضے میں ہو چکے ہیں۔ اگر دلوں میں رحمٰن کی محبت آجائے تو انسان حقیقت کو سمجھ لے گا کہ شفا خدا کے قبضے میں ہے اسباب کے قبضے میں نہیں۔ جب خدا نہ چاہے تو شفا حاصل نہیں ہوسکتی۔ شفا نہ ڈاکٹر دے سکتا ہے اور نہ ہی دوا۔ یہ سب اسباب ہیں۔ کبھی خدا شفا کا وسیلہ دوا کو بناتا ہے اور کبھی ڈاکٹر کو اور کبھی کسی اور چیز کو۔

خاک کربلا اور شفا

مرحوم سید نعمت اللہ جزائری طاب ثراہ تقریباً تین صدی پہلے شیراز کے مدرسہ منصوریہ میں پڑھتے تھے۔ تنگ دستی کی وجہ سے ان کے گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔ اس لئے وہ رات کو چاندنی میں پڑھا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے انکی آنکھیں خراب ہوگئیں تھیں۔

خود مرحومؒ اپنی کتاب میں اسکا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

جب میری آنکھیں خراب ہوگئیں تو میں نے "شیاف" کو آنکھوں میں لگانے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ پیسہ نہ تھا اس لئے ڈاکٹر کے پاس نہ جاسکا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کیوں نہ طبیب حقیقی کی طرف رجوع کیا جائے۔ اسی اثناء میں قرآن مجید کی وہ آیت میرے ذہن میں آئی جسمیں خدا نے پانی اور شہد کا تذکرہ کیا ہے اور انکو

مبارک وشفابخش قرار دیا ہے:

''وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكاً'' (۱)

''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا ہے۔''

''يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ.'' (۲)

''جس کے بعد اس (شہد کی مکھی) کے شکم سے مختلف قسم کے مشروب (شہد) برآمد ہوں گے جس میں پورے عالم انسانیت کے لئے شفا کا سامان ہے۔''

میں نے تھوڑی سی خاک شفا کو بارش کے پانی میں ملایا اور سلائی سے اپنی آنکھوں میں لگا کر سو گیا۔ دوسرے دن جب سو کر اٹھا تو میں نے دیکھا کہ میری آنکھوں میں روشنی آچکی ہے۔ یاد رہے کہ حضرت امام حسین - کی قبر مطہر کی مٹی میں یقیناً شفا ہے مگر بشرطیکہ اصل شافی کی معرفت سے دل مملو ولبریز ہو۔ اس لئے کہ جو خدا ڈاکٹر کے ذریعہ شفا دے سکتا ہے، قرآن اور خاک کے ذریعہ بھی شفا دے سکتا ہے۔ اے کاش! جو پیسہ آپ دوائی خریدنے میں خرچ کرتے ہیں یا کریں گے، اس سے اگر گوسفند خرید کر فقراء ومساکین میں تقسیم کرادیں تو دیکھیں گے کہ خدا اسکا آپ کو کیا صلہ دیتا ہے۔

---

(۱) سورۂ ق: ۹

(۲) سورۂ نحل: ۶۹

تدبر کیجئے!

ہماری آج کی گفتگو تمام ہوئی۔ انشاء اللہ کل سے سورہ حمد کی تفسیر کا آغاز کیا جائیگا۔ لیکن اس امید کے ساتھ کہ آپ تلاوت قرآن اور اس سے تمسک اور استشفاء کو فراموش نہ کریں گے۔ اپنی بیماریاں اور نادانیوں کا قرآن مجید کی برکتوں کے ذریعہ مداوا کریں گے۔ نتیجہ میں ملائکہ کی دعاؤں کے مستحق ہونگے۔ جتنا زیادہ قرآن مجید میں غور کیا جائیگا اسی قدر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

پروردگارا! اس مبارک مہینہ میں زیادہ سے زیادہ کسب فیض کی توفیق کرامت فرما۔

دوسری فصل

علم و معرفت کی اهمیت

آپس میں علمی بحث و مباحثہ عظیم عبادتوں میں سے ایک ہے۔ خدا کرے ہماری عمر کا بھی ایک حصہ علمی مذاکروں میں گذرے۔ علمی بحث کا ایک گھنٹہ، ہزار بار قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے۔

علمی بحث :

علمی مذاکروں سے مراد وہ مباحثے ہیں جو قرآنیات سے مربوط ہوں۔ جن سے معرفت میں اضافہ ہو۔ مراتب توحید کی وضاحت ہو احکام الٰہی معلوم ہوں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کی ایک آیت لے لی جائے اس کے معنی و مفاہیم پر بحث ہو۔

ہمارے جلسات بھی مذاکرۂ علم پر مشتمل ہوں جنکی بہت اہمیت اور برکتیں ہیں۔ ملائکہ علم حاصل کرنے والوں کے لئے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور انکے ساتھ خضوع و خشوع سے پیش آتے ہیں۔ تمام مخلوقات خدا ایسے افراد کے لئے توبہ واستغفار کرتی ہے۔

ام الکتاب

ہماری بحث ان مطالب و مفاہیم سے ہے جو سورۂ حمد میں بیان ہوئے ہیں۔ اس سورہ کو "ام الکتاب" بھی کہتے ہیں اُس لئے کہ جس طرح بچہ ماں سے متولد ہوتا ہے اسی طرح وہ تمام حقائق و بینات جو قرآن مجید میں ہیں وہ اجمالاً سورۂ حمد میں موجود ہیں۔

سبع مثانی

سورۂ حمد کا ایک نام "سبع مثانی" ہے۔ یعنی یہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ پہلی چار آیات (یعنی بسم اللہ سے مالک یوم الدین تک) حمد و ثناء الٰہی ہے اور باقی تین آیات (ایاک نعبد سے آخر تک) بندوں سے متعلق ہیں۔ انشاء اللہ تمام آیات کو بالتفصیل بیان کیا جائیگا۔

پہلی آیت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔

"بسم اللہ" اسلحہ ھے

حضرت امیر المومنین - نے نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا ہے کہ بسم اللہ کو ایک خاص اہمیت دی جائے اس لئے کہ یہ انسان اور اس کے دشمن کے مابین حجاب اور رکاوٹ ہے۔ چاہے وہ دشمن ظاہری ہو یا باطنی، شیطان ہو یا جن۔ نماز ظہرین

میں حمد وسورہ آہستہ پڑھا جاتا ہے مگر اس میں بھی بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ ہر حالت میں بسم اللہ زبان پر رہنی چاہیے۔ یہ عادت آخرت کیلئے بھی بہت مفید ہے۔ حضرت علی - فرماتے ہیں کہ اگر ایک شعر بھی لکھنا چاہتے ہو تو ''بسم اللہ'' کہو۔ کچھ لکھنے سے پہلے خدا کا نام لکھنا چاہیے۔ جو بھی مکتوب، نام خدا سے شروع نہیں ہوگا وہ ناتمام رہے گا۔ البتہ یہ سب کا فریضہ ہے کہ خدا کے نام مبارک کا احترام کیا جائے خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ نام خدا پاؤں کے نیچے آجائے یا کوڑے کرکٹ میں چلا جائے۔

روایت میں ہے کہ جو شخص ''بسم اللہ'' کا احترام کرتا ہے اس طرح کہ مثلاً اس کو زمین سے اٹھائے تو خدا اس کو اور اس کے والدین کو اپنی خاص عنایتوں سے نوازے گا۔ کچھ بھی پڑھنے سے پہلے بسم اللہ کہیے۔ ہر جگہ، ہر موقع اور ہر مقام پر بسم اللہ ورد زبان رہے۔

گناہ کافور ہو گئے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیا میں جسکی جو بھی عادت ہوگی مرنے کے بعد وہ عادت باقی رہے گی۔ جسکی عادت دنیا میں گالی بکنے کی ہوگی، وہ مرتے وقت ملک الموت کو بھی گالی دیگا۔ قبر میں بھی گالی دیگا۔ جہنم میں بھی اسکی یہی عادت رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی کی بسم اللہ کہنے کی عادت ہوگی تو وہ عادت باقی رہے گی۔ جب وہ قیامت میں اپنے نامۂ اعمال کو پڑھے گا تو پہلے بسم اللہ کہے گا دیکھے گا کہ

اسکے نامۂ اعمال سے گناہ محو ہو چکے ہیں۔ وہ کہے گا کہ پروردگارا! نامۂ اعمال میں اشتباہ ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ میں نے گناہ کئے ہیں اور نامۂ اعمال میں گناہ نہیں ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ چونکہ تم نے خدا کو رحمان اور رحیم کی صفت سے یاد کیا ہے، اس لئے خدا نے تمہارے تمام گناہ مٹا دئے ہیں۔

ہر جگہ بسم اللہ

امید ہے کہ یہ نیک عادت ہم اپنے اندر پیدا کرلیں گے۔ ہر کام کا آغاز خدا کے نام سے کریں گے۔ مسجد، گھر یہاں تک کہ بیت الخلاء میں بھی بسم اللہ کہہ کر داخل ہوں گے، اچھی سے اچھی اور بری سے بری جگہ بہرحال ہر جگہ مسلح رہنا چاہیے تاکہ شیاطین دور رہیں۔

بسم اللہ چھوڑ دی تھی

مولائے کائنات حضرت امیر المومنین - کے قابل اعتماد شیعوں میں سے عبداللہ بن یحییٰ بھی ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن امیر المومنین - کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کرسی پر بیٹھنا چاہتا تھا کہ کرسی کا پایہ ٹوٹ گیا اور میرے سر میں چوٹ آگئی۔

مولا - نے فرمایا: اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے میرے شیعوں کے گناہوں کا کفارہ دنیا ہی میں معین کردیا ہے تاکہ وہ یہیں پاک ہو جائیں۔

میں نے دریافت کیا کہ مجھ سے کون سا گناہ ہوا ہے جسکا یہ کفارہ ہے۔
امام - نے فرمایا! تم نے بیٹھتے وقت بسم اللہ نہیں کہی تھی۔

علی - کی پیروی کرنی چاهیے نه که معاویه کی

فخرالدین رازی اہل سنت کے مشہور ومعروف مفسر قرآن ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ جن مسائل و مواقع پر حضرت علی - کی سیرت و آثار موجود ہیں ان کی پیروی کی جائے نہ کہ معاویہ کی۔ اس لئے کہ حضرت علی - کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

”الحق مع علی وعلی مع الحق

اللھم ادر الحق حیث ما دار“

حق علی - کے ساتھ ہے اور علی - حق کے ساتھ

ہیں۔ خدایا حق کو ادھر موڑ دینا جدھر علی - مڑیں۔

اے مسلمانو! علی - نماز میں بسم اللہ کو ترک نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ یہ معاویہ کا عمل ہے کہ اس نے بسم اللہ کو نماز سے ہٹا دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ حضرت علی - کی سیرت کو بالکل ختم کر دینا چاہتا تھا۔ جو کام بھی حضرت علی - کیا کرتے تھے معاویہ اس کے بالکل برعکس انجام دیتا تھا۔ معاویہ سے زیادہ حضرت علی - کا اور کوئی دشمن نہ تھا۔ حضرت علی - نے بسم اللہ کہنے اور اس کو بلند آواز سے پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے اور معاویہ نے اس

کے بالکل برعکس عمل کیا ہے۔

فخر رازی کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے معاویہ پر اعتراض کیا کہ بسم اللہ کو قرآن سے کیوں نکال رہے ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اگر کوئی نماز میں بسم اللہ پڑھتا تھا تو اس کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنی نماز دوبارہ پڑھے۔ چونکہ مال و زر اور قوت و طاقت معاویہ کے پاس تھی۔ اس لئے اس نے اپنے زمانے کے علماء کو اپنا ہم رنگ و ہم خیال بنا رکھا تھا اور نتیجہ میں بسم اللہ کو قرآن سے حذف کر دیا۔

آخر تمام مسلمان معاویہ کی اندھی تقلید کیوں کر رہے ہیں؟ کیوں وہ سیرت علی - کے تابع نہیں ہوئے؟ جنھوں نے بسم اللہ کو ایک خاص اہمیت دی ہے۔ اگر بسم اللہ پڑھنے والے کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو عبودیت کی بلند منزلوں کو طے کر سکتا ہے۔ بسم اللہ کی برکت و عظمت کے سلسلے میں ایک حکایت اور ایک روایت ملاحظہ ہو:

روایت

بعض تفسیروں میں ہے کہ بادشاہ روم نے حضرت امیر المومنین - کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اس میں اپنے دردسر کی شکایت کی جسکی پریشانی میں وہ مبتلا تھا اور حضرت سے اسکا علاج چاہا۔ مولا علی - نے جواب میں قاصد کو ایک ٹوپی دی اور فرمایا کہ جب بھی سر میں درد کا احساس ہو بادشاہ اس کو پہن لے۔ جب ٹوپی بادشاہ تک پہنچ گئی تو جب بھی بادشاہ کو تکلیف کا احساس ہوتا فوراً ٹوپی پہن لیتا تھا۔

سر کے درد کو آرام ہو جاتا تھا۔ دو تین بار ایسا ہی ہوا اس نے سوچا کہ آخر علی ۔ نے اس ٹوپی میں کیا کر رکھا ہے جس کا اتنا زبردست اثر ہے حکم دیا کہ اس ٹوپی کو کھولا جائے ٹوپی کو چاک کیا گیا۔ اس نے دیکھا کہ ٹوپی کے اندر:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

لکھا ہوا ہے۔

اور اب ایک حکایت

جناب سید مرتضیٰؒ کے حالات زندگی میں ہے کہ آپ کاظمین کے نزدیک محلّہ ''کرخ'' میں رہتے تھے اور درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سے ایک آپ سے دور، بغداد میں رہتا تھا اس کے اور سید مرتضیٰؒ کے گھر کے درمیان ایک نہر کا فاصلہ تھا۔ اس کو طے کرنے کیلئے کوئی پُل نہ تھا۔ مجبوراً ادھر سے ادھر آنے جانے کے لئے کشتی کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے کبھی کبھی تو استاد کے آدھے درس کے بعد کلاس میں پہنچ پاتا تھا اور کبھی درس ختم ہونے کے بعد پہنچتا تھا۔ ایک دن اس نے سید مرتضیٰؒ سے اپنے حالات کی شکایت کی اور استاد سے ان مشکلات کو حل کرنے کیلئے کہا۔ سید مرتضیٰؒ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد قلم اٹھایا اور کچھ لکھا اور لپیٹ کر اس کو دیدیا اور فرمایا:

کل صبح سے جب بھی تم آنا تو اگر ساحل کے کنارے کوئی وسیلہ نہ ہو تو اس کاغذ کو اپنے پاس رکھنا اور پانی پر پیر رکھ کر چلے آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور

بہت جلدی درس میں حاضر ہو گیا۔ دوسرے دن پانی پر چلنے سے پہلے اسنے اپنے دل میں کہا: یہ تو سچ مچ کوئی عجیب چیز ہے دیکھوں سید نے اس کاغذ پر کیا لکھ کر دیا ہے جس کا اتنا زیادہ اثر ہے اس نے کاغذ کو کھولا اور دیکھا کہ فقط:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

لکھا ہے۔

اس نے دل میں سوچا کہ عجب! یہ تو بسم اللہ ہے۔ یعنی اس نے بے اعتنائی، بے اہمیتی اور سبکی سے اس کے ساتھ سلوک کیا۔ اب جو پیر پانی پر رکھا تو ڈوبنے لگا۔ جلدی سے پیچھے ہٹا اور کشتی کا انتظار کرنے لگا اور ہمیشہ کی طرح معطل رہ گیا۔ تب اس نے سمجھا کہ اس مبارک آیۂ کریمہ کے ساتھ سہل انگاری اس کے اثرات کو کس قدر کم کر دیتی ہے۔

فائدہ ملے گا مگر معرفت کے ساتھ

جی ہاں! بسم اللہ سے جو فوائد اور برکات حاصل ہو سکتے ہیں وہ اعتقاد اور معرفت کے بقدر ہیں۔ اور مراتب عبودیت و بندگی کو طے کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ باء "بسم اللہ" کی وضاحت میں عرض ہے کہ اگر مسلمان باء "بسم اللہ" کے مراتب و درجات میں سے ایک سے بھی واقف ہو جائے تو اس سے اسم اعظم کا فیض اٹھا سکتا ہے۔ اسکی ہر مشکل حل اور اس سے ہر خطرہ دفع ہو جائیگا۔ اور جس مقام و منزل کو پہنچنا چاہے پہنچ سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ داستان سننے

کے لائق ہے۔

داستان

مشہور کتاب ''کبریت الاحمر'' میں جنت سے متعلق ایک طویل روایت ہے:

ایک محل اور اس میں ستر ہزار گھر اور ہر گھر میں ستر ہزار بستر اور ہر بستر پر ایک خوبصورت اور حسین حور ہوگی۔ اسقدر خوشنما کہ جس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ اسکی معمولی سی جھلک جمال یوسف میں دیکھی جا سکتی ہے۔

☆ اسکے سیدھے رخسار پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆ بائیں رخسار پر نورانی قلم سے ''علی ولی اللہ''

☆ پیشانی پر الحسن -

☆ ٹھڈی پر الحسین - اور

☆ لبوں پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا ہوگا۔

پوچھا گیا کہ یہ حوریں کس کے لئے ہونگی جواب میں فرمایا:

''لمن یقول بالحرمۃ والتعظیم : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

یہ اس شخص کے لئے ہونگی جو عزت واحترام کے ساتھ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہتا ہوگا۔

تیسری فصل

ہماری بحث باء بسم اللہ سے متعلق تھی۔ موحّد و مومن کا فریضہ ہے کہ ہر حال میں بندہ وار زندگی بسر کرے وہ مملوک ہے۔ یعنی خدا مالک ہے اور یہ اسکی ملکیت ہے۔ اور اسکی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے لہٰذا مملوک بن کر رہے۔ بندہ خود مستقل کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مقہور ہے۔ خدا قاہر ہے۔ انسان خدا کے ارادہ اور مشیت کے آگے لاچار اور بے بس ہے۔

آپ چاہتے ہیں جوان رہیں۔ بوڑھے، بیمار یا مریض نہ ہوں۔ آپ کو موت نہ آئے مگر پالنے والے کے قہر وارادہ کے آگے بے بس ہیں۔ جیسا وہ چاہے گا ویسا ہی ہوگا۔ کبھی اگر (خدا کے لطف و کرم سے) آپ کو کوئی استقلال اور قوت حاصل ہوگئی۔ کہنے لگے کہ میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں۔ ایسا کردوں گا ویسا کر دوں گا۔ نتیجہ میں بندگی اور ایمان کے مراحل سے تنزلی کا شکار ہوگئے۔ جیسے ہی خدا کے بجائے اپنے لئے کسی شان و قدرت کا تصور دل میں پیدا ہوا، ترقی کی منزلوں سے گر گئے۔

عبودیت و بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ ''میں'' کو ایک طرف رکھ دیجئے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ذرا سا مال و اسباب انکو فراہم ہوا، فلک شگاف نعروں

کے ساتھ اپنے استقلال و خود کفائی کے دعویدار ہو جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اپنی ذہانت و چالاکی سے میں نے یہ سب حاصل کیا ہے۔انجام کار میں ان کی یہی "میں" قہر وغضب پروردگار کا سبب ہو جاتی ہے۔اور ذلت و رسوائی انکا مقدر بن جاتی ہے۔ لہٰذا اپنے ان متکبرانہ الفاظ پر ہر انسان کو ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیے۔مناسب ہوگا موضوع سے مربوط داستان آپ حضرات کے گوش گذار کردی جائے۔

مالدار ایک گھڑی میں فقیر ہو گیا

ایک بزنس مین جو مال ادھر سے ادھر لیجا کر تجارت کیا کرتا تھا، شاہون (آذربائیجان) کا رہنے والا تھا۔ ایک تجارتی سفر میں اسکی ملاقات ایک قبیلہ کے بزرگ نابینا سے ہوئی۔ اس نے اسکی خیریت و عافیت پوچھنے کے بعد اسکے حالات کے بارے میں دریافت کیا۔ اس بوڑھے نابینا نے روتے ہوئے کہا: کیا بتاؤں! بس اتنا جان لو کہ ایک میری وہ زندگی تھی کہ یہ پورا صحرا، میری بھیڑ بکریوں، اونٹ اور گائے وغیرہ سے بھرا رہتا تھا۔ پہاڑ کے اس طرف بھی میرا گلہ وجائیداد تھی۔کئی فرسخ تک میری اولاد اور خاندان کا ہجوم اور ان کے خیمے تھے۔

ایک دن میں اپنے سب سے محبوب اور پیارے پوتے کے ساتھ سیاحت کر رہا تھا۔ میں نے اپنے پوتے سے کہا کہ تمہارے دادا کے پاس اس قدر جائداد ہے کہ اگر خدا بھی اسکو فقیر و نادار کرنا چاہے تو کئی سال لگ جائیں گے۔خلاصہ یہ کہ

جیسے ہی پہاڑ کی کھو کے قریب پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ قبلہ کی جانب سے ایک کالا بادل نمودار ہوا اور چھا گیا۔ خوب اولے برسے، تقریباً اخروٹ کے برابر بلکہ اس سے بھی شدید۔ میں اپنے پوتے سمیت جلدی سے غار میں چلا گیا کچھ گھڑیوں بعد غار سے نکل کر میں نے چاہا کہ دیکھوں کہ کیا حالات ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میرے مویشی وجانوروں اور مال ودولت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ سب بہہ گیا اور بس اتنی سی دیر میں فقیر و نادار ہو گیا۔

میں چل دیا کہ کم از کم اپنا گھوڑا تو پاسکوں تاکہ دیکھوں کہ کچھ بچا ہے یا نہیں؟ لہٰذا میں نے اپنے پوتے کو ایک پتھر کے قریب بٹھا دیا۔ ناگاہ میں نے آواز سنی۔ پیچھے مڑکر دیکھا کہ ایک بھیڑیا میرے پوتے کو نگل جانا چاہتا ہے۔ میں نے اپنی بندوق سے بھیڑیے کا نشانہ لیا۔ مگر اتنی دیر میں بھیڑیا میرے پوتے کو جس کو میں بہت چاہتا تھا نگل گیا۔ میں نے شدت غم میں بندوق اپنے سر پر اس قدر بجائی کہ آنکھوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

قابل عبرت ہے کہ یہ ایک لکھ پتی انسان تھا جو اپنے استقلال کا دعویدار تھا اور یہ بھول بیٹھا تھا کہ خود اور اس کی تمام چیزیں خدا کی عطا اور اس کی رہین منت ہیں۔

تمام امور میں خدا کی مدد چاہیے

بسم اللہ یعنی ہر کام میں نہ خود، نہ قدرت و طاقت اور نہ فہم و ذہانت، بلکہ اللہ اور بس اللہ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر کام میں ترقی اور پیش رفت کا سبب

اعتماد بہ نفس ہے ۔جس کے یہاں اعتماد بہ نفس پایا جاتا ہے وہ ترقی کرتا ہے۔ یہ گفتگو یعنی جو چاہو کرو بس اپنے اوپر اعتماد ہونا چاہیے ہر کام ہو جائے گا یہ کفر و جہالت ہے۔اعتماد بہ نفس یعنی چہ؟

تم کیا ہو؟ تمہارا نفس کیا چیز ہے؟ جو اپنی قدرت و طاقت پر اعتماد کرتے ہو کہ جو چاہو گے کر گذرو گے۔سیکڑوں اور ہزاروں بار تم کسی کام کا ارادہ کر لیتے ہو، اس کے انجام دینے میں منہمک ہو جاتے ہو،مگر کام نہیں ہو پاتا۔کیا اب بھی تم نے اس حقیقت کا ادراک نہ کیا کہ خود تم کچھ بھی کرنے پر قادر نہیں ہو جب تک خدا، کہ جس کے قبضہ و قدرت میں پوری کائنات ہے،کی مدد شامل حال نہ ہو۔اس قسم کے کفر آمیز اور غلط کلمات کو ترک کردینا چاہیے۔اور نفس کے بجائے خدا پر اعتماد ہونا چاہیے ۔ خالق و رازق وہی پروردگار ہے، جسکے قبضہ میں جان ہے۔اسی کی وہ قدرت ہے ،جسکی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا۔ اس کی قدرت کے سامنے سب مشکلات سہل وآسان ہیں۔اس پر بھروسہ ہونا چاہیے۔

انسان کا بدن ہر وقت آب وغذا کا محتاج ہے۔اس لیے کہ اسکا بدن مستقل تحلیل ہونے کی وجہ سے کم وکاست کا شکار ہے۔اور تغذیہ کے ذریعہ اسی کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔انسان خود اپنے اندر کے مشینی نظام سے بے خبر ہے پھر آخر وہ اس کی آب وغذا کا انتظام کہاں سے کرسکتا ہے؟بس زیادہ سے زیادہ انسان کے بس میں یہ ہے کہ لقمہ کو منہ میں رکھ کر چبائے اور نگل جائے۔اس کے بعد کے مراحل خود انسان کے اختیارات سے باہر ہیں ۔ بتایئے ! ہے کوئی دنیا میں جس کو

اپنے اندرونی نظام پر تسلط حاصل ہو۔ لہٰذا اتنا ''میں''،''میں'' کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حد سے زیادہ نفس پر اعتماد بھی کفر ہے۔ ہر حالت میں خدا پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ اگر خدا نہ چاہے تو آپ کچھ بھی کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔

دو طریقوں سے خود کشی کی کوشش کے بعد بھی موت نہ آئی

آقای زنجانی کی کتاب ''الکلام یجر الکلام'' میں لکھا ہے کہ امریکا میں ایک لکھ پتی آدمی نے ایک زمین خریدی اور کئی منزلہ مارکیٹ بنوائی۔ درمیان میں اس کا پیسہ ختم ہوگیا۔ مجبوراً اس نے بلڈنگ کو گروی رکھ کر بینک سے قرض لیا۔ دوسری طرف اس کے دوسرے قرضخواہ بھی قرض کا مطالبہ کرنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ وہ قرض کے بوجھ تلے اپنے کو دبا ہوا پاتا ہے اور سوچتا ہے کہ چاروں طرف سے قرض کا بوجھ اور اسکا سود الگ سے۔ اس سے چھٹکارے کا بس ایک ہی راستہ ہے ''خودکشی۔'' اس نے سوچا کہ کیسے خودکشی کی جائے اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر زہر کھالوں گا تو ممکن ہے کہ خبر رشتہ داروں تک پہنچ جائے اور وہ رکاوٹ ایجاد کردیں۔ لہٰذا اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ دوہرے اسباب کا انتخاب کیا۔ زہر کھا کر خود کو اوپری منزل سے نیچے گرادیا تاکہ ہر حال میں مرجائے۔ اس کو صد فیصد یقین تھا کہ موت یقینی ہے لیکن نیچے آتے آتے وہ الگنی میں الجھ گیا اور الٹا لٹک گیا چنانچہ زہر کی قے کر بیٹھا۔ لوگوں نے جیسے ہی دیکھا اسکی مدد کو دوڑے اور اس

کو بچالیا۔

انسان خود ہی فیصلہ کرلیتا ہے کہ صد فیصد وہ نتیجہ تک پہنچ جائیگا۔اس فکر کو بالائے طاق رکھنا ہوگا۔اپنے سابقہ کرتوت پر اللہ سے توبہ طلب کیجئے اور خود اعتمادی کے بجائے خدائے وحدہ لاشریک پر اعتماد کیجئے جس کے لئے تمام قدرت وقوت ہے (لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ)۔ہر کام میں اللہ پر بھروسہ ہونا چاہیے۔انسان ہیچ ہے۔اسکو چاہیے کہ خدائے بزرگ پر تکیہ وبھروسہ کرکے خود کو بزرگ بنالے۔

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“

اس آیۂ کریمہ میں اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے تین نام پائے جاتے ہیں: (اللہ، رحمٰن، رحیم)۔تمام امیدیں انہیں ناموں سے وابستہ ہونی چاہیے۔لو انہیں سے لگانی چاہیے اور خوف، خشیت بھی انھیں سے۔جو بندہ خدا کو رحمانیت کے ساتھ پہچان لیتا ہے وہ اپنے وجود کے ہر طرف رحمتوں کو ہی مشاہدہ کرتا ہے۔وہ خود کو رحمتوں میں غرق پاتا ہے اور ایک قسم کا خوف اس کے دامن گیر ہوجاتا ہے کہ کیا میں نے کبھی ان نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کیا ہے؟ میں نے ان نعمتوں کے مقابل میں کیا بندگی کی ہے اور کس خلوص کا مظاہرہ کیا ہے؟ آخر میری ان غفلتوں اور سہل انگاریوں کا کیا نتیجہ ہوگا؟

الرحمٰن، یعنی وہ خدا جس کی رحمت کا ہر چیز پر احاطہ اور تسلط ہے۔اسکی رحمتوں کو کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ جب ہم اپنی آرزوں تک نہیں پہنچ پاتے تو سوچتے

ہیں کہ جیسے خدا نے ہمیں کسی بھی چیز سے نہیں نوازا اور ایک طرح سے قضا وقدر الٰہی پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں، یہ کفران نعمت ہے۔ ذرا غور تو کیجیے کہ خدا نے آپ کو کس کس نعمت سے نوازا ہے؟ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفران نعمت کی وجہ سے خدا ان تمام نعمتوں کو سلب کر لے اور اپنی نگاہ کرم ادھر سے ہٹا لے۔

اگر اس دنیا میں اسکی نعمتوں کی قدر دانی نہ کی تو مرنے سے لیکر آخرت تک کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ اسکی رحمتیں شامل حال ہوں گی!؟ لیکن اگر شکر گذاری کروگے تو وہ نعمتوں میں اضافہ کرتا رہے گا۔ اس نے اپنی نعمتوں کو قدر دانوں ہی کے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے۔ روایت میں ہے کہ حضور مرسل اعظم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی رحمت کے سو(۱۰۰) اجزاء ہیں ان میں سے ایک دنیا کے لئے ہے۔ اسی ایک فیصد میں ماؤں کی اپنے بچوں سے شفقت ومحبت بھی شامل ہے۔ اور بقیہ ۹۹ حصے قیامت میں صاحبان ایمان سے مخصوص ہیں۔ دنیا کی رحمت، برزخ وقیامت کی رحمتوں کی ایک معمولی سی جھلک ہے۔ اس مختصر اور معمولی دنیا میں اس نے اس قدر بے بہا اور بے پایاں رحمتیں رکھی ہیں تو وہ نعمتیں کس قدر ہوں گی جو بروز قیامت ان لوگوں سے مخصوص ہیں جنھوں نے کفران نعمت نہیں کیا ہے؟

رمضان المبارک مُردوں کی بھی آرزو ہے

اسکی نعمتوں میں سے ایک نعمت جو ہم سب کے شامل حال ہے رمضان المبارک کی نعمت ہے۔ آپ کا وہ ساتھی جو گذشتہ سال تک آپکا ہم نشین تھا اور اب قبر کی

تنہائیوں میں ہے۔ اسکی قبر پر جاکر سوال کیجئے: اے دوست! گذشتہ سال تک تم رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ تھے اب تمہاری کیا آرزو ہے؟

اگر ملکوتی کان آپ کے پاس ہیں تو یقیناً آپ سماعت فرمائیں گے:

میری تمنا یہ ہے کہ اے کاش! اس مہینہ میں مَیں زمین پر ہوتا اور دنوں کو روزہ رکھتا۔ راتوں کو عبادتوں میں بسر کرتا اور قرآن سے تمسک برقرار رکھتا۔ جس نے سولہ سال سخت گرمیوں میں خدا کے لئے کھانے پینے سے پرہیز کیا اس کے لئے آواز ہوگی کہ آؤ حوض کوثر سے سیراب ہوجاؤ۔ جس نے ماہ رمضان المبارک کا احترام کیا ہے اس سے کہا جائے گا کہ خدا کی بقیہ نعمتوں سے بہرہ مند ہوجاؤ۔ یہ نعمتیں ابدی اور دائمی ہیں۔

تین چیزیں برزخ میں بہت کام آئیں گی

ایک روز حضور مرسل اعظم ﷺ بہت خوشحال و شاداب تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے سید الشہداء حمزہ اور جعفر طیار+ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان دونوں کے سامنے بہشتی انگوروں سے پُر طبق رکھا ہے۔ انھوں نے اس کو اتنا تناول کیا کہ وہ جنتی خرمے سے تبدیل ہوگئے۔ ایسا خرمہ کہ نہ جس میں کوئی وزن ہے اور نہ ہی گٹھلی اور ایسی خوشبو جسے کافی دور سے بھی سونگھا جاسکتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے پوچھا: وہاں تمہارے لئے سب سے بہتر کیا چیز ثابت ہوئی حضرت حمزہ - نے فرمایا کہ تین چیزیں جنت میں نہایت خوشی کا باعث ہوئی ہیں:

﴿۱﴾ علی ابن ابی طالب - کی محبت (بار الہا! محبت علی - کو تو خود ہی ہمارے دلوں میں زیادہ سے زیادہ کر دے)

﴿۲﴾ صلوات بر محمد و آل محمد %

﴿۳﴾ پیاسے کو پانی پلانا۔

اگر کسی پیاسے کو سیراب کرنے کا موقع ہاتھ لگ جائے تو ضرور کیجئے۔ برزخ میں یہ بہت کام آئیگا۔ جو کسی کے دل کی ٹھنڈک کا انتظام کرتا ہے قبر میں خود اس کے دل کو راحت و ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔

پیاسے کو سیراب کیجئے چاھے نصرانی ھی کیوں نہ ھو

راوی کا بیان ہے کہ دوران سفر حضرت امام صادق - کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی زمین پر پڑا ہے۔ امام - نے فرمایا: دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ شدت پیاس کی وجہ سے گر گیا ہو۔ اس کیلئے پانی لے جاؤ اور اسکو سیراب کر دو۔ میں گیا اور میں نے اسے پہچان لیا کہ وہ نصرانی مذہب سے متعلق ہے اور پلٹ آیا امام - سے کہا کہ میں نے اس کو پہچان لیا ہے۔ وہ مسلمان نہیں بلکہ نصرانی ہے۔اس لئے میں نے اس کو پانی نہیں دیا۔امام - نے فرمایا: کیوں تم نے اسکو پانی نہیں دیا ؟!

"لکل کبد حراء اجر"

"ہر جگر سوختہ کو سیراب کرنے پر اجر وثواب ہے۔"

چاہے اسکا کوئی بھی مذہب ہو۔جانور ہی کیوں نہ ہو۔بعض مقامات پر تو سیراب کرنا اور پیاس بجھانا وضو کرنے سے مقدم ہے۔بہر حال یہ تینوں چیزیں برزخ کی زندگی کیلئے نہایت موثر ومفید ہیں۔

ہر نیکی کی توفیق طلب کیجئے

پروردگارا! ہر وہ عمل جو کل ہمارے کام آنے والا ہے اس کے انجام دینے کی توفیق کرامت فرماتا کہ قبر میں یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑے :

حَتَّی اِذَا جَائَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ
لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحاً فِیْمَا تَرَکْتُ. (۱)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ گئی تو کہنے لگے کہ پروردگارا! مجھے (دوبارہ دنیا میں) پلٹا دے شاید اعمال صالحہ انجام دوں۔"

ہم سب مل کر اس حاجت کو طلب کریں اور خدا سے ہر خیر و نیکی کی توفیق کا مطالبہ کریں کہ خدا اپنے فضل وکرم اور لطف وعنایت سے ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہمیں ہر وہ کام کرنے کی توفیق کرامت فرمائے، جو کل ہمارے کام آئیگا۔

---

(۱) مومنون: ۹۹ و ۱۰۰

چوتھی فصل

جمعه کو دینی امور سے مخصوص کیجئے

آ ج جمعہ کا دن ہے آ ج کے دن مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے کاروبار کو چھوڑ کر مساجد میں جمع ہوں اور معارف اسلامی واحکام دینی کو حاصل کریں:

''ویل لکل مسلم لا یفرغ نفسه یوم الجمعة لدینه''

وائے ہو ہر اس مسلمان پر جو جمعہ کو اپنے دینی امور سے مخصوص نہ کرے۔

جمعہ کو اپنے عقائد ،دینی احکام اور معارف اسلام کے جاننے اور حاصل کرنے کے لئے مخصوص کر دیجئے ،ہفتہ میں ایک دن تو اس کام کے لئے ہونا ہی چاہیے!

آج جمعہ ہے اور آپ لوگ کاروبار چھوڑ کر خدا کے گھر میں جمع ہوئے ہیں۔ آج اسلامی عید ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایسے مفاہیم ومطالب کو بیان کروں جن کو خدا اور رسول ﷺ نے بہت اہمیت دی ہے اور مسلمان اس سے غافل ہیں۔آج ایک اہم مسئلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جسکو خدا نے بہت اہمیت دی ہے اور اس کے ترک کر دینے پر تہدید وتوبیخ کی ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ

مسلمان اس کے پابند ہو جائیں۔

پیسہ خدا تک پہنچنے سے روکتا ھے

قرآن و احادیث اسی طرح عقل و وجدان سے بھی یہ بات مُسلّم ہے کہ دنیوی اور اخروی سعادت تک پہنچنے میں جو چیز انسان کے آڑے آتی ہے وہ پیسہ پرستی ہے۔ جس کا مقصد اور ہدف پیسہ اور اسکی ذخیرہ اندوزی ہو جائے گا، وہ دیندار نہیں ہوسکتا۔ جسکا مقصد حیات صرف مال اکٹھا کرنا اور اسکی جمع آوری ہو وہ خدا کو کبھی راضی و خوشنود نہیں رکھ سکتا۔

ایک دانشمند رقمطراز ہے کہ کسی بھی زمانہ میں اس قدر کفر نہیں رہا جتنا آج کل پایا جاتا ہے۔ تمام ادیان و مذاہب کے پیروکار ایک زبان ہو کر کہتے ہیں ''پیسہ۔'' آج کا انسان ذاتی نفع اور فائدہ کی فکر میں ہے فقط اپنی روزی روٹی اور مال و متاع کا خواستگار ہے خواہ دوسرے زد میں آکر پائمال ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ سورہ توبہ کی یہ آیت ہمیشہ ہم سب کے گوش گذار رہنا چاہیے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ. هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ.

”اور جولوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے پیغمبر آپ انھیں درد ناک عذاب کی بشارت دیدیں۔ جس دن وہ سونا اور چاندی آتش جہنم میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور پشت کو داغا جائے گا کہ یہی وہ ذخیرہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب اپنے خزانوں اور ذخیروں کا مزہ چکھو۔“ (۱)

یا ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے :

سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”عنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روز قیامت ان کی گردن میں طوق بنا دیا جائے گا۔“ (۲)

لہٰذا خدا کے عطا کردہ رزق میں انفاق کیجئے :

انفقوا مما رزقکم اللہ (۳)

”جو رزق خدا نے دیا ہے اس میں سے اس کی راہ

﴿۱﴾ توبہ/۳۴۔۳۵

﴿۲﴾ آل عمران/۱۸۰

﴿۳﴾ یٰسین/۴۷

میں خرچ کرو۔"

اے مسلمانوں! مال بری چیز نہیں ہے۔ آپ مال ضرور حاصل کیجئے لیکن ذخیرہ اندوزی کے لئے نہیں بلکہ خرچ کرنے کے لئے تا کہ کل آپ کے کام آسکے۔ بینک میں لاکھ ہوں یا ایک کروڑ۔ مرنے کے بعد کچھ کام نہیں آئیگا مگر وہی جو راہ خدا میں خرچ ہوا ہوگا۔

مالی عبادت بھی

خداوند عالم نے انفاق کو مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے قرآن کریم میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ بدنی عبادت کے ساتھ ساتھ مالی عبادت بھی ہونی چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ مال کا راہ خدا میں خرچ کرنا عبادت ہے اور لازم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں جسکو راہ خدا میں خرچ کریں۔ مگر ان کو یہ نہیں معلوم کہ خدا نے تنگ دست اور مفلس کو بھی انفاق کا حکم دیا ہے :

وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتَاهُ اللهُ

"اور جس کے رزق میں تنگی ہے وہ اسی میں سے خرچ کرے جو خدا نے اسے دیا ہے۔" (۱)

﴿۱﴾ طلاق : ۷

انفاق کے بغیر نیکی تک رسائی نا ممکن

اپنی روزی و رزق میں سے انفاق بہر حال ضروری ہے۔ بغیر انفاق کے دولت ایمان بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کی صریح آیت ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

''تم نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ خدا میں انفاق نہ کرو۔'' (۱)

جو رزق خدا نے دیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرو

بِرّ: یعنی ایمان، معرفت، ولایت۔ آپ ''بِرّ'' یعنی مطلقاً نیکی تک پہنچ ہی نہیں سکتے مگر اسی وقت جبکہ راہ خدا میں اپنی محبوب چیز کا ایک حصہ خرچ کریں۔

جس کا کام فقط ذخیرہ اندوزی ہے کیا اسکو امید ہے کہ مرنے کے بعد اسے علی - کی بزم میں لیجایا جائے گا؟ یا وہ قارون کے پاس جانے کا مستحق ہوگا؟ ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کا سردار تو قارون ہے۔ لیکن اگر محبوب چیز میں سے انفاق کر دیا ہے تو علی - سے وابستگی نصیب ہو سکتی ہے۔ صدر اسلام کے مسلمان اس قدر پختہ ایمان تھے کہ جب انہوں نے اس آیہ کریمہ کو سنا تو منقلب ہو

﴿۱﴾ آل عمران: ۹۲

گئے۔آج ہم میں سے کون ہے جس پر ان قرآنی آیات کا اثر ہوتا ہے؟

تفسیر کی کتابوں میں ملتا ہے کہ اس آیۂ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ابو طلحہ انصاری بہت متاثر ہوئے۔یہ وہی جانباز و جان نثار ہیں جنہوں نے جنگ اُحد میں بیحد دلیری اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا تھا۔جدھر سے دشمن کا تیر آتا یہ اپنے سر و گردن، سینہ اور ہاتھ پیر کو آگے بڑھا دیتے تھے تاکہ تیر رک جائیں اور حضور ﷺ محفوظ رہیں۔

انفاق کا ایک واقعہ

ابوطلحہ آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اسلام ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس کھجور کا باغ ہے جوکہ میرے اور دوسرے باغوں سے زیادہ بہتر اور پر ثمر ہے۔اس کے علاوہ اسکے درمیان ایک نہر ہے جس سے اس کی قیمت اور بھی زیادہ ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکو راہ خدا میں دیدوں اس لئے کی میں اس کو بہت دوست رکھتا ہوں۔رسول اسلام ﷺ نے ان کو مرحبا کہا اور انکی قربانی کو قبول فرمالیا۔اور کہا کہ اسکو اپنے عزیز و اقارب پر وقف کردو۔

ایک اور مثال

زید بن حارثہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک بہترین

گھوڑا ہے۔ میری تمام جائداد ایک طرف اور وہ گھوڑا ایک طرف ۔ میں وہ گھوڑا آپ کی خدمت میں حاضر کیۓ دیتا ہوں کہ جہاں مناسب ہو خرچ کرڈالیے۔ رسول خدا نے وہ گھوڑا ان کے بیٹے اسامہ بن زید کو دیدیا کہ نیک امور منجملہ جنگی محاذ پر وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

انفاق کے ذریعے شفا حاصل کیجئے

خدا کی راہ میں خرچ کرکے بیماریوں سے بچاؤ کا سامان فراہم کیجئے۔ انفاق کی برکتوں سے اپنے مریضوں کی شفا کا سبب بنئے۔ کم از کم مریض کے نصف مخارج کو راہ خدامیں خرچ کر ڈالئے پھر دیکھئے کیسے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی پریشانی درپیش ہے تو اپنی ایک تہائی دولت راہ خدا میں نکال دیجئے۔ پھر ملاحظہ کیجئے خدا کیسے پریشانیوں اور مشکلات کو حل کرتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق - ایک قافلہ میں سفر کررہے تھے۔ اسمیں ایسے تاجر بھی تھے جنکے پاس تجارت کا بے پناہ مال واسباب تھا۔ قافلہ والوں کو خبر دی گئی کہ آگے راستے میں مسلح ڈکیت اور راہزن ان کی تاک میں ہیں اور پیچھے جانے کا راستہ بھی مسدود ہے سب امام - کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ''اے فرزند رسول! ہماری مدد کیجئے۔ ہماری تمام پونجی خطرہ میں ہے اور ڈکیت ہماری تاک میں ہیں۔'' امام - نے فرمایا کہ اپنا مال اس کے حوالے کردو جو اسکی حفاظت بھی کرلے گا اور قابل قدر اضافہ کے ساتھ اسکو واپس بھی کرے گا۔ پوچھا آخر وہ کون ہے؟ امام - نے فرمایا! خدا۔ انہوں نے پوچھا آ

خر ہم کس طرح سے اپنا مال اسکے حوالے کریں؟امام - نے فرمایا: اپنے مال کا ایک تہائی حصہ اسکی راہ میں خرچ کردو۔اس طرح وہ تمہارے مال کی حفاظت بھی کریگا اور برکت بھی عطا کریگا۔وہ کہنے لگے یہاں تو کوئی ایسا نہیں ہے جسکو ہم دے سکیں۔امام - نے جواب میں فرمایا: نیت کرلو کہ ایک تہائی مال کو خدا کی راہ میں خرچ کروگے۔سب نے عہد کرلیا کہ ایسا ہی کریں گے امام - نے بھی ان کے مال کے محفوظ رہنے کی ضمانت لے لی۔چنانچہ بحکم خدا سارے چور اندھے اور بہرے ہو گئے اور قافلہ آسانی سے وہاں سے گذر گیا۔ان لوگوں نے بھی اپنے عہد پر عمل کیا اور ایک تہائی حصہ کو راہ خدامیں خرچ کردیا۔خدانے انکے مال میں برکت پیدا کردی اور انہوں نے اس مال سے دس گنا فائدہ حاصل کیا۔آج کے دور میں واجب ہے کہ علمی مدارس کو ترقی دی جائے علوم دینی حاصل کرنے والے طلاب کو تقویت اور استحکام بخشا جائے۔اور ایسے افراد کی تربیت کیجائے جن کے ذریعہ دین و مذہب کی حفاظت ہو سکے۔

مال دوستی کی کثافت کے ساتھ قبر میں نہ جائیے

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کے ذریعہ خود کو پاک وپاکیزہ بنائیں اور رحمت الٰہی کے حلقہ میں داخل ہوجائیں۔خدا اپنے رحمت للعالمین پیغمبر ﷺ سے فرماتا ہے :

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ

بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ

"اے رسول ﷺ! آپ ان کے اموال میں سے زکوٰۃ لے لیجئے کہ اس کے ذریعہ یہ پاک و پاکیزہ ہو جائیں اور انھیں دعائیں دیجئے کہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین قلب کا باعث ہوگی۔" (۱)

مال دوستی کے دل سے نکلنے کے بعد ہی خدا اور روز آخرت سے الفت دل میں جگہ کرسکتی ہے۔

موت آنے سے پہلے انفاق کیجئے کہ موت کے بعد تمنا و آرزو کے سوا اور کچھ ہاتھ لگنے والا نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا .

خدایا! ہمیں تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہیں دے دیتا ہے کہ ہم خیرات نکالیں اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں۔ اور خدا ہرگز کسی کی اجل کے آجانے کے بعد اس میں تاخیر نہیں کرتا ہے۔ (۲)

﴿۱﴾ توبہ: ۱۰۳

﴿۲﴾ منافقون: ۱۰ و ۱۱

ضرورت مند کو قرض دینابھی انفاق ھے

بطور کلی ہر انسان کو اہل انفاق ہونا چاہیے۔مسلمان کے لئے کوئی دن ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جس دن اس نے راہ خدا میں خرچ نہ کیا ہو۔قرآن مجید کی دسیوں آیات میں تذکرہ پایا جاتا ہے کہ جو افراد بھی راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں ان کے لئے دلی سکون اور راحت جان ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ

”جو راحت وسختی ہر حال میں انفاق کرتے ہیں۔“ (۱)

اگر آپ کا کوئی ساتھی ضرورت کے پیش نظر قرض خواہ ہے تو یہ مت سوچئے کہ واپس نہیں کرے گا۔آپ خدا کی خوشنودی کے لئے قرض دیدیجئے اگر وہ بالاتفاق ادانہیں بھی کریگا تو اسکا عوض خدا آپ کو بہر حال عطا کرہی دیگا۔

خبردار سود پر قرض نہ دیجئے

واقعاً اسلامی ممالک کی صورت حال شرمناک ہے اور انکے یہاں بینک کا نظام قابل افسوس ہے۔آخر کون لوگ بینکوں میں کام کاج کرتے ہیں؟ کیا وہ مسلمان نہیں ہیں؟ خداوند عالم قرآن مجید میں صریحی طور پر فرماتا ہے کہ اگر سود حاصل کروگے تو گویا خدا سے برسر پیکار ہو:

﴿۱﴾ آل عمران: ۱۳۴

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبَاءِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

''ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم صاحبان ایمان ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا و رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' (۱)

مال پرستی اور بت پرستی

ہر کام فقط پیسے اور مادی فائدہ کے لئے انجام دینا خدا اور آخرت سے دوری کا سبب،اور کفر ہے۔بت پرست اور مال پرست میں کوئی فرق نہیں ہے۔بت پرست نے مورتی کو اپنا خدا سمجھ رکھا ہے اور مال پرست نے دولت و ثروت کو۔

شمر نے بھی امام حسین - کو پیسہ کیلئے قتل کیا تھا

جب عاشور کے دن ظہر کے وقت امام حسین -نے شمر سے اتمام حجت کے طور پر فرمایا تھا کہ تمام خطباء خطبہ میں میرے جد بزرگوار کا نام نامی لیتے ہیں

﴿۱﴾ بقرہ: ۲۷۸و۲۷۹

آخر کس بنیاد پر مجھے قتل کیا جا رہا ہے؟ تو شمر نے جواب دیا تھا کہ یزید کے انعام و اکرام یعنی مال لینے کیلئے۔ شمر نے تو واضح طور پر یہ بتا دیا تھا لیکن اور دوسرے افراد عملاً ایسے ہی ہیں۔ بس زبان پر اس طرح کے کلمات نہیں لاتے۔ بلکہ ظاہری طور پر تو اسلام کا ہی لیبل لگائے پھرتے ہیں۔

کنجوس پر جنت حرام ہے

حضرت امیر المومنین - کے کلمات سے اس بات کا استفادہ ہوتا ہے کہ بخیل پر جنت حرام ہے:

"فقد حرم الله الجنة علی الشحیح" (۱)

نماز پڑھتے رہیے، روزہ رکھتے رہیے۔ لیکن اگر کنجوس ہیں اور واجب حقوق ادا نہیں کر رہے ہیں تو قبر کے لئے آگ تیار کر رہے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر قرض دینے کے عادی ہیں، انفاق کرتے ہیں تو درحقیقت علی - کے دوست اور شیعوں میں شامل ہو جائیں گے۔ اور پھر وہ تمام فضائل و مناقب اور بشارتیں جو شیعیان علی - سے مخصوص ہیں سب آپ کے بھی شامل حال رہیں گی۔

دنیا کے نیکو کار آخرت میں بھی ایسے ہی ہونگے

مختلف روایات میں یہ صراحت پائی جاتی ہے :

---

(۱) نہج البلاغہ

"اهل المعروف فی الدنیا اهل المعروف فی الآخرة". (۱)

دنیا میں نیکی کرنے والا، کمزوروں کا سہارا اور ان کی فریاد کو پہنچنے والا آخرت میں بھی اسی صفت پر فائز ہوگا۔

آپ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ شعبانیہ سنا ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ دار کو افطار کرائیے خواہ آدھے کھجور کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔ جسکی راہ و روش دنیا میں لوگوں کو خیر رسانی کی ہوگی آخرت میں بھی وہ اسی مرتبہ پر فائز ہوگا اور دوسروں تک خیر و برکت پہنچنے کا سبب بنے گا۔ چنانچہ بزرگ فقیہ شیخ علی محقق کرکی اصفہانیؒ نے اصفہان چھوڑ کر حجاز جانے کا فیصلہ کیا مگر پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سوچتے ہیں کہ اپنی علمی کتابوں کو نیلام کر کے بیچ ڈالیں۔ ابھی اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہ کر سکے تھے کہ "شاہ طہماسب" اپنی بیٹی کے خواب میں آئے اور کہنے لگے کہ تو اصفہان میں موجود ہے اور ایک مجتہد فقیہِ اہل بیت شیخ علی محقق کرکی سفر کرنے کے لئے تنگ دستی اور ناداری کی وجہ سے اپنی کتابوں کو بیچنے کا اقدام کریں؟ صبح ہوتے ہی "شاہ طہماسب صفوی" کی بیٹی اپنے مخصوص خادم کو یہ تلاش کرنے کے لئے بھیجتی ہے کہ "شیخ علی محقق مجتہد" کون ہیں جو اپنی کتابیں بیچنا

﴿۱﴾ وسائل الشیعہ

چاہتے ہیں۔ خادم آخر کار شیخ کو ڈھونڈ نکالتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا آپ اپنی کتابوں کو بیچنا چاہتے ہیں؟ شیخ نے پوچھا: مگر تم کو اس معاملہ کی کہاں سے خبر ہوگئی؟ نوکر نے پورا واقعہ بیان کردیا۔ شیخ نے فرمایا بالکل صحیح۔ ایسا ہی ہے۔ خادم نے کہا کہ ''بی بی'' نے پیغام دیا ہے کہ آپ اپنی کتابوں کو فروخت نہ کریں۔ جو کچھ بھی آپ کے سفر میں خرچ آئے گا وہ ہم برداشت کریں گے۔

اس کے علاوہ اور جو کچھ بھی آپ کو ضرورت ہو وہ ہم ادا کریں گے۔ ''شاہ طہما سب'' مر چکا ہے، مگر جو سخاوت وہ زندگی میں کیا کرتے تھے وہ مرنے کے بعد بھی جاری ہے۔

خیر رسانی مومن کا شیوہ ہونا چاہیے

مومن کو چاہیے کہ وہ اتنا خیر رساں ہو کہ مرنے کے بعد بھی دوسروں کے کام آئے۔ یہاں تک کہ قیامت میں اگر کوئی بیچارہ ضرورت مند ہو تو اسکی شفاعت کر سکے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گذشتہ گناہوں سے معافی مانگیں، ان سے توبہ کریں کہ نہ جانے کتنے ایسے مقامات ہونگے کہ جہاں ہمیں خرچ کرنا چاہیے تھا، مگر ہم نے نہ کیا۔ اور اپنی قبر کے لئے آگ اکٹھا کر رہے ہیں اور قبر کی وسعت کو اپنے اوپر تنگ کر رہے ہیں۔ روایت میں ہے کہ قبر میں بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے کیل دیوار میں پیوست ہو۔ وہ دن آنے سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کر دینا چاہیے۔ جب فقط یہ آرزو اور تمنا ہو گی کہ پروردگارا! ایک بار اور دنیا میں جانے کا موقع

فراہم کردے تاکہ میں اپنے مال میں سے تیری راہ میں کچھ خرچ کردوں۔ لیکن جواب دیا جائیگا کہ بس اب یہاں سے کوئی نہیں جا سکتا۔

جب تک آپکا بس چل رہا ہے اسکی راہ میں خرچ کیجئے قبل اسکے کہ آپ کے یہ اختیارات ختم ہو جائیں۔ لہٰذا زبان سے نیک گفتگو اور ہاتھوں سے دوسروں کی مشکلات حل کرنے کی فکر میں لگے رہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کچھ کسی پر احسان نہیں ہے بلکہ خود اپنے لئے ذخیرہ ہے:

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِاَ نْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ

"اور جو لوگ نیک عمل کرر ہے ہیں وہ اپنے لئے راہ ہموار کرر ہے ہیں۔" (۱)

اس لئے کہ جو کچھ بھی آپ راہ خدا میں خرچ کریں گے وہ باقی ہے، اس کے علاوہ سب ضائع و برباد ہے۔

عذاب سے بچاؤ کا راستہ

قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے :

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ . (۲)

﴿۱﴾ روم: ۴۴

﴿۲﴾ صف: ۱۰

''ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی
طرف رہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے
بچالے۔''

دنیوی تجارت نہیں کہ جسکا فائدہ فانی ہے بلکہ ایسا معاملہ جسکا فائدہ ابدی و باقی ہے ایسا فائدہ جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ جس میں رحمت ومغفرت، جنت اور اسکی نعمتیں ہیں ہر قسم کے عذاب وسختی سے نجات ہے۔ ایسی تجارت کے لئے ایمان ضروری ہے اور جہاد بالمال بھی یعنی خدا کی راہ میں خرچ۔

ہر انسان تین بار غارت ہوتا ہے۔ سب سے پہلے انسان موت کے ہنگام غارت ہوتا ہے کہ جس وقت اس کے جسم سے ہر طرح کا مال و اسباب یہاں تک کہ جسم کا کرتا قمیص بھی اتار لیا جاتا ہے۔ اور اس کو عریان کردیا جاتا ہے۔ مرنے کے بعد جب بھی کوئی انسان مال واسباب چھوڑ کر جاتا ہے تو اسکی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا وارث اسکو نیک راہ میں خرچ کرتے ہیں یا غلط کاموں میں۔ اگر وارث مال کو صحیح راہ میں خرچ کرتے ہیں تو مردہ حسرت کرتا ہے کہ وائے ہو مجھ پر! میں نے مال جمع کیا۔ اسکو اکٹھا کرنے اور ذخیرہ کرنے میں زحمت اٹھائی لیکن میں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکا بلکہ کوئی دوسرا اس سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ اور اگر وارث اس کو غلط راستے میں استعمال کرتا ہے تو مردہ کی حسرت وپریشانی اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ برائی انجام دینے کا سبب بنا ہے۔ یہ انسان کی غارت زدگی ہی تو ہے

کہ اپنے تمام مال میں سے صرف ایک کفن ہی اپنے ساتھ لے گیا اور بس۔

انسان کی تباہی کا دوسرا موقع بدن کے غارت ہونے کا ہے۔ زمین کے کیڑے سب سے پہلے انسان کی آنکھوں کو کھاتے ہیں، پھر کان، اور پھر ہاتھ پیر اور باقی اعضاء و جوارح۔ یہاں تک کہ صرف ہڈی اور ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ اے خودنمائی کرنے والی خواتین اگر مرنے کے ایک ہفتہ بعد تمہاری قبروں کو کھولا جائے تو معلوم ہوگا کہ جسم کا ایک عضو بھی صحیح و سالم نہیں ہے۔ لہٰذا خوف خدا کرو۔

لو کشف التربة عن وجههم

لن تر الا کدقیق الهلال

اور تیسری تباہی اعمال کی تباہی ہے۔ جو سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کہ اگر صاحبان حقوق اپنے حقوق کا قیامت میں مطالبہ کرلیں تو وہاں تو کچھ بھی نہ ہوگا بس اپنے عمل ہی کو دے سکتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں انسان کے اچھے اعمال کم پڑجائیں گے۔ اور ہمارے نامۂ اعمال نیک اعمال سے خالی ہوجائیں گے۔

فریقین نے رسول اسلام ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب قیامت میں صاحبان حقوق اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے تو مجبوراً آدمی اپنے نیک اعمال میں سے ان کے حق کی ادائیگی کریگا۔ اور اگر اسکے نامۂ اعمال سے نیکیوں کا خاتمہ ہوجائیگا تو صاحب حق کی برائیاں حق ادا نہ کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں گی۔ وہ خدا کی عدالت ہوگی۔ وہاں سے کسی کو کسی فراڈ یا فرار کا راستہ نہ ملے گا۔ بس اس تباہی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ فرصت سے فائدہ اٹھایئے اور

اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کیجئے۔ذوی الحقوق تک انکے حقوق پہنچایئے۔

تقویٰ : جسم کا محافظ

اگر قبر میں جسم کی حفاظت درکار ہے تو فقط تقویٰ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔مستحبات و واجبات پر عمل اور محرمات و مکروہات سے اجتناب ضروری ہے۔ نامۂ اعمال میں اگر برائی یا بد اخلاقی ہو گی تو بدن قبر کی اذیتوں سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔انسان اعمال ،عقائد اور اخلاق ہر اعتبار سے سالم ہو گا تو اس تباہی سے بچ سکتا ہے۔

اور اعمال کی تباہی سے بچنے کا فقط ایک یہی راستہ ہے کہ موت آنے سے پہلے اپنے کئے پر نادم و شرمسار ہو کر توبہ کیجئے اور صاحبان حقوق کو یہیں راضی و خوشنود کر لیجئے۔اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اس سے معافی مانگ لیجئے۔اور اگر آپ کے اوپر کسی کا کوئی حق ہو تو اسے ادا کر دیجئے۔اگر کسی سے لڑائی جھگڑا ہے تو معذرت کر کے آپس میں میل جول برقرار کر لیجئے۔خلاصہ یہ کہ اعمال کی تباہی سے نجات پانے کیلئے سامان یہیں فراہم کر لیجئے۔

حقوق کی ادائیگی میں خدا سے مدد

جن صاحبان حقوق کو آپ جانتے اور پہچانتے ہیں ان کے حقوق فوراً ادا کر دیجئے اور جن کو نہیں جانتے، ابھی وقت ہے رمضان المبارک کی ان راتوں

میں آہ وزاری کیجئے اور سحر میں خدا سے دعا کیجئے:

"ومن ایدی الخصماء غدا یخلصنی". (۱)

پروردگار! کل قیامت کے دن صاحبان حقوق سے

نجات دلانے والا تیرے سوا اور کون ہے۔؟

سچ اگر یہ آپ کے دل کی آواز ہے اور غارت اعمال سے آپ کو خوف ہے اور آپ صاحبان حقوق کو نہیں پہچانتے کہ ان کے حقوق ادا کرسکیں تو اپنے کریم پروردگار سے متوسل ہو جائیے۔ایک غریب ومحتاج کیلئے مناسب یہی ہے کہ غنی اور مالدار سے توسل اختیار کرلے۔آخر خدا کے خزانہ میں کس چیز کی کمی ہے۔

مفلس کون ہے؟

مرسل اعظم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا؟ تم لوگ بتا سکتے ہو میری امت میں مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ: "جسکے پاس درہم و دینار نہ ہوں ،مال واسباب نہ ہو" حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ مفلس وہ ہے کہ جس کے اردگرد قیامت میں صاحبان حقوق ہوں اور اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہ رہ گئی ہوں۔صاحبان حقوق اپنے حق کا مطالبہ تو کریں گے ہی ، وہ کسی صورت نہ چھوڑیں گے۔اس لئے کہ انھیں بھی تو ضرورت واحتیاج ہے۔اس مشکل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔اس کا حل وہی ہے جو امام زین العابدین - نے تعلیم فرمایا ہے کہ خدا

---

(۱) دعائے ابوحمزہ ثمالی

سے توسل کر لینا ہی مفید و فائدہ بخش ہے۔

خدا کی مدد ایسے ملے گی

وہ لوگ جو صاحبان حقوق کے حقوق ادا کرتے ہیں اور خدا سے توسل برقرار رکھتے ہیں، وقت ضرورت خدا ان کی مدد کس طرح فرمائے گا؟ اس سلسلہ میں ایک روایت ملاحظہ ہو:

روز قیامت جب صاحبان حقوق مومن کے دامن گیر ہوں گے اور اس سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے تو نداء غیبی آئیگی کہ میرے بندے کو چھوڑ دو اور جو کچھ تمہارا مطالبہ ہے وہ مجھ سے طلب کرو۔ اسکے بدلے میں تمہارے مطالبات پورے کرونگا۔ صاحبان حقوق سامنے کی طرف دیکھیں گے کہ ایک قصر جنتی ہے۔ صدا آئے گی یہ محل اس کے لئے ہے جو میرے اس بندے سے درگذر کرے گا۔

اللہ کی بارگاہ میں راز و نیاز

اے بیچاروں کے چارہ ساز و بندہ نواز پروردگار! اے وہ جو ہر طرح سے اپنے بندوں کی مدد کر سکتا ہے اور انکی مشکلات کو بر طرف کر سکتا ہے۔ ہم تیرے گناہگار بندے ہیں۔ ہم اس حقیقت کو پا چکے ہیں کہ تیرے عذاب سے چھٹکارا صرف تیری بارگاہ میں تضرع وزاری سے ہی حاصل ہو سکتا ہے:

"ولا ينجني منك الا التضرع اليك وبين

یدیک“ (۱)

ایک وہ زمانہ بھی آئیگا جب زبانیں گنگ ہوجائیں گی لہٰذا اس زبان سے ابھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ باآواز بلند کہئے :

الٰھی العفو ، العفو ، العفو .

خدا بخشنے والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔روایت میں ہے کہ

”یستر السیئات بعفوہ و یبدلھا حسنات بکرمہ“.

اگر کوئی خدا سے توبہ کرتا ہے تو خدا اسکی برائیوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اور اپنے کرم سے ان برائیوں کو حسنات سے بدل دیتا ہے۔ لہٰذا موقع ہے کہ اسکی بارگاہ میں توبہ اور اِنَابَہ کیا جائے۔ اس لئے کہ ابھی سب کچھ کرنے کا موقع ہے۔ فائدہ اٹھائیے۔ روایات میں ہے کہ رمضان المبارک قبر کے اندر نوری شکل میں ظاہر ہوگا۔ مومن کی قبر میں سرہانے نماز کا نور، داہنی طرف روزہ کا نور، بائیں جانب حج کا نور، پائینتی کی طرف راہ خدا میں اخراجات کا نور ہوگا۔ایک نور اس کے سامنے ہوگا جو تمام انوار سے زیادہ جلی وروشن، اور درخشندہ وتابندہ ہوگا۔ اور وہ نور، نورِ ولایت یعنی اہلبیت اطہار ؑ کی مودت کا نور ہوگا۔

﴿۱﴾ دعا: ۴۸ روز جمعہ حضرت سجاد - از صحیفہ سجادیہ

پانچویں فصل

آیۂ کریمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں تین اسماء حسنیٰ ہیں۔ جو کہ خدا کے تمام ناموں کی اصل و اساس ہیں اس کے بقیہ تمام نام انھیں سے مشتق ہیں۔ اگر کوئی ان تین ناموں کی کنہ و حقیقت سے با خبر ہو جائے تو گویا وہ خدا کے تمام صفات و اسماء سے آگاہ ہو گیا۔ "اللہ" دراصل "الٰہ" تھا۔ اس کے شروع میں "الف لام" آگیا۔ پھر تخفیف کے پیش نظر "الف" کو حذف کر دیا گیا۔ اس طرح "الالٰہ" سے "اللہ" ہو گیا۔

"الٰہ" "کتاب" کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مفعول "مألوہ" کے ہیں، یعنی "معبود مطلق" یعنی جسکی ہر چیز محتاج ہے۔ تمام خضوع و خشوع اسی سے مخصوص ہے۔ وہ خضوع و خشوع جو ہر نیاز مند، اس حقیقی حاجت روا کے سامنے کرتا ہے۔ اسی کو عبادت کہا جاتا ہے۔ اور جس کے سامنے یہ تمام خضوع کیا جاتا ہے وہی معبود ہے۔ ہر موجود کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہر موجود، نیاز مند اور محتاج ہے۔ فقط خدا ہے جو بے نیاز ہے اور کسی کا ذرہ برابر بھی محتاج نہیں ہے۔

تمام مخلوقات تکویناً خدا کے بندے ہیں

"اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَ الاَرْضِ اِلَّا
آتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا". (۱)

"زمین وآسمان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی
بارگاہ میں بندہ بن کر حاضر ہونے والا نہ ہو۔"

تمام مخلوقات خدا کے سامنے سر بسجود ہیں ،فقط عقلاء ،جن،ملک ہی نہیں بلکہ غیر عاقل بھی سب کے سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں:

أَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَه مَنْ فِیْ السَّمَاوَاتِ
وَمَنْ فِیْ الاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ
وَالجِبَالُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِنُ النَّاسِ وَ كَثِيْرٌ
حَقَّ عَلَيْهِ العَذَابُ.

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین وآسمان میں جس
قدر بھی صاحبان عقل وشعور ہیں اور آفتاب
وماہتاب اور ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور
انسانوں کی ایک کثرت سب ہی اللہ کے لئے سجدہ
گذار ہیں اوران میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں

---

(۱) مریم: ۹۳

جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔

کمال خضوع ہی سجدہ ہے

سجدہ کے ایک معنی ہیں اور ایک مظہر۔ سجدہ کے معنی کمال خضوع اور تسلیم و رضا کے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اظہار ذلت کے آخری درجہ کو سجدہ کہتے ہیں۔ اگر انسان اختیاری طور پر اس معنی کو مجسم کرنا چاہے تو اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ کر اس قہار و جبار کے سامنے خود سپردگی کا اظہار کر کے کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت سجدہ مکمل طور پر تسلیم و تمکین اور اس قاہر القہار کے سامنے خضوع و خشوع سے عبارت ہے۔ پیشانی اور اعضاء سجدہ کو زمین پر ٹیکنا یہ اسی کا اظہار ہے اور اس طرح تمام موجودات اس ذات گرامی کا سجدہ کرتی ہیں۔

سورج ہر حالت میں سر بسجود ہے

سورج جو کہ زمین کے دس لاکھ تین سو ہزار گنا بڑا ہے ایک لمحہ بھی سجدہ کی حالت سے خالی نہیں ہے۔ جو راہ اس کے لئے معین کر دی گئی ہے، اس سے ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ سورج ہر روز تین سو پچاس (۳۵۰) ٹن آتش گیر مادہ کے جلنے کے برابر حرارت پیدا کرتا ہے۔ اس قدر زبردست مشینری بھی ایک لحظہ کے لئے اپنے خالق کی اطاعت سے منحرف نہیں ہوتی۔ اور "چاند" بھی ہر حالت میں سجدہ گذار ہے اس کا جو روٹ معین ہے اور جو طریقۂ کار مشخص

کر دیا گیا ہے وہ اسکو طے کرتا رہتا ہے اور ہر روز مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ ہلال کی کیفیت سے بدر کامل ہونے تک اور بدر کامل سے لیکر مہینے کی آخری تاریخوں تک وہ کسی ایک جگہ پر نہیں رکتا۔ بلکہ اسکا یہ سفر ہر وقت اور ہمیشہ جاری رہتا ہے اور اس طرح اپنے خالق کی اطاعت میں محو ہے۔ اور ''زمین'' بھی خدا کے سجدے میں رہتی ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی سرپیچی نہیں کرتی۔ جو حرکت اس کے لئے خدا نے معین کر دی ہے وہ اسکی پابند ہے۔ کہیں ایسا نہیں ہوتا کہ بیج گیہوں کا ہو اور چاول پیدا ہو جائیں۔ خلاصہ یہ کہ تمام اشیاء عالم اس کے سامنے خاضع ہیں پیڑ، پہاڑوں اور پتھروں کے درمیان نکل کر امر الٰہی کے سامنے خضوع کا اظہار کرتے ہیں۔

بدن کے اجزاء بھی خدا کے بندے ہیں

تمام انسان خواہ وہ کافر ہوں یا مسلمان، اعضاء و جوارح کے اعتبار سے خدا کے مطیع و فرمانبردار اور اسکے تابع فرمان ہیں۔ بدن کی یہ مشینری خدا کے حکم کی تابع ہے۔ آپ غذا کھاتے ہیں اور وہ امر تکوینی کے سبب بدن میں ہضم ہو جاتی ہے۔ جسم کے جس حصہ تک بھی وہ غذا پہنچتی ہے اسی جیسی ہو جاتی ہے جیسی اس عضو کو ضرورت ہو۔

درخت خدا کے بندے ہیں

درخت جس پر ہزاروں پتے اور سیکڑوں شاخیں ہیں۔ جب اس کی جڑ

میں ایک دو بالٹی پانی ڈال دیا جاتا ہے تو جڑ کی قوت کشش اس قدر قوی ہوتی ہے کہ پانی کو اوپر کی طرف جذب کرتی ہے۔حالانکہ پانی ہمیشہ نیچے کی طرف مرتا ہے۔ لیکن درخت کی وہ قوت کشش جو اس کو خدا نے عطا کی ہے اس قدر طاقتور ہوتی ہے کہ جو پانی کو نیچے سے اوپر کی جانب کھینچ لیتی ہے اور اسکو درخت کے اجزاء میں تقسیم کردیتی ہے۔وہ بھی نہایت احتیاط اور بے انتہا عدل و انصاف کے ساتھ جڑ سے نزدیک اوراس سے دور دونوں ہی شاخوں تک برابر رزق پہنچتا ہے۔سب تک پانی پہنچتا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ جڑ سے نزدیک کی شاخیں پانی سے سیراب ہو جائیں اور دور والی شاخوں تک پانی نہ پہنچے، یا کم پہنچے۔خلاصہ یہ کہ تمام دنیا اس کے امر کی تکویناً (فطری طور پر) تابع اور فرماں بردار ہے۔اور ذرہ برابر بھی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی۔آسمان میں چاند کی طرف راکٹ بھیجا جاتا ہے اور راکٹ اپنی حد درجہ سرعت کے باوجود چاند تک تین روز میں پہنچتا ہے۔آج جب راکٹ کو چھوڑا جائیگا تو تین دن کے بعد چاند تک پہنچے گا اور تین دن کے بعد چاند اپنی جگہ نہ ہوگا۔لیکن اس کی رفتار اسقدر منظّم ہے کہ دانشمند حساب لگا کر وہیں راکٹ کو بھیجتے ہیں جہاں تین دن کے بعد چاند پہنچنے والا ہے۔ وہ جانتے ہیں چاند اپنی حرکت و سرعت سے مخالفت نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ پروردگار کے امر کا تابع اور اس کے سامنے خاضع ہے۔

ستارۂ زہرہ تک پہنچنے کے لئے کم ازکم تین ماہ کا فضائی راستہ درکار ہے۔ تعجب ہے ان سائنسدانوں کی عقل پر جو حساب اس قدر پختہ اور منظّم رکھتے ہیں اور

جانتے ہیں کہ تین مہینہ کے بعد ستارۂ زہرہ کہاں ہوگا اگر ایک سیکنڈ بھی ادھر سے ادھر ہو جائے تو شاید مقصد تک نہ پہنچ سکیں۔واقعاً ان کا یہ حساب وکتاب محیر العقول ہے۔مگر یہ عقل و ہوش آخر کس کی عطا کردہ ہے؟اور کیا راکٹ و جہاز کے پرزے لوہے، معدنیات کے علاوہ کسی اور چیز سے بنائے گئے ہیں۔خود لوہا وغیرہ کسکی مخلوق ہے؟ بجلی ، بھاپ،ڈیزل ،پیٹرول اور تیل یہ سب کس کی مخلوق ہیں۔جو افراد سر جوڑے بیٹھے ہیں تا کہ پتہ لگا سکیں کہ جہاز وغیرہ کو کیسے چلائیں؟ انکو یہ عقل وہوش کس نے دیا ہے؟ یہ شعور ان کے اندر کسنے بیدار کیا ہے؟ کیا خدا کے علاوہ بھی اور کوئی ہے جو یہ سب کر سکے؟ اس لئے قطعاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جہاز و راکٹ وغیرہ بھی خدا کی مخلوق ہیں۔

ساری کائنات اپنے خالق کے فرمان کے آگے سجدہ ریز ہے۔انسان بھی تکوینی (فطری و پیدائشی) طور پر اس کا ساجد اور اس کے سامنے خاضع ومقہور ہے۔ اپنی جوانی برقرار رکھنے اور بڑھاپا نہ آنے کیلئے لاکھ کوئی دوائیں کھائے اور دور دراز کے سفر کرے مگر یہ اسکے بس کی بات نہیں ہے اور اس مرحلہ میں وہ مجبور ہے۔عمر ختم ہوجانے والی ہے۔جسمانی قوتیں ضعیف ہوجانے والی ہیں دانت ٹوٹ جائیں گے۔ اسلئے کہ خود انسان کا بدن نشوونما کے لحاظ سے اس خالق ازلی کا فرمانبردار اور اسکے سامنے خاضع وذلیل ہے۔

لیکن انسان کے لئے اہم، اختیاری عبادت ہے جسکو خداوند عالم نے اختیاری قرار دیا ہے۔ وہ نماز، روزہ وغیرہ اور وہ رکوع اہم ہے جو اختیار اور ارادے

کے ساتھ انجام دیا۔ جائے ورنہ گدھے، گائے وغیرہ تو ہر وقت رکوع تکوینی میں ہیں۔ ارزش واہمیت تو سجدۂ اختیاری کی ہے کہ اپنے اختیار سے پیشانی کو سجدہ میں رکھدیا جائے اور ''سبحان ربی الا علیٰ و بحمدہ" کی تسبیح کی جائے ورنہ تکوینی سجدہ تو ساری کائنات کرتی ہے۔

گیارہ مہینہ انسان کو اختیار ہے کہ خوب کھائے پیئے مگر رمضان المبارک کے مہینہ میں پیٹ کی خواہش اور جنسی خواہشات سے پرہیز ضروری ہے تاکہ روحانیت ومعنویت میں اضافہ ہو۔

اختیاری احکام میں انسان خدا کے مقابلہ میں آجاتا ہے جو کہ اسکی بدبختی اور ذلت ورسوائی کا سبب ہے یہ انسان کی ناقدری و نادانی ہے کہ اس خدائے رحیم کے احکام سے سرپیچی کرتا ہے جسکی بے پناہ نعمتیں اسکی زندگی میں پائی جاتی ہیں تمام دنیا اسکی اطاعت کرتی ہے مگر یہ انسان اسکی مخالفت کرتا ہے۔ سورج ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کے احکام سے سرپیچی نہیں کرتا مگر یہ مٹھی بھر خاک کا پتلہ انسان ہے جو احکام خدا سے لا پرواہی برتتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ، حضرت امام حسن - اور دیگرائمہ طاہرین % کے بارے میں ملتا ہے کہ جب نماز کا اول وقت ہوتا تھا توان حضرات کا چہرے خوف خدا سے زرد ہوجایا کرتا تھے۔ وضو کے وقت جسم میں لرزہ پیدا ہوجاتا تھا۔ کتاب مناقب میں ملتا ہے امام حسن - سے پوچھا گیا: ''فرزند رسول ﷺ! نماز کے لئے وضو کرتے وقت آپ کی حالت غیر کیوں ہو جاتی ہے؟ تو آپ - نے فرمایا:

"تمھیں نہیں معلوم میں رب العالمین کے حکم کی پیروی میں مصروف ہوتا ہوں۔" خدائے بزرگ کا حکم بھی بزرگ ہے ایسا نہ ہو کہ جس طرح اسکی عبادت کرنا چاہیے اس طرح اس کا حق ادا نہ ہوسکے۔ چونکہ انسان کو خدا کی بزرگی و عظمت کا احساس ہے اس لئے حکم خدا کی بزرگی کا بھی پاس ہے۔ لیکن جانور جو چھوٹے بڑے کی تمیز ہی نہیں رکھتا اس کو یہ سلیقہ کہاں آتا ہے۔ انسان وہی ہے جو ہر وقت خدا کو یاد رکھتا ہے ورنہ وہ جانور ہے:

"اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ نَفْسَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِیْ نَفْسَکَ لَمْ اَعْرِفْ رَسُوْلَکَ اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ رَسُوْلَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِیْ رَسُوْلَکَ لَمْ اَعْرِفْ حُجَّتَکَ اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ حُجَّتَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِیْ حُجَّتَکَ ضَلَلْتُ عَنْ دِیْنِیْ".

"بارالہا! مجھے تو اپنی معرفت عطا فرما اس لئے کہ اگر مجھے تیری معرفت نہ ہوگی تو میں تیرے رسول کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا۔

بارالہا! مجھے اپنے رسول کو پہچان کروا، اس لئے کہ اگر تونے اپنے رسول کی معرفت مجھے نہیں کرائی تو

میں تیری حجت کونہیں پہچان سکتا۔
بارالہا! مجھے اپنی حجت کی شناخت کرا۔ اس لئے کہ
اگر مجھے تونے اپنی حجت کا عرفان عطا نہیں کیا تو
میں اپنے دین سے گمراہ ہو جاؤں گا۔"

خدا انسان سے ہر چیز سے زیادہ نزدیک ہے۔ یہاں تک کہ خود انسان سے بھی زیادہ نزدیک ہے:

وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡکُمۡ وَ لٰکِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ
" اور ہم تمہاری نسبت مرنے والے سے قریب
ہیں مگرتم دیکھ نہیں سکتے۔" (۱)

جب خدا ہم سے اتنا نزدیک ہے تو ہم اس سے کیوں دور ہیں؟ دراصل ہماری ہوا و ہوس اور لمبی لمبی آرزوں اور امیدوں نے ہمیں خدا سے دور کر رکھا ہے۔

دعای ابوحمزہ ثمالی میں ہے:

"و انک لا تحتجب عن خلقک الا ان
تحجبھم دونک"
پروردگارا! تو اپنی مخلوق سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ
انکے اعمال (بد) تیرے اور ان کے درمیان پردہ

﴿۱﴾ واقعہ: ۸۵

بن گئے ہیں۔"

اگر یہ آرزوئیں اور دنیوی ہم وغم ایک لمحہ کے لئے بھی انسان سے جدا ہوجائے تو اسی وقت وہ خود کو خدا کی بارگاہ میں حاضر دیکھے گا ہر چیز سے زیادہ خدا کو نزدیک محسوس کریگا۔

اصول کافی میں ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق -کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ مجھے خدا کی معرفت کرایئے میں اس سلسلہ میں بہت پریشان اور سرگرداں ہوں۔امام -نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی دریا کا سفر کیا ہے؟اس نے کہا: جی ہاں !امام -نے فرمایا کبھی کشتی میں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا جی! امام -نے فرمایا: کہ کیا کبھی دوران سفر ایسا طوفان آیا ہے کہ بچاؤ کی کوئی امید نہ رہی ہو اور ایسے موقع پر بھی کیا تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اب بھی کوئی بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں ! امام -نے فرمایا کہ "بس وہی خدا ہے۔"

ہر جگہ مایوسی کے بعد خدا یاد آتا ہے

انسان جب تک لاچار نہیں ہوجاتا اور دنیوی اسباب سے اس کی امید ختم نہیں ہو جاتی مسبّب الاسباب کو بھولا رہتا ہے ظاہر ہے جس دل میں یہ خیال ہو کہ ہر کام پیسہ کرتا ہے وہ کب خدا کو یاد کرسکتا ہے؟ ہاں اگر پیسہ اس کے پاس نہیں ہے تو اس کو یقین ہونے لگتا ہے کہ پیسہ سے کچھ نہیں ہوتا ہر چیز خدا کے قبضہ میں ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جب اسکو وہ حالات بھی یاد آنے لگتے ہیں جب

اسکے پاس پیسہ نہ تھا اور مشکلات سے نجات حاصل کرلی تھی۔ وہ سوچتا ہے کہ فلاں کے پاس مجھ سے زیادہ روپیہ اور پیسہ تھا مگر اسکو کینسر ہو گیا۔ بیحد پیسہ خرچ کرنے کے بعد بھی وہ نہ بچ سکا۔ بہرحال اگر خدا شناس بننا ہے تو جب بھی کسی بھی کام کے لئے سبب کا سہارا لینا پڑے تو اسکی ضد کو مدنظر رکھئے۔ یعنی ایسے موارد و مقامات کو نظر میں رکھیں کہ جب یہ سبب کوئی اثر نہ کرسکا تھا بلکہ اسکا اثر الٹا ہوا تھا۔ القصہ، سبب کے بجائے ہر دم مسبب لاسباب ذہن میں رہنا چاہیے۔

خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لئے دریا کا سفر

تیس سال پہلے حج کے موقع پر ایک شخص سے ملاقات ہوئی، نہایت نیک انسان تھا۔ تجارت کے مال کو دریائی راستے سے لے جارہا تھا۔ اسکا بیان تھا کہ میرے نوکر چاکر ہیں، میں اس کشتی پر چلنے کیلئے مجبور نہیں ہوں۔ لیکن میں عمداً اس لئے سفر کر رہا ہوں کہ عام طور سے درمیان میں جاکر ہوا میں طغیانی اور طوفانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور کبھی کبھی تو کشتی کی نردبان پارہ بھی ہوجاتی ہے چاروں طرف دریا کی موجیں اور سامنے موت ہوتی ہے۔ اس حالت میں دل سے نکلتا ہے "یا اللہ۔" تمام عمر میں فقط ایک یہ حقیقی "یا اللہ" ہے جو ایسے وقت کہا جاتا ہے کہ جب نجات کے تمام اسباب منقطع ہو چکے ہوتے ہیں۔

انسان کا بھروسہ خدا پر ہونا چاہیے اسباب پر نہیں

ہمارا حال یہ ہے کہ جب تک سامنے اسباب ہیں، مال و متاع ہے، اس وقت تک ہمارے دل میں امید رہتی ہے۔ لیکن جب کچھ نہیں ہوتا تو ہم ''یا اللہ'' کہتے تو ہیں لیکن نا امید رہتے ہیں۔ جب کہ روایت میں ہے کہ مومن کو بھروسہ سامنے موجود چیز سے زیادہ، غیر موجود چیز پر ہونا چاہیے۔ یعنی اسکی تمام امیدیں خدا سے ہونا چاہئیں کہ جب جس چیز کا وقت پہنچ جائے گا یقیناً وہ ہم تک پہنچائے گا۔

عجیب وغریب ایک داستان ہمارے اسی ساتھی نے سنائی تھی چونکہ دلچسپ اور سننے کے قابل ہے لہٰذا سنائے دیتا ہوں تاکہ ہم اپنے آپ میں آئیں اور تمام اسباب سے کٹ کے فقط خدا سے متوسل ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: میرے چچا زاد بھائی ایک تجارتی سفر میں ہندوستان سے دبئی ناریل لے جا رہے تھے۔ بمبئی سے چلتے وقت انھوں نے ٹیلیگرام کیا کہ ہم ایک ہفتہ میں پہنچ رہے ہیں۔ ایک ہفتہ ہوگیا۔ دس دن گذر گئے۔ دو ہفتہ ہوگئے۔ مگر انکا کوئی پتہ نہ چلا۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ گذر گیا اور ہمیں یقین ہوگیا کہ انکی کشتی غرق ہوگئی ہے۔ اور وہ مر چکے ہیں ورنہ کہاں ایک ہفتہ اور کہاں ایک مہینہ! ہم نے ان کے ایصال ثواب کی مجلس بھی کرادی لیکن جب میراث تقسیم کرنے جا رہے تھے تو وہ آن پہنچے۔ ہم نے ان سے انکی تفصیلات پوچھیں تو انہوں نے بتایا کہ تین دن کے سفر کے بعد اچانک تیز بارش

ہونے لگی۔ کشتی ٹوٹ گئی اور اسکی موٹر خراب ہوگئی۔ جب طوفان ٹھہر گیا تو ہوا کشتی کو کبھی ادھر لے جاتی تھی اور کبھی ادھر۔ بس ہمارا یہ کام تھا کہ اپنے آپ کو کشتی میں محفوظ رکھیں اور ڈوبنے سے بچے رہیں۔ پتواروں کے ذریعہ آہستہ آہستہ ہم نے چلنا شروع کردیا۔ چوتھے پانچویں دن ہماری آب وغذا اور نان ونمک ختم ہوگیا اور اتنے پیاسے ہو گئے کہ کشتی چلانے کی طاقت بھی ہمارے بدن میں نہ رہ گئی۔ نوکر کی حالت غیر تھی اور میں بھی بالکل تھک کے چور ہو چکا تھا۔ ایسے وقت میں ہم نے خدا سے دعا کی: اے پروردگار! اگر ہماری عمر ابھی باقی ہے تو ہماری مشکل کو آسان کردے۔ اسی وقت ایک بادل کا ٹکڑا آسمان پر نمودار ہوا اور ہماری کشتی کے اوپر برسنے لگا۔ ہم نے بارش کے پانی کو برتنوں میں جمع کرلیا اور منہ کھول کر کھڑے ہو گئے تاکہ بارش کی بوندیں ہمارے منہ میں بھی پہنچ جائیں۔ ہم نے بغور اس چیز کا مشاہدہ کیا کہ بادل فقط ہماری کشتی میں برس رہا تھا اور جب برتن پانی سے بھر گئے تو غائب ہوگیا۔ کچھ دنوں تک ناریل سے کام چلاتے رہے اس طرح خدا نے ہماری مشکل کو آسان کیا۔

چھٹی فصل

الرحمٰن الرحیم

یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اس آیت میں پروردگار کے تین اسماءِ حسنیٰ ہیں۔ لفظ ''اللہ'' کے بہت سے معانی بیان ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ کل کیا جا چکا ہے۔ لیکن:

الرحمٰن اور الرحیم کا مطلب

انسان کو چاہیے کہ خدا کو رحمانیت کے ساتھ پہچانے۔ ہر سورے کے شروع میں اور دوسرے متعدد مقامات پر یہ نام خدا کیلئے استعمال ہوا ہے لہٰذا اس کے معنی جان کر اس کا اعتقاد رکھنا چاہیے۔

﴿الرحمٰن و الرحیم﴾ کے عام معنی ''صاحب رحم ورحمت'' اور ''صاحب عطوفت ومہربانی'' کے ہیں۔ یعنی کمزوروں کا فریادرس اور محتاجوں کا سہارا۔

خداوند عالم کے یہاں دو طرح کی رحمتیں ہیں۔ ایک رحمت تمام کائنات کے لئے ہے اور ایک رحمت صرف صاحبان ایمان سے مخصوص ہے۔ جو بھی خدا اور قیامت پر ایمان لے آئے اور:

"آمنوا و عملوا الصالحات."

کے زمرہ میں داخل ہو جائے خدا کی مخصوص رحمت بھی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

''رحیم'' کی لفظ سے اسی رحمت کی طرف اشارہ ہے۔اور ''رحمٰن'' کی لفظ سے اس کی رحمت عامہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اس لئے کہ خدا کی رحمت تمام مخلوقات کے شامل حال ہے۔"وسعت رحمتی کل شئ" تمام موجودات و مخلوقات خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے وہ رحمت خدا کے سایہ میں ہیں۔اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ جسکا احصاء نہیں کیا جا سکتا۔

ایک نمونہ

طنطاوی اور دیری نے "حیات الحیوان" میں لکھا ہے۔ کہ ایک قسم کا مگر مچھ ہے جو اور دوسرے حیوانات کے برخلاف کھاتے اور چباتے وقت اوپر کے جبڑے کو حرکت دیتا ہے۔ جب وہ کھا پی چکتا ہے تو اسکے منہ میں کیڑے پڑ جاتے ہیں جو اسکی پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔ رحمت خدا سے ایک پرندہ آتا ہے جو مگر مچھ کے منہ کے کیڑوں کو چن چن کر کھا جاتا ہے وہ پرندہ اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔جب بھی مگر مچھ کو اپنے منہ کے کیڑوں کی شکایت ہوتی ہے وہ پانی کی سطح پر آجاتا ہے اور یہ پرندہ اپنا کام کر دیتا ہے۔مگر مچھ اگر چاہے تو اس موقع پر اس پرندہ کو نگل سکتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرتا اور اگر کبھی ایسا کر بھی لے تو اس پرندے کے پر اس قدر تیز ہیں کہ وہ اس کے پیٹ کو پھاڑ کر باہر آجائے گا آپ غور کریں

کہ دونوں ہی پر خدا کی رحمت کا سایہ کس قدر لطیف ہے ! اور کس طرح پروردگار نے جانوروں کو ایک دوسرے کا نیاز مند بنا دیا ہے۔ اسی طرح اللہ کی رحمت انسانوں کے بھی شامل حال ہے اور یہ رحمت فقط مومنین سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ مومن، کافر، شاکر اور غیر شاکر سب اسکی رحمت سے بہرہ مند ہیں۔ خدا نے آپ کو کیا نہیں دیا۔ یہاں تک کہ شکم مادر میں بھی جو کچھ ضرورت تھی اور زبان حال سے اس کو آپ نے خدا سے طلب کیا، پروردگار نے اسکو فراہم کردیا:

"آتَاکُم مِنْ کُلِّ مَا سَأَلتُمُوهُ" (۱)

"اور جو کچھ تم نے مانگا اس میں سے کچھ نہ کچھ ضرور دیا۔"

کیا یہ اسکی رحمت کے نمونے نہیں ہیں؟ آپ خود اپنی ساخت و پرداخت پر غور کیجئے اور اس کی رحمتوں کے نظارے کیجئے۔ سانس لینا انسان وحیوان دونوں کے لئے بیحد ضروری ہے۔ اگر کوئی سانس نہ لے تو یقیناً مرجائیگا۔ "قصبة الریة" سے "ریة" تک ہوا کا جانا انسانی اور حیوانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ تصفیۂ خون ہو اور سانس واپس آئے۔ خلاصہ یہ کہ سانس لینا کتنا ضروری ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے دوسری طرف آدمی بغیر کھائے پیئے بھی نہیں رہ سکتا اور کھانے کے لئے بھی ایک راستے کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا سانس لینے کیلئے

﴿۱﴾ ابراہیم: ۳۴

بھی راستہ درکار ہے اور کھانے کے لئے بھی۔ اس صورت میں اگر سانس صرف منہ کے ذریعہ ہی لیا جاسکتا ہوتو سانس لینے کے لئے بار بار لقمہ نکالنا ہوتا مگر خدا نے ناک کے سوراخ کو بھی یہ فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا اور اب ایک ہی وقت میں سانس بھی لیا جاسکتا ہے اور کھانا بھی کھایا جاسکتا ہے۔

بسا اوقات نزلہ زکام ہوجاتا ہے اور ناک کے سوراخ بھی متاثر ہوجاتے ہیں۔ تو ایسی صورت کے لئے اللہ نے دو سوراخ بنائے ہیں تاکہ ایک کھلا رہے اور سانس لینے میں دقت نہ ہو۔

یا کھانے کے علاوہ اور دوسرے حالات پر غور کریں تو ناک کے سوراخ کی احتیاج اور اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ مثلاً سونے کی حالت میں اگر یہ ناک نہ ہوتی تو آدمی مجبور ہوتا کہ سانس لینے کے لئے ہمیشہ اپنا منہ کھلا رکھے۔ اب غور کیجئے! خدائے رحمان نے انسان کی احتیاجات کو کس طرح سے حل فرما دیا ہے؟ لیکن ہم اسی سے غافل ہیں اور ایک حیوان کی زندگی گذار رہے ہیں۔ اسکی مخلوقات میں غور و فکر نہیں کرتے تاکہ اسکی قدرت و رحمت سے آشنا و باخبر ہوسکیں۔ ایک یاد دہانی ضروری ہے کہ جب بھی کچھ کھانا شروع کیجئے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہئے اور جب کھا چکیں تو الحمد للہ کہئے۔

حلق میں بھی دو سوراخ ھیں

ایک سے آب و دانہ نوش کیا جاتا ہے اور ایک سانس لینے کے کام میں

آتا ہے۔ یہ دونوں ہی راستے الگ الگ ہدف ومنزل رکھتے ہیں یعنی وہ سوراخ جس کے ذریعہ کھایا پیا جاتا ہے وہ معدہ پر ختم ہوتا ہے۔اور وہ سوراخ جس سے سانس لیا جاتا ہے اسکا سلسلہ ''ریہ'' پر ختم ہوتا ہے۔اگر خدانخواستہ تھوڑا سا بھی لقمہ سانس کے راستے میں چلا جائے تو انسان کا دم گھٹ جائے۔ تعجب ہے کہ ان دونوں راستوں کے درمیان صرف ایک معمولی سے پردے کا فاصلہ ہے مگر کس قدر محکم ومضبوط کہ ادھر کی چیز ادھر نہیں ہوسکتی۔ کیا قدرت نمائی ہے! اور اس سے بڑھ کر مظاہرۂ رحمت کیا ہوسکتا ہے کہ آگے ''ریہ'' کا راستہ ہے اور اس کی پشت پر معدہ۔ لقمہ پہلے ''ریہ'' کے سامنے سے گذرتا ہے اور پھر معدہ تک پہنچتا ہے۔ یہ سب اسکی رحمت کے مظاہرے ہیں۔ایک گوشت کا لوتھڑا جسکو ''کوا'' کہتے ہیں وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ جس وقت انسان کھانا کھا رہا ہے وہ سانس کے راستے آڑے آجاتا ہے تاکہ جب لقمہ نگلا جائے تو وہ سانس کی نالی میں نہ آجائے۔ آج تک ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ خدا نے کس طرح ہماری ضرورتوں کو پورا کیا ہے جس کے لئے ہم تکوینی اور پیدائشی طور پر محتاج اور ضرورتمند تھے۔

کھانسی و پھندہ لگنا بھی اس کی نعمت اور نمونۂ رحمت ھے

''قصبة الرية'' کے اوپر ایک چھوٹا سا پردہ ہے جو لقمہ کو سانس کی راہ میں آنے سے روکتا ہے۔ کبھی کبھی جلدی کی وجہ سے خوراک کا کچھ حصہ اس میں چلا جاتا

ہے تو زبردست پھندہ اور چھینک اس لقمہ کو نکال باہر کر دیتی ہے۔ غور کیجئے کتنا منظّم حساب و کتاب ہے؟ ان تمام چیزوں سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور نعمت عطا کرنے والے کی معرفت دل میں رہنی چاہیے۔ انسان کو نمک حرام نہیں ہونا چاہیے۔ نمک حرامی سے مربوط ایک داستان قابل سماعت ہے۔

علامہ مجلسیؒ اور اصفہان کے مراثی

اصفہان میں علامہ مجلسیؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص رات کو نماز جماعت کے بعد علامہ مجلسیؒ سے کہنے لگا کہ میں ایک بہت بڑی مشکل سے دوچار ہونے والا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مراثیوں نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ آج رات وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہمارے یہاں آئیں گے۔ ظاہر ہے وہ اپنے ساتھ اسباب لہو و لعب بھی لائیں گے جس سے مجھے کافی دلی تکلیف پہنچے گی۔ آپ کوئی حل نکالئے۔ علامہ مجلسیؒ نے فرمایا کہ میں خود تمہارے یہاں آتا ہوں۔ اور علامہ موصوف مراثیوں سے پہلے ہی مسجد سے اس کے گھر پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی مراثی اپنے دوستوں اور بچوں کے ساتھ اس کے یہاں آن پہنچے۔ آتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے اصفہان کے شیخ الاسلام زینت منزل بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اپنے ڈھول اور باجے کو چھپا کر کنارے رکھ دیا۔ اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ علامہ مجلسیؒ کے سامنے بیٹھ گئے۔ یہ اور بات ہے کہ دل ہی دل میں وہ اپنے میزبان کے اس اقدام سے کافی گرم تھے۔ مراثی نے

بات اس طرح شروع کی: جناب علامہ صاحب! ہمارے اندر بھی بہت سے صفات وخصوصیات ہیں جس کی وجہ سے ہم بھی علماء سے کم نہیں ہیں۔علامہ صاحب نے فرمایا کہ: مجھے تو تمہاری کسی بھی خصوصیت کے بارے میں علم ہے ہی نہیں۔اس نے کہا: جناب شیخ الاسلام صاحب! چونکہ آپ ہمارے ساتھ نہیں رہتے لہٰذا ان خصوصیات سے بے خبر ہیں۔ خیر، ہمارے خصوصیات میں سے ایک نمک شناسی ہے۔ہم جسکا نمک کھالیتے ہیں اسکے ساتھ نمک حرامی نہیں کرتے اور اس صفت میں بے مثل و بے نظیر ہیں۔ مراثی اگر کسی کا کچھ کھالے تو آخر عمر تک یاد رکھے گا اور اسکو دغا نہ دیگا۔

واقعاً وہ اپنے اس بیان میں سچا بھی تھا وہ بلا کے حق شناس ہوتے ہیں اور احسان کرنے والے کی خدمت کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔ یہ قصہ بعد میں پورا کیا جائیگا۔ درمیان میں، داستان یعقوب بھی سن لیجئے جو کہ حیرت انگیز اوراس موقع سے مناسبت بھی رکھتی ہے۔

ایک نمک حلال چور کو بادشاہت مل گئی

کہا جاتا ہے کہ یعقوب تجربہ کار چور تھا اور اپنے دو تین ساتھیوں کے ساتھ چوری کرنے جایا کرتا تھا۔ ایک دن یعقوب اور اس کے دوست آپس میں کہنے لگے کہ ہم فقراء، شہر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ بادشاہ کے خزانہ سے چرایا جائے۔ تاکہ ہماری تمام عمر کے لئے کافی ہو۔ظاہر ہے کہ بادشاہ کے خزانہ تک پہنچنا آسان بات نہیں ہے لہٰذا انہوں نے بہت دور سے بادشاہ کے خزانہ

تک سرنگ کھودی اور اس راہ میں جان کی بازی لگادی۔ آخر کار بادشاہ کے خزانہ تک پہنچ گئے۔ مختلف مال واسباب، زیورات وجواہرات کو جمع کیا اور سرنگ کے دہانے پر رکھ دیا تا کہ باہر لیجائیں۔ اسی دوران یعقوب کی نگاہ ایک چمک دار چیز پر پڑی۔ اس نے سوچا کہ شاید گوہر شب چراغ ہے۔ لہٰذا قریب جا کر اس کو اٹھالیا اور اسکو آزمانے کے لئے زبان سے چکھا تو معلوم ہوا کہ وہ نمک ہے۔ اس نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہنے لگا کہ ساری محنت برباد ہوگئی ہم نے بادشاہ کا نمک کھالیا ہے اب اسکا مال نہیں لیجایا جا سکتا۔ چنانچہ ایسے ہی خالی ہاتھ واپس ہو گیا۔ دوسرے دن بادشاہ کو اس معاملہ کی اطلاع ہوگئی بادشاہ خود موقع واردات پر پہنچا اور انگشت بدنداں رہ گیا کہ آخر یہ کیسا چور تھا جس نے اتنی سب محنت کی اور کچھ لیکر نہیں گیا۔ اس نے منادی کرادی کہ جس نے بھی بادشاہ کے خزانہ میں چوری کرنا چاہی تھی مگر نہیں کی وہ امان میں ہے اور بادشاہ اسکو دیکھنا چاہتا ہے۔ جب یہ اعلان یعقوب نے سنا تو اپنے دوستوں سے کہا کہ امان تو مل گئی چلتے ہیں دیکھیں بادشاہ کیا کہتا ہے۔

بادشاہ نے یعقوب سے پوچھا کہ کیا یہ سب تم نے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں! بادشاہ نے پوچھا تم اس مال کو لیکر کیوں نہیں گئے اس نے جواب میں پورے واقعے کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''چونکہ میں نے بادشاہ کا نمک کھالیا تھا اسلئے نمک حرامی نہیں کر سکتا تھا۔'' اس عظیم مردانگی پر بادشاہ اس قدر گرویدہ ہوگیا کہ اس نے کہا کہ تمہارے لئے کسی دوسری جگہ رہنا افسوسناک ہے۔ تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ تم میرے خزانہ دار ہو جاؤ۔ آخر کار اسکو اتنی ترقی ملی کہ صفاریان

کی سلطنت اور بادشاہت کی بنیاد اسی سے پڑی۔

خیر! جناب علامہ مجلسیؒ کے واقعے کو بیان کر رہا تھا۔ مراثی نے علامہ مجلسیؒ سے کہا کہ ہم اپنے محسن کو کبھی فراموش نہیں کرتے بلکہ اسکو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔علامہ مجلسیؒ نے فرمایا کہ مجھے تمہارا یہ دعویٰ قطعاً قبول نہیں ہے کہ تم نمک حلال ونمک شناس ہو۔تمہاری کتنی عمر ہوگئی ہے؟اس نے جواب میں اپنی عمر بتائی مثلاً اس نے کہا کہ چالیس سال ۔ علامہؒ نے فرمایا: آخر چالیس سال سے خدا کی نعمتیں کھا رہے ہو اسکے بعد بھی اسکی معصیت اور اس کے گناہ کر رہے ہو؟ علامہؒ نے اپنے اس ایک جملہ سے اس کو متاثر کردیا اور اس کے دل میں شعلۂ ہدایت بھڑکا دیا۔ واقعاً ایسے لوطی سیکڑوں ایسے مقدس نماؤں سے ہزار درجہ بہتر ہیں جو فقط خودغرض اور خود بین ہیں ۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ. (۱)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو تو غرور گناہ کے آڑے آجاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔“

جب ان مقدس نماؤں سے کہا جاتا ہے کہ نیک راستے پر چلو تو انکا ایک ہی جواب ہوتا ہے: ”آپ کون ہوتے ہیں ہم کو ٹوکنے والے؟“ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے خشک مقدس جہنمی اور دوزخی ہیں۔اس لئے کہ یہ اپنے اعمال وافعال پر مغرور

﴿۱﴾ بقرہ:۲۰۶

ہیں۔ اور خدا کو مغرور آدمی ذرہ برابر پسند نہیں ہے۔قرب خدا تو ایسا مقام ہے جہاں فقط تواضع و انکساری ہی مفید و موثر ہے۔ شیطان اپنے غرور و گھمنڈ سے کس ذلت و رسوائی کو پہنچا ہے۔اس کا یہی تو کہنا تھا کہ میں آدم - سے افضل ہوں:

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (۱)

اس نے کہا کہ میں اس (آدم -) سے بہتر وافضل ہوں۔"

بس اسی عمل کے نتیجہ میں راندۂ درگاہ الٰہی قرار پایا۔اور اعلان ہوا

فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصَّاغِرِيْنَ. (۲)

نکل جا کہ تو ذلیل لوگوں میں سے ہے۔"

معلوم ہوا کہ پستی اور بلندی کا معیار خدا کی اطاعت و مخالفت میں مضمر ہے۔

بہر حال علامہ مجلسیؒ نے جب اس سے کہا کہ تم چالیس سال سے نمک حرامی میں مبتلا ہو اور خدا کی معصیت و نافرمانی کا شکار ہو۔مراثی خاموش ہو گیا اور پھر آخر تک کچھ نہ بولا۔اور سوچ میں پڑ۔گیا اس لئے کہ وہ واقعاً نمک حلال تھا اور دعوی میں سچا تھا مگر غلط راہ و روش کا شکار تھا۔اور وہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ خدا کے ساتھ نمک حرامی کر رہا ہے۔اس خدا کے ساتھ جس نے اسے کروڑوں نعمتوں سے

﴿۱﴾ ص:۷۶

﴿۲﴾ اعراف:۱۳

نوازا ہے ۔بھوکا ،پیاسا اور ننگا تھا اور خدانے تمام احتیاجات پوری کیں، تمام مشکلات کو برطرف کیا۔

بیٹھک اٹھ گئی اور ہرایک اپنے اپنے گھر چلا گیا۔اذان صبح کے بعد علامہ مجلسیؒ کے دروازہ پر دستک ہوئی۔دروازہ کھولا تو دیکھا کہ مراثی سامنے ہے اور اس نے کہا: شیخ الاسلام اگر میں توبہ کرلوں تو کیا خدا مجھ کو بخش دے گا۔علامہ موصوفؒ نے جواب دیا کہ خدا غفور و رحیم اور رحمان وکریم ہے۔گناہگار کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہواگرتوبہ کرلے خدا اس کو بخش دیتا ہے۔تم اپنے کوکوتاہ، نمک حرام ،عنود ،لجوج خلاصہ یہ کہ سراپا عیب وگناہ سمجھ کراس کی بارگاہ میں گڑگڑاو۔جتنی زیادہ دل شکستگی ہوگی اتنا ہی رحمت نزدیک ہوگی۔جتنازیادہ تواضع وانکساری کروگے خدا اتنی ہی زیادہ سربلندی وسرفرازی نصیب کریگا۔جتنا ہی اپنے کوفقیر وتہی دست سمجھوگے وہ اپنی رحمت سے غنی بنادے گا۔اسکی رحمت کی عجیب کہانیاں ہیں۔

اے پروردگار! تیری رحمت عام ہے۔کوئی ایسی مخلوق نہیں جس کو تیری رحمت شامل نہ ہو۔ معبود! تیری اتنی رحمتیں اور میرے اتنے گناہ ،تقصیرات اور ناشکری وکفران نعمت! پروردگار! میرے اندھے پن اور گونگے پن کو بخش دے۔ الٰہی وہ اندھا ہے جو تیری رحمتوں کو نہ دیکھ سکے۔اور وہ گونگا ہے جو تیرا شکر نہ ادا کر سکے ،اے خدا! اپنی تمام خرابیوں اور کوتاہیوں کے ساتھ سہی مگر میں تیری بارگاہ میں آن پہنچا ہوں:

"بک یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔"

ساتویں فصل

"رحمٰن" فقط خداوند عالم ھے

رحمٰن" اور "رحیم." یہ خدا کے دو نام ہیں اور ان دونوں کے فرق کے ذیل میں بہت سی وجوہات کو ذکر کیا گیا ہے۔سب سے بہترین وہ روایت ہے جوامام جعفر صادق - سے مروی ہے:

"الرحمٰن اسم خاص لصفة عامة و الرحیم

اسم عام لصفة خاصة"

روایت کا لب لباب یہ ہے:

رحمٰن خاص نام ہے جو فقط خدا سے مخصوص ہے لیکن

اسکے معنی عام و وسیع ہیں۔ جب کہ رحیم عام نام

ہے لیکن مخصوص صفت کیلئے۔

رحمن ایسا نام ہے جو فقط خدا سے مخصوص ہے لیکن اس کے معنی رحمت عام کے ہیں اور وہ نام و کامل رحمت جو تمام موجودات کو شامل ہے وہ فقط خدا سے مخصوص ہے۔ وہ رحمت خدا کے علاوہ اور کسی کے یہاں نہیں ملتی۔

اسی لئے جائز نہیں ہے کہ کسی کا نام رحمن رکھا جائے۔البتہ رحیم رکھا جاسکتا

ہے۔ہاں رحمٰن کو اگر عبد سے مضاف الیہ کردیا جائے تو ''عبد الرحمٰن'' نام رکھا جا سکتا ہے۔اسی طرح اللہ بھی کسی کا نام نہیں رکھا جاسکتا۔بقیہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔رحیم ،کریم ،عزیز ان میں بھی بہتر ہے کہ عبد کا اضافہ کیا جائے تب نام رکھا جائے۔ جیسے عبد الرحیم ،عبد الکریم۔عبد العزیز وغیرہ۔

عمومی رحمت کے سلسلہ میں بیان گذر چکا ہے۔''رحیم'' کے لفظ سے ایک مخصوص رحمت کی طرف اشارہ ہے۔جو صاحبان ایمان سے مخصوص ہے۔دوسروں کا اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔اور اہم وہی رحمت ہے اس لئے کہ عمومی رحمت آدمی کی دنیوی زندگی تک محدود ہے۔مگر آدمی تو خود ہی رحمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اگر اس پر رحمت نہ ہوتو پھر یقیناً خسران مبین کا شکار ہوگا۔

خلقت بشر رحمت کیلئے ھے

''الا من رحم ربک و لذالک خلقھم'' خداوند عالم کی رحمت اس مادی دنیا میں سب کے شامل حال ہے۔مگر خداوند عالم کی یہ رحمت اس رحمت کا پیش خیمہ ہے جو مومنین اور صاحبان ایمان سے مخصوص ہے تاکہ انسان اس رحمت کے فیوض وبرکات کے وسیلہ سے اس لامتناہی سعادت وکمالات کے مدارج عالیہ پر فائز ہو سکے۔خدا کی وہ رحمت اس رحمت ۔کے ذریعہ قابل قیاس نہیں ہے۔مومنین تعداد اور کمیت کے اعتبار سے اگرچہ کفار ومشرکین اور حیوانات و جمادات سے بہت کم ہیں لیکن کیفیت کے اعتبار سے ان کی کوئی حد اس لئے نہیں ہے کہ خدا کی

مخصوص رحمت ان کے لئے ذخیرہ ہے۔قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں کے تذ کرے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

"و لدینا مزید" (۱)

ہمارے پاس بہت ساری نعمتیں ہیں۔

اور یہ ایک حالت پر نہیں ہیں بلکہ بڑھتی ہی رہتی ہیں۔ان میں کمی نہیں آتی۔ ایمان کے میزان اور ترازو کے مطابق جن میں مہمان نوازی میں اضافات ہوتے رہیں گے۔اور اس کیفیت کی وضاحت شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب "اختصاص" میں کی ہے۔ خدا کی مہمان نوازی کو تجلیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔کیا کیا نعمتیں ہیں اور اسکی کیا کیا عطا و بخشش ہے کہ جب ایک جگہ سے جا کر دوبارہ اسی جگہ آیئگا تو وہ نعمتیں ستر گنا بڑھ چکی ہوں گی ۔اور ہر ہر لمحہ ستر گنا اضافہ ہوتا رہے گا۔عجب ! یہ کیسی نعمتیں ہیں جن میں کمی آتی ہی نہیں! بلکہ ہر آن رو بہ زیادتی ہیں۔

خدا مومنین پر مہربان و رحیم ہے:

"و کان بالمؤمنین رحیماً" (۲)

خدا کی رحمت دنیا میں ہر موجود کیساتھ ہے اور آخرت میں فقط مومنین سے مخصوص ہے مگر اس رحمت سے استفادہ بھی ظرف و صلاحیت کے اعتبار سے کیا

﴿۱﴾ ق: ۳۵

﴿۲﴾ احزاب: ۴۳

جاتا ہے جس کے اندر جتنی قابلیت اور لیاقت ہوگی وہ اتنا ہی رحمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔وہ انسان جو شکل و شمائل میں تو انسان جیسا ہو لیکن درحقیقت حیوان ہو، کھانے پینے کے علاوہ جس کا کوئی ہدف و مقصد نہ ہو۔ایسا انسان، انسان کہے جانے کے لائق نہیں۔آخر اس انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ یا مثلاً شہوت رانی کے لحاظ سے انسان اور خنزیر میں کیا فرق ہے؟ کہا جاتا ہے کہ سؤر شہوت رانی میں اس قدر جسور ہے کہ جب بھی اپنی مادہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے تو اگر اس کو ایک فرسخ (تقریباً ساڑھے پانچ کلومیٹر) تک بھی الگ کرنے کی کوشش کیجائے وہ باز نہیں آتا۔اگر آدمی بھی اس جانور کا ہم صفت ہو اور اسکی آنکھیں بھی کبھی اس عورت اور کبھی اس عورت پر پڑتی رہتی ہوں۔ دل میں حرام و حلال کا کوئی خیال نہ ہو تو سچ بتایئے کہ ایسے انسان اور سور میں کیا فرق ہے؟

دنیا آدمی کیلئے ہے حیوانات کے لئے نہیں۔جس کی فکر صرف پیٹ اور شرمگاہ تک محدود ہو اسے جنت سے کیا سروکار؟ شفاعت بھی انسانوں کو نصیب ہوگی، حیوانوں کو نہیں۔جس نے نہ جنت کو جانا ہے اور نہ رسول خدا کو، آخر وہ رسول ﷺ کے پاس کیونکر لیجایا جائے گا۔

آخرت میں رحمت برابر کی نہیں ہے۔آپکے سامنے بیان کیا جا چکا ہے کہ جنت میں رحمت فقط مومنین سے مخصوص ہے۔اور وہ رحمت بھی ایک طرح کی نہیں ہے بلکہ اسکا تعلق ایمان کی کمی اور زیادتی سے ہے۔جس قدر ایمان زیادہ ہوگا استحقاق رحمت بھی زیادہ ہوگا۔اور اگر ایمان کم ہے تو رحمت بھی کم ہوگی۔یہاں تک

کہ پیغمبران خدا کے مقامات بھی اس لحاظ سے مختلف ہوں گے۔وہ درجہ و مقام جو ہمارے نبی کریم ﷺ کا ہے وہ کسی کا بھی نہ ہوگا۔ یہی حال مومنین و مومنات کا ہے۔ ''رحیم'' کی رحمت سب کے لئے نہیں ہے۔اور نہ سب کیلئے برابر ہے۔ بلکہ ہر صاحب ایمان اپنے علم و ایمان کی نسبت سے اس سے اتنا فائدہ اٹھا سکے گا، جتنا اس نے درک معارف کیا ہوگا اور عمل کے میدان میں قربانی پیش کی ہوگی۔جو دینی امور میں جاں نثاری اور فدا کاری کی اس معراج پر ہو کہ اس راہ میں جان قربان کردینے میں بھی اس کو کوئی مضائقہ نہ ہو۔ وہ اور وہ شخص جس کو خمس و زکوۃ نکالنے میں بھی دقتوں کا سامنا ہو، برابر ہوسکتے ہیں؟ نہیں ۔ بلکہ جس کو راہ خدا میں پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو اسکا مقام اسکے برابر نہیں ہے۔ بھلا وہ شخص جو چند گھنٹے اپنی بھوک پر قابو نہ پاسکتا ہو، وہ اس شخص کے مثل کہاں ہوسکتا ہے جسکو بغیر سحر کے بھی روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہ ہواور سکون ونشاط کے ساتھ روزہ رکھ لے؟

بہر حال رحمانی رحمت اور رحیمی رحمت میں بڑا فرق ہے۔ رحمت رحمانی میں سب برابر ہیں اور سب برابر کا فائدہ حاصل کرتے ہیں لیکن رحیمی رحمت ایمان وعمل کے میزان پر تقسیم ہوتی ہے۔ اگر کوئی بے ایمان مرجائے یا خدا ورسول اور اہلبیت ؑ کی دشمنی میں جان کھو بیٹھے تو ''یہ'' رحمت اسکے شامل حال نہیں ہوسکتی۔ اس کیلئے فقط زحمت ہی زحمت ہے۔مروی ہے کہ ایسے شخص کی پیشانی پر:

''ھٰذا آئس من رحمۃ اللہ''

''یہ رحمت الٰہی سے مایوس ہے۔''

نقش ہوگا ۔ایسے شخص کیلئے رحمت کا کوئی خانہ نہیں ہے بلکہ ایسا شخص غضب الٰہی کا مستحق ہے۔ اسکی جگہ قعر جہنم کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی۔

لیکن اگر کوئی مومن ہے ۔صاحب ایمان ہے۔اور خدا کا خاضع و خاشع بندہ ہے جب اس سے خدانخواستہ گناہ سرزد ہوجاتا ہے۔اور اسکے سامنے نام خدا لیا جاتا ہے تو اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ اگر ایمان ہے تو معمولی سے عمل کے طفیل بھی رحمت کا استحقاق پیدا ہو جائے گا۔جس شخص کے دل میں ایمان کا نور نہیں ہے اس کے سامنے جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے وہ منہ بنانے لگتا ہے۔فقط یہی نہیں بلکہ لاپرواہی اور سہل انگاری برتتا ہے:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ . (۱)

”اور جب ان کے سامنے خدائے یکتا کا ذکر آتا ہے تو جن کا ایمان آخرت پر نہیں ہے ان کے دل متنفر ہوجاتے ہیں۔“

لیکن مومن، بدترین اور سخت ترین حالات میں بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتا اور جب اسکے سامنے ذکر خدا کیا جاتا ہے تو اس کا دل روشن ومنور ہوجاتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

---

(۱) زمر: ۴۵

قُلُوْبُهُمْ . (۱)

"صاحبان ایمان درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو۔"

خدا سے دعا ہے کہ ہمیں حیوانیت اور خدا ناشناسی سے نکال کر رحمت رحیمی کا مستحق بنادے۔

بہر حال اگر انسان مومن ہے تو سب سے پہلی رحمت اس پر یہ ہوگی کہ اس کے سروں پر اشرف کائنات، سرور انبیاء، خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا سایہ ہوگا۔اور اس کے بعد جو رحمت ہو گی وہ قرآن مجید ہے۔قرآن مجید کی آیات کا سننا اور اس پر عمل پیرا ہوجانا، اگر ایسا ہوگا تو انسان دیکھے گا کہ روز بروز رحمت خدا اس کے شامل حال ہورہی ہے۔ اور اس کو توفیق پر توفیق حاصل ہو رہی ہے۔ ہر آنے والا سال اسکے گذشتہ سال سے افضل و بہتر ہے۔ ہر سال اسکا قرآن پر عمل بیشتر اور اسکے علوم ومعارف کی جانکاری زیادہ سے زیادہ ہو رہی ہے۔قرآن ایسے مومنین جو قرآن سے متمسک و وابستہ اوراس کے بتائے ہوئے راستے پر عمل پیرا ہیں،رحمت اور شفا ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ

﴿۱﴾ انفال: ۲

لِلمُؤمِنِینَ .(۱)

''اور ہم قرآن میں وہ سب کچھ نازل کرر ہے ہیں جو صاحبان ایمان کیلئے شفا ورحمت ہے''۔

اور انکو خدا پرستی کے راستے کی نشاندہی کرتا ہے۔

قرآنی آیات کی روشنی میں مومنین کیلئے تیسری رحمت ''باب توبہ'' کا کھلنا ہے اور اگر ایمان پختہ ہے تو یہ دروازہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ جب سورۂ انعام کی ۵۴ ویں آیت نازل ہوئی تو روایت میں ہے کہ حضور ﷺ بیحد اور بے انتہا مسرور ہوئے اور مسلسل خدا کا شکر ادا کرتے رہے۔ کہ اس نے آپ کی امت کو اس نعمت سے نوازا ہے، آیت ملاحظہ ہو:

اِذَا جَـآئَکَ الَّذِیْنَ یُؤمِنُوْنَ بِاٰیَاتِنَا فَقُلْ سَلامٌ عَـلَیْـکُـمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلیٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اِنَّهٗ مَـنْ عَـمِـلَ مِـنْـکُـمْ سُوْءً بِجَهَا لَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (۲)

''اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہئے '' سلام علیکم'' تمھارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم

﴿۱﴾ اسراء: ۸۲

﴿۲﴾ انعام: ۵۴

قرار دے لی ہے کہ تم میں جو بھی از روئے جہالت
برائی کرے گا اور اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح
کرلے گا تو خدا بہت زیادہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اللہ رے رحمت پروردگار! رسول اسلام ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ لوگ جو موحّد ہیں، صاحبان توحید ہیں اور خدا شناس ہیں، خدا کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہیں وہ بہت عزیز و پیارے ہیں۔ بزرگ و برتر ہیں۔ ان میں سے جب بھی کوئی آپ کے پاس حاضر ہو اسکو پہلے سلام کیجئے۔ ایمان ایک بزرگی ہے لہٰذا اس وسیلہ سے مومن بھی بزرگ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ خدا بزرگ و برتر ہے۔ اور تمام کائنات سے بڑا ہے۔ اب جو بھی اس سے متمسک ہوجائیگا وہ بھی بزرگ و برتر ہو جائیگا۔ کتاب وافی میں حضرت امام باقر - سے مروی ہے کہ امام - نے کعبہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: خدا کی قسم مومن کا مقام خدا کے نزدیک کعبہ سے بہتر اور بالاتر ہے:

"قلب المومن عرش الرحمٰن"
"مومن کا دل عرش الٰہی ہے۔"

حضور ﷺ نے سلام میں پہل کی سیرت آخر عمر تک باقی رکھی ہے

ارشاد ہوتا ہے کہ: اے محمد ﷺ! جب مومنین آپ کے پاس آئیں تو پہلے سلام کیجئے۔ حضور ﷺ نے اس آیۂ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا: وہ سیرت و سنتیں اور وہ چیزیں جن کو میں اپنی عمر کے ختم ہونے تک ترک نہیں کرونگا، ان میں سے ایک سلام میں پہل کرنا ہے۔ روایات میں ہے کہ بعض مومنین کی آرزو اور تمنا یہ تھی کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو سلام کرنے میں پہل کر جائیں اور حضور ﷺ سے پہلے سلام کریں اور اس کیلئے وہ حضور ﷺ کے راستہ میں دیوار کے پیچھے چھپ جاتے تھے۔ کہ جیسے ہی حضور ﷺ کا گذر ہوگا سلام کرلیں گے۔ لیکن حضور ﷺ ان سے ملاقات کرنے سے پہلے ہی بلند آواز سے ارشاد فرما دیتے تھے کہ اے فلاں شخص جو دیوار کے پیچھے ہے ''سلام علیکم۔'' سلام میں سبقت و پہل کرنے میں نوے (۹۰) حسنات اور نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور اسکے جواب میں فقط دس حسنات۔ اس لئے مستحب ہے کہ انسان سلام میں پہل کرے۔ رسول اسلام ﷺ جب بھی مسجد میں داخل ہوتے یا خطبہ پڑھنا چاہتے تھے تو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بچوں کو بھی سلام کیا کرتے تھے۔ روایات میں یہ بھی ہے کہ سنت و سیرت پیغمبر ﷺ کو زندہ کیا جائے۔ اور سلام میں پہل اور سبقت سے غفلت نہ برتی جائے۔

مومنین نے رحمت خدا اپنے اوپر واجب کرلی ھے

اور اے رسول ﷺ! سلام کے بعد مومنین کو یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے مومنین: خدا نے اپنے اوپر یہ واجب کرلیا ہے کہ تم مومنین نماز گذار، روزہ دار اور حاجی، کہ جو اوامر ونواہی الٰہی کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اگر خدانخواستہ کوئی گناہ کر بیٹھو اور فوراً پشیمان وشرمندہ ہو جاؤ اور اصلاح کرلو تو جان لو کہ خدا بڑا بخشنے والا اور بیحد مہربان ورحیم ہے۔ اگر کسی کی غیبت کر بیٹھے ہو اور پھر اسکی اصلاح بھی کرلی اور اب خدا سے توبہ اور انابہ چاہتے ہو تو تم کو مبارک ہو۔ انشاء اللہ اس کی رحمت تم تک پہنچے گی۔ ایمان، اصلاح اور توبہ کرنے والے مومن پر خدا لطیف ومہربان ہے۔

اگر توبہ کا دروازہ نہ ہوتا تو معصومین ؑ کے علاوہ کوئی ایک انسان بھی نجات حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے کہ کوئی ایسا ہے ہی نہیں جو گناہ نہ کرتا ہو۔ مگر یہ کہ اسکی رحمت ہے اور مخصوص رحمت ہے کہ جسکی بنیاد پر اسنے مومنین کیلئے توبہ کے دروازے کو کھول رکھا ہے تاکہ کبھی تو انسان اس کے دربار میں واپس پہنچ جائے۔ یہ نہ کہئے کہ ہم نے کیا ہی کیا ہے اگر یہ کلمہ زبان سے نکالا تو یہ دروازہ بند ہو جائے گا۔ لہٰذا توبہ سے فائدہ اٹھایئے اس لئے کہ:

"لا شفیع انجح من التوبة"

توبہ سے زیادہ کارگر کوئی شفیع نہیں ہے (امام علی ؑ)

ٹھیک ہے پیغمبران خدا، ائمہ معصومین ؑ، شہدا، علماء اور سادات، مومنین

کی شفاعت کریں گے اور یہ بھی خدا کی ان رحمتوں میں سے ایک ہے جو مومنین سے مخصوص ہے۔لیکن یہ رحمت عمومی نہیں ہے ایسا نہیں ہے کہ ہر کسی کو یہ رحمت مل جائیگی کہ انسان یہ سوچ لے کہ شفاعت تو ہو ہی جائیگی اور توبہ سے صرف نظر کرلے۔مثلاً یہ تصور کرلے کہ میں عالم دین ہوں، میں نے تو کربلا کی زیارت کی ہے ، مجھے توبہ کی کیا ضرورت ہے۔میری شفاعت تو ہو ہی جائیگی۔تو جنابعالی! شفاعت ہر انسان تک نہیں پہنچے گی ۔خدا ہی جانتا ہے کہ کون شفاعت کا مستحق ہوگا یا کس وقت شفاعت نصیب ہوگی؟ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت سب سے آخری مرحلہ میں پہنچے گی۔ برزخ اور اسکی سختیوں کو جھیلنے کے بعد شفاعت ہوگی۔حق بات تو یہ ہے کہ شفاعت کے لحاظ سے لوگ مختلف ہیں۔ کچھ لوگ تو وہ ہیں جنکی شفاعت مرتے ہی ہو جائیگی اور کچھ ایسے بھی ہونگے جو ایک طویل مدت تک جہنم کی سختیوں کو جھیل کر شفاعت کو پہنچ سکیں گے۔ہمیں کیا خبر کہ امام حسین - کی شفاعت ہم تک کب پہنچے گی؟ کوئی امام حسین - کی شفاعت کا منکر نہیں ہے مگر بہرحال یہ نہیں معلوم کہ مولا - کی شفاعت کب پہنچے گی؟ کبھی تو ایسا ہوگا کہ گناہ اس قدر زیادہ ہونگے کہ شفاعت ہو ہی نہ سکے گی کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اذن الٰہی نہ ملے:

”وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنْ ارْتَضٰی“

لہٰذا بہتر ہے کہ اپنا نصب العین مولا علی - کے اسی فقرے کو قرار دیا جائے۔

"لا شَفِيعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ"

اگراس طرف سے اپنے لئے اطمینان چاہتے ہیں تو اپنے ایک ایک گناہ کیلئے صدق دل سے توبہ کر لیجئے۔ اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اس سے معذرت کیجئے۔ اور اگر کسی کا بغض وحسد اور کینہ دل میں ہے تو اسکو نکال باہر کیجئے۔ یہی بہتر اور مفید ہے۔ ہر چیز کو شفاعت پر مت چھوڑیئے۔ شفاعت کی پہلی اور بنیادی شرط باایمان موت ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ مرتے وقت آپ مومن ہونگے یا نہیں۔ بزرگ سابقین اسی تصور سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے اور آہ وفریاد کرتے تھے کہ پتہ نہیں مرتے وقت مومن ہونگے یا نہیں؟ کتنے ایسے بھی ہیں جو دین و ایمان کا بول بولتے تھے مگر کفر کی موت مرے۔ لہٰذا ایسی حالت سے خوف بھی ہونا چاہیے اور پروردگار عالم سے امید بھی۔ اے مومنین! غرور و گھمنڈ اور فریب نفس کو چھوڑیئے اور موقع غنیمت جان کر اپنی اصلاح کیجئے۔ اگر کسی کا کوئی حق آپکے ذمہ ہے تو اپنی موت کے بعد پر مت ٹالیئے بلکہ اپنے تمام معاملات کا دقیق حساب و کتاب رکھیئے۔ جس طرح اپنا حق دوسروں کی گردنوں پر یاد رہتا ہے اسی طرح دوسروں کا حق بھی یاد رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی سے کچھ لیکر بھول جائیں۔ بلکہ جس طرح اپنا دیا ہوا یاد رہتا ہے اسی طرح اپنی لی ہوئی چیزوں کو بھی یاد رکھیئے۔

موت سے پہلے کی بیماری موت کی تیاری ہے

جب آدمی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہوجائے کہ خود اس قسم کی

بیماری خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔تاکہ آدمی خبردار ہو جائے اور مرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ ایسی حالت، میں مستحب ہے کہ اپنے گھر کے دروازے کو کھول دے تاکہ لوگ اسکی عیادت کو آئیں اور مستحب ہے کہ جو مومنین بھی اسکی احوال پرسی کو آئیں ان سے معافی مانگے، عذر خواہی کرے اور ان کو خود سے راضی کر لے۔

عیادت کرنے کی اجازت دینے میں ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں سے اپنے ایمان کی گواہی لے لے۔حال ہی میں ایک رسم چلی ہے کہ کاغذ یا کپڑا کہ جس پر کثیر تعداد میں:

" اللّٰھم انا لانعلم منه الا خیراً ".

لکھا ہوتا ہے اور لوگ اس پر دستخط کرتے ہیں جسکا مطلب یہ ہوتا ہے:

''پروردگار ہم اس کے بارے میں سوائے خیر کے
کچھ نہیں جانتے۔''

البتہ یہ راہ وروش مروی نہیں ہے۔لیکن علامہ مجلسیؒ نے ایک روایت کے تحت اس کام کو جاری کیا ہے۔بہر حال یہ ایک، اچھا عمل ہے۔جس روایت کی بنیاد پر علامہ مجلسیؒ نے یہ اقدام فرمایا ہے وہ یہ ہے: بنی اسرائیل میں ایک ریاکار عابد کی موت ہوگئی اس وقت کے پیغمبر چونکہ حقیقت حال سے واقف تھے اس لئے اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے کچھ لوگوں نے جا کر اسے دفن کر دیا پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ آپ نے اس شخص کے جنازہ میں شرکت کیوں نہیں کی؟ جواب دیا خدایا! یہ

ایک ریاکار انسان تھا۔ ندائے غیبی آئی کہ چالیس مومنین نے اس کے جنازے پر اسکی نیکیوں کی گواہی دی ہے لہٰذا ہم نے انکی گواہی قبول کر لی ہے۔ یہ خداوند عالم کی رحمت ہے کہ اس نے اس طرح لطف و کرم اور عنایت کی ہے۔ جناب علامہ مجلسیؒ نے اس روایت کی بنیاد پر یہ طریقہ اپنایا کہ چالیس مومنین گواہی دیدیں کہ مجلسیؒ ایک نیک آدمی ہے تاکہ خدائے رحیم ان کی گواہیوں کی برکت سے اس پر رحم نازل فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے پیش آئے۔ آجکل کی موتیں اکثر اچانک ہو جاتی ہیں۔ حرکت قلب بند ہو جانا، سکتہ پڑ جانا اکسیڈینٹ کے ذریعہ موت ہو جانا (خدا اس طرح کی) ناگہانی موت سے تمام مومنین کو محفوظ رکھے۔

آمین یا رب العالمین .

ایسی موت اور ایسی بے خبری کا سفر بہت سخت اور دشوار ہے۔ البتہ اس انسان کیلئے جو آخرت کی فکر میں نہیں تھا اور اسکا تمام ہم و غم اسی دنیا کیلئے تھا۔ لہٰذا خدا کی رحمت کے مراحل و مراتب کو فراموش نہ کیجئے۔ پروردگار! ہمیں ایمان (خود تیرے اوپر، تیرے نبی اور ائمہ ؑ کے اوپر) قرآن، توبہ اور شفاعت سے کسب فیض اور تمسک کی توفیق کرامت فرما۔

توبہ کے بعد مغفرت اور بخشش یقینی ھے

حضرت امیرالمومنین ؑ نے فرمایا ہے:

”من فتح علیه باب التوبة لم یغلق علیه باب

المغفرة"

جس پر توبہ کا دروازہ کھل جائیگا اس پر مغفرت کا

دروازہ بند نہیں ہوتا۔

یعنی اسکی مغفرت اور بخشش بھی ہوجاتی ہے۔ اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ بخشے جاچکے ہیں یا نہیں تو دیکھئے کہ آپ کے اندر توبہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ جب بھی شکستگی کا احساس پیدا ہو سمجھ لیجئے کہ رحمت الٰہی نازل ہونا چاہتی ہے۔ پروردگار ہمیں اپنی رحمت کے توسل سے دل شکستگی عطا فرما۔

العفو ، العفو ،العفو .

معبود خود تو ہی حقوق کی ادائیگی کی توفیق کرامت فرما۔

یا اللّٰہ،یا اللّٰہ،یااللّٰہ،یا اللّٰہ ....

آٹھویں فصل

خداوند عالم کے اسم مبارک "الرحیم" سے مربوط گفتگو جاری تھی اور ہم نے کہا تھا کہ "الرحیم" کی رحمت دنیا و آخرت میں فقط صاحبان ایمان سے مخصوص ہے۔

مومن کو خدا دنیا میں اپنی اِس مخصوص رحمت سے کیا کیا عطا کرتا ہے؟ یہ کل کی گفتگو میں بیان کیا جا چکا ہے (جیسے: ایمان، قرآن، توفیق توبہ وغیرہ) آج بھی کچھ چیزوں کو بیان کیا جائیگا جو خدا مومن کو عطا کرتا ہے۔

وہ عطا جو خدا اپنے بندۂ مومن کو دنیا میں عطا کرتا ہے انمیں سے ایک "حیات طیبہ" ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً . (۱)

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت
بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا

﴿۱﴾ سورۂ نحل: ۹۷

کریں گے۔"

یہ ایک حقیقی نعمت ہے نہ کہ روپیہ پیسہ، حیات طیبہ ہی حقیقی سرمایہ ہے۔

جو بھی صدق دل اور اخلاص نیت کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسکو پاک صاف اور خوشگوار زندگی دنیا میں ہی عطا کردی جاتی ہے دنیا میں زندگی کی وضعیت سے ہر انسان پریشان ہے، فریادی، نالہ کناں، اور کبیدہ خاطر ہے۔نوبت تو یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگ خودکشی کرتے ہیں تاکہ زندگی سے نجات حاصل کرلیں۔ لیکن اگر انسان مومن ہوجائے تو پاک و پاکیزہ اور خوشگوار زندگی اس کو دی جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے کمال رضایت وخوشی سے دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے۔اس آیۂ شریفہ میں بیان شدہ "حیات طیبہ" کے بارے میں معصوم - سے ایک روایت ملتی ہے کہ امام - نے حیات طیبہ کی تفسیر "قناعت کے ساتھ زندگی" سے کی ہے۔قناعت یعنی جو کچھ خدا نے عطا کیا ہے اس پر راضی وخوشنود رہنا۔ جو خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ لالچ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے اس کیلئے جہنم کی طرح :

"هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ"

کیا اور بھی ہے؟

کا کلمہ نہیں ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ؟ فَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ ؟

"جس دن ہم جہنم سے سوال کریں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور مل سکتا ہے؟" (۱)

لیکن جو مومن نہیں ہے وہ حرص و ہوس اور لالچ کی وجہ سے کس قدر زحمت و پریشانی کا شکار ہیں!؟ ان کے یہاں اطمینان ہے ہی نہیں اور ایک ساعت کیلئے بھی آرام سے نہیں رہتے۔ ہمیشہ دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایمان کی علامت قناعت ہے۔ مومن قانع ہے۔ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو خدا نے اس کے ساتھ کیا ہے بھلا ہے۔ اس کو لالچ نہیں ہے اور نتیجہ میں اس کے دامن میں گناہ بھی نہیں ہے۔

ابوذر سے سچا زیر آسمان کوئی نہیں

جناب ابوذر کی داستان پہلے بیان کر چکا ہوں جب جناب ابوذر شام میں رہنے لگے اور مذہب تشیع کی تبلیغ کرنے لگے ابوذر ایک عام مسلمان نہ تھے یہ وہ انسان تھے جن کے بارےمیں تمام مسلمانوں نے حضور ﷺ کی زبان اقدس سے سنا تھا اور یہ خبر سب میں مشہور و معروف تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: آسمان نے ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان پر سایہ نہیں کیا۔ بہر حال حضرت ابوذرؓ مولا علی - کے بارے میں تبلیغ کرنے میں مصروف تھے۔ اس سے معاویہ پریشان تھا۔ آہستہ آہستہ معاویہ اور بنی امیہ کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

﴿۱﴾ ق: ۳۰

معاویہ جو کہ ایک دولت پرست انسان تھا جسکا ایمان فقط مال و مقام تک محدود تھا اس نے سوچا کی ابوذر کو دولت کے ذریعہ بہکایا جاسکتا ہے۔ اس نے اپنے دو چالاک غلاموں کو دوسو اشرفیاں دیں اور کہا کہ اگر تم انہیں ابوذر کو دینے میں کامیاب ہو گئے تو میں تم دونوں کو آزاد کردوں گا۔

دونوں غلام حضرت ابوذرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اشرفیوں کو پیش کیا اور کہا کہ یہ آپ کیلئے ہیں۔ ابوذرؓ نے پوچھا کہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ معاویہ نے دی ہیں۔ ابوذر نے پوچھا کہ یہ معاویہ کے ذاتی مال کا حصہ ہے یا بیت المال سے ہے؟ انہوں نے کہا کہ بیت المال سے۔ جناب ابوذرؓ نے پوچھا کہ کیا ہر مسلمان کو دوسو اشرفیاں دی گئی ہیں؟ جواب دیا کہ نہیں بلکہ آپ کو خصوصی طور پر دی جارہی ہیں کیونکہ آپ نبی کریم ﷺ کے صحابیوں میں سے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں کسی بھی امتیاز یا برتری کا قائل نہیں ہوں اتنے تمام فقراء و مساکین موجود ہیں کیوں سب کے درمیان تقسیم نہیں ہوتی؟

غلاموں نے کہا کہ آپ خود بھی تو محتاج و فقیر ہیں۔ لہٰذا آپ اپنی اس محتاجی کی زندگی کو بدل کر کچھ ساز و سامان مہیا کیجئے۔ جناب ابوذرؓ نے فرمایا جب تک اس جھولی میں مال موجود ہے میں بے نیاز ہوں۔ انہوں نے سوچا کہ شاید جھولی روپے، پیسوں اور سکوں سے پُر ہوگی۔ قریب گئے تو دیکھا کہ دو جو کی روٹیاں ہیں۔ ابوذرؓ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک میرے افطار کیلئے ہے اور ایک سحر کیلئے، جو کہ میرے لئے کافی ہے۔ کل اگر زندہ رہونگا تو خدا خود روزی کا انتظام

کردے گا۔ جو اپنی روزی روٹی رکھتا ہے اسکو اس مال کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے دیکھا کہ معاویہ کے غلام جناب ابوذرؓ کے پاس مال لیکر آئے تھے تا کہ ابوذرؓ کے ایمان کو خرید سکیں مگر خدا نے آپ کو قناعت کا مرتبہ عطا کیا تھا۔ وہ لالچ نہیں کرتے تھے۔

آپ کو کیا معلوم کہ کل بھی زندہ رہیں گے؟ اگر اب سے ایک سال تک بھی اپنے مال و دولت میں سے کھاتے رہیں گے تو کم نہ ہوگا پھر لالچ کس بات کی ہے؟

پروردگارا! تو خود "حیات طیبہ" عنایت فرما! اگر ایمان لے آئیں گے تو خود بخود امن وسکون محسوس کریں گے اور لالچ کی آگ سے بچ نکلیں گے ورنہ تمام عمر جلتے رہیں گے۔

لالچ انسان سے سکون چھین لیتی ہے

رسول اسلام ﷺ نے فرمایا ہے کہ لالچی اگر دو سونے کی نہروں کے درمیان بھی زندگی گذارے تب بھی اس کو سکون نصیب نہیں ہوسکتا۔ یعنی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے لالچ کی آگ اس پر اس قدر حاوی ہو جاتی ہے کہ وہ انسان ہمیشہ اپنے کو محتاج و نیاز مند خیال کرتا ہے۔ اس کی زبان پر ہمیشہ یہی رہتا ہے کہ میرے پاس ہے ہی کیا؟ اگر اسکے پاس سونے کی دو نہریں بھی ہوں جس میں سونا جاری ہو تب بھی وہ ایک تیسری نہر کے چکر میں رہے گا۔ ہاں اگر اس کے دل میں

ایمان گھر کر جائے تو وہ سکون حاصل کر سکتا ہے۔ دعائے کمیل کے فقرات ہیں:

"وَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ بِقِسْمِکَ رَاضِیاً قانعاً".

پروردگارا! جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس پر راضی و قانع بنا دے۔ آمین

شرح صدر بھی نعمت ھے

خداوند متعال کی ان نعمتوں میں سے جو صاحبان ایمان سے مخصوص ہیں، "شرح صدر" بھی ہے۔ جسکی بھی خدا ہدایت چاہتا ہے اس کے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے:

فَمَنْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلاِسْلامِ

"پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتا ہے۔" (۱)

اور اس کے ذریعہ انسان غیب سے متوسل اور بزرگ شناس ہو جاتا ہے اور نتیجہ میں شرح صدر کی بدولت خود بھی بزرگ ہو جاتا ہے۔

اس رحیم و کریم نے ایک مفصل اور طویل دستر خوان بچھا دیا ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ جو جتنا چاہے لے سکتا ہے۔ خدا ہم سب کو توفیق دے کہ زیادہ سے

---

(۱) انعام: ۱۲۵

زیادہ نورِ علم و معرفت حاصل کریں تا کہ روشن آفتاب کی مانند سب کو فیض پہنچائیں۔

حضرت علی - صاحبان ایمان کی شناخت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"یرون المغنم مغرما والمغرم مغنماً"

''جس چیز کو دوسرے غنیمت سمجھتے ہیں صاحبان ایمان اسکو مضر فرض کرتے ہیں اور جس کو دوسرے نقصان دہ تصور کرتے ہیں صاحبان ایمان اسکو غنیمت سمجھتے ہیں''۔

اس قدر شرح صدر پایا جاتا ہے کہ جو کام خدا کیلئے ہو اس کو کام سمجھتے ہیں اور جو کام ہوا و ہوس اور خواہشات نفس کی وجہ سے ہو اس کو کام نہیں سمجھتے بلکہ برباد و بیکار گردانتے ہیں۔

حقیقی مومن جب کسی بھیڑ کو دیکھتا ہے تو اس کو ہنسی آ جاتی ہے۔ دل ہی دل میں کہتا ہے کہ آخر یہ کس چیز کے چکر میں ہیں۔ صبح سے شام تک کس خیال میں رہتے ہیں حساب و کتاب کے کاغذات کو رات دیر تک چیک کرتے رہتے ہیں۔ آخر اپنے نامۂ اعمال کی تحقیق کیوں نہیں کرتے؟

مومن کا فریضہ ہے کہ اپنے نامہ اعمال کو ہر روز صبح کے وقت چیک کرے کہ آج کون سا گناہ سرزد ہوا ہے اور کون سا واجب عمل چھوٹا ہے۔ جسکا شرح صدر

نہ ہوا ہوگا وہ اس قسم کے مطالب ومفاہیم سوچ ہی نہیں سکتا۔

ایک داستان

ایک شخص نے ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ ایک رات میں نے عالم واقعہ میں ایک بہشت برزخی کے باغ کا عجیب وغریب منظر دیکھا۔ اپنے زبردست محل، چوڑی چوڑی سڑکیں، اونچے اونچے درخت، مختلف الانواع پھل اور عمارت کی چوٹی پر ایک بزرگ، کمال عظمت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اسی ہنگام میں متوجہ ہوا کہ بہر حال یہ دنیوی وضعیت نہیں ہے۔ میں پریشان تھا کہ آخر یہ کون ہیں؟ میں نے خدا سے لو لگائی کہ میں یہ سمجھ سکوں کہ یہ آخر کون سے بزرگ ہیں؟ اچانک ان بزرگوار نے خود کہا کہ ''اَنَا الْحَمَّال'' میں دنیا میں مزدور تھا۔ ان لوگوں میں سے تھا جو سامان پیٹھ پر لاد کر ادھر ادھر لے جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل وحقیر ہوتے ہیں اور یہ پست ترین مشغلہ ہوتا ہے۔ آخرت کا حساب وکتاب دنیا سے جدا ہے۔ یہاں معیار کچھ اور ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو خدا نے اس مرتبہ پر کیسے فائز کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایمان اور عمل کی وجہ سے۔ میں نے کبھی کوئی واجب نہیں چھوڑا اور کبھی کوئی حرام کام نہیں کیا اور کسی کا بھی حق ضائع نہیں کیا۔ بالخصوص میں تین نیکیاں پابندی سے کیا کرتا تھا اور وہ پروردگار نے قبول بھی کر لی ہیں:

نماز جماعت :

اس کیلئے میں نے کسی قسم کے فائدہ کی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ نماز، جماعت سے پڑھی۔ میں نے کبھی نہ سوچا کہ اس وقت گراہک ہیں بلکہ ہمیشہ دل میں یہی رہا کہ سب سے بہتر گراہک خدا ہے۔ میں فانی گراہک کو چھوڑ کر باقی وابدی گراہک کا دامن تھام لیتا تھا۔

اول وقت نماز اور خدا سے معاملہ

نماز مغرب کا اول وقت ہے دو خریدار اور گراہک آپ کے سامنے ہیں۔ایک خدا اور دوسرا شیطان۔یہ آپکو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں چن لیجئے۔مسجد چلے جایئے یا سینما۔

مومن الٰهی چراغ کے سهارے چلتا هے

ایمان کے آثار وعلامت میں سے ایک یہ ہے کہ مومن کو خدا ایک تابناک چراغ کے ذریعہ روشن ومنور کر دیتا ہے کہ جسکی بدولت مومن اپنے راستوں کو مشخص اور معین کرتا ہے :

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْراً
يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهٗ فِي الظُّلُمَاتِ
لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا

''کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا
اوراس کیلئے ایک نور قرار دیا کہ جس کے سہارے
وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، اس کی مثال شخص
جیسی ہوسکتی ہے جوتاریکیوں میں ہواوران سے نکل
بھی نہ سکتا ہو۔''(۱)

دوسرے ہوا و ہوس کی تاریکی کا شکار ہیں۔انکی زندگی کا کوئی واضح و آشکار ہدف و مقصد نہیں ہے۔لیکن مومن کے پاس ایک چراغ ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی زندگی کے مقصد کو تشخیص دیتا ہے۔اس کی تمنا ہوتی ہے کہ خدائے رحمٰن و رحیم کی کوئی خدمت کرسکے۔لہٰذا ہر نیک کام، عمل خیر اور فعل حسن انجام دیتا ہے۔ دوسروں کی مشکلات حل کرتا ہے۔دوسروں کے حقوق کو ادا کرتا ہے تاکہ خدا اسکو بخش دے۔اسکا مقصد و ہدف واضح ہے۔وہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے؟

ایک لکھ پتی آدمی سے پوچھئے کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ تو جواب میں یہی کہے گا کہ میرا سرمایہ دوگنا ہوجائے۔ٹھیک ہے، لیکن جب اس کا مال لاکھ کی عدد سے کروڑ ہوگیا ہو، تب پوچھئے کہ اب کیا چاہتے ہو؟تو وہ کہے گا کہ ایک کروڑ کا دو کروڑ ہو جائے۔دوکروڑ کا چار کروڑ اور چار کروڑ آٹھ کروڑ ہو جائے۔آخر کار اس

﴿۱﴾ انعام: ۱۲۲

سے پوچھئے کہ پیسہ جمع کرنے سے مقصد تمہارا کیا ہے؟ تو کچھ بھی جواب نہ ہوگا۔ فقط اس کی تمام فکر اور ہم وغم پیسے اور بس پیسے تک محدود ہے۔مگر سوچئے کہ وہ اس پیسے میں سے کتنا اپنے ساتھ لیجائے گا۔ اور اس چکر میں اتنا اندھا ہوجاتا ہے کہ اگر مرتے وقت بھی اس سے پوچھا جائے کہ کیا چاہتے ہوتو وہ یہی کہے گا کہ دل چاہتا ہے فلاں مقدار میں پیسہ جمع ہوتو موت آئے ۔ انصاف سے بتایئے کہ یہ اندھاپن ہے یانہیں؟ لاش خوراس کے مال ومتاع اور سرمایہ کو آپس میں بانٹ لیں گے۔لیکن اس پیسہ کی وجہ سے وہ قبر میں کن کن دشواریوں سے دوچار ہوگا خدا ہی جانتا ہے۔ مال دنیا میں سے وہ کچھ بھی اپنے ساتھ نہ لیجا سکے گا بلکہ اس کو ننگا کرکے قبر میں ڈال دیا جائیگا ۔مگر مومن جانتا ہے کہ اسکو کیا کرنا ہے؟ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے؟ آخرت میں کیا ہونے والا ہے؟ اس کی تمام حرکات وسکنات کا ہدف کیا ہے؟ اور مقصد کوصرف نور ہی کے ذریعہ سے مشخص کیا جاسکتا ہے اور نور خدا فقط صاحبان ایمان کوعطا کرتا ہے :

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ
اِلَى النُّوْرِ . (۱)

"اللہ صاحبان ایمان کا ولی ہے وہ انھیں تاریکیوں
سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔"

---

(۱) بقرہ: ۲۵۷

اے خدا! تیری بارگاہ میں اس قدر نعمات وعطیات ہیں اور ہم فقیر ومفلس ہیں۔ پروردگار! ہمیں اس ماہ میں نور علم ومعرفت سے منور فرما۔ ہمیں شرح صدر کی دولت عطا فرما تاکہ ہم واقعیات کو درک کرسکیں، حقائق کو پہچان سکیں۔ اے خدا! ہمیں قناعت عطا فرما۔ حیات طیبہ عنایت فرما اور مقام تسلیم و رضا پر فائز فرما! آمین

دعائے ابوحمزہ ثمالی میں ہے:

"اَیْنَ عَطَایَاکَ الْفَاضِلَةُ اَیْنَ مَوَاهِبُکَ الْهَنِیْئَةُ اَیْنَ صَنَائِعُکَ السَّنِیَّةُ اَیْنَ فَضْلُکَ الْعَظِیْمُ اَیْنَ مَنُّکَ الْجَسِیْمُ اَیْنَ اِحْسَانُکَ الْقَدِیْمُ اَیْنَ کَرَمُکَ یَا کَرِیْمُ".

"کہاں ہے تیرا عظیم عطیہ؟ کہاں ہے بہترین تحفہ؟ کہاں ہے تیرا قیمتی ہبہ؟ کہاں ہے تیرا عظیم فضل؟ کہاں ہے تیری نعمت بزرگ؟ کہاں ہے تیرا قدیم احسان؟ کہاں ہے تیرا کرم، اے کریم؟

ملائکہ مومنین پر سلام بھیجتے ہیں

ابھی تک جتنی بھی نعمتوں کا تذکرہ تھا وہ سب دنیوی تھیں۔ وہ نعمتیں جو خدا برزخ میں عطا فرمائے گا وہ بیان سے باہر ہیں۔ کس قدر نعمتیں ہوں گی کتنے انعام و اکرام ہوں گے!؟ دس ہزار ملک مبارک باد اور خوش آمدید کیلئے آئیں گے۔ جو قصر

مومن کیلئے ہو گا اس میں ہزار دروازے ہو نگے اور دس ہزار فرشتے ہر دروازے سے مومن کی اجازت سے اس کے پاس آئیں گے اور سلام بھیجیں گے:

وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. (۱)

اور ملائکہ ان کے پاس ہر دروازے سے حاضری دیں گے۔ کہیں گے: تم پر سلامتی ہو۔ تم نے صبر کیا ہے اور آخرت کا گھر تمہاری بہترین منزل ہے۔"

ملائکہ کہیں گے کہ خدائے رحیم و کریم کا تم پر سلام ہو:

سَلَامٌ قَوْلاً مِنْ رَبٍّ رَّحِيمٍ (۲)

"ان کے حق میں ان کے مہربان پروردگار کا قول صرف سلامتی ہوگا۔"

مومن جو چاهے گا اسے مل جائیگا

آخرت میں مومن سے مخصوص نعمتوں میں سے ایک یہ ہے:

لَهُمْ مَايَشَآؤُنَ فِيهَا. وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ.

"وہاں ان کیلئے جو کچھ بھی چاہیں گے سب حاضر

﴿۱﴾ رعد: ۲۳و۲۴

﴿۲﴾ یس: ۵۸

رہے گا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔" (۱)

دنیا میں کون ہے جو اپنے ارادوں تک پہنچ جائے؟ کوئی بھی اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا لیکن یہ سلطنت اور یہ اختیار مومن کو جنت میں حاصل ہوگا۔ وہ جس چیز کو بھی جب بھی چاہے گا اسکو مل جائیگی۔ کیونکہ دنیا میں اسنے اپنی خواہشات اور میلانات و رجحانات کو چھوڑ کر خدا کی فرمانبردای کی ہے۔ اس لئے خدا بھی اسے ابدی حکومت عطا کردے گا۔ ایک چالیس پچاس سال کی زندگی بندے نے خدا کی اطاعت میں گذاری اور اس کے سامنے خاضع و خاشع رہا۔ مرتے ہی یہ بندہ آقا اور مولا ہو جائیگا۔ اس سے کہا جائیگا کہ آج اللہ کا دن ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو بڑے بڑے مقامات سے نوازے گا۔

ساعت مرگ یوم اللہ ھے

قرآن مجید میں ہے:

"وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ" (۲)

"انھیں خدائی دنوں کی یاد دلائیں"۔

دنیا میں تمہارے دن ہیں جو چاہو کرو ایک دن وہ بھی آئے گا جب تمہارے اختیارات ختم ہو چکے ہونگے وہی دن ہوگا جب خدا کے علاوہ کسی کا زور نہ

﴿۱﴾ ق:۳۵

﴿۲﴾ ابراہیم:۵

چلے گا۔ لہٰذا دنیا میں ایسے کام کیجئے جو اللہ چاہتا ہے۔ تا کہ وہ ایام اللہ میں آپکی مولائی کرے اور آپکو اپنی رحمت و مغفرت کے سایہ میں رکھے:

ذٰلِکَ بِـاَنَّ اللهَ مَـوْلَـى الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا وَ اَنَّ الكَافِرِيْنَ لَامَوْلٰى لَهُمْ .(۱)

یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ، صاحبان ایمان کا مولا اور سرپرست ہے اور کافروں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے۔"

آج یہ ہاتھ آزاد ہیں ایک وہ دن بھی آئے گا جب یہ ہاتھ کفن میں بندھے ہونگے۔ جب تک یہ ہاتھ اور آواز، آزاد ہے، ہاتھ اٹھا کر کہئے:

الٰھی العفو، الٰھی العفو

استغفر اللہ ذو الجلال والاکرام

من جمیع الذنوب والآثام.

﴿۱﴾ محمد: ۱۱

نویں فصل

ہر بات سے پہلے اور بعد میں حمد خدا

آیہ کریمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے متعلق کافی مقدار میں گفتگو ہوچکی ہے۔بسم اللہ کے بعد سورہ حمد کی سب سے پہلی آیت:

" الحمد للہ رب العالمین ".

ہے۔

خداوند عالم کی حمد وثنا نہج البلاغہ کے خطبوں میں کافی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تمام بزرگان دین کا رویہ ہی یہ تھا کہ اپنی گفتگو کا آغاز "بسم اللہ اور حمد و ثناء الٰہی" سے کیا کرتے تھے۔

شرح "صحیفۂ سجادیہ" میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت آدم - کی خلقت کامل ہوگئی۔ تو آپکو چھینک آئی اور از راہ الہام خداوندی انہوں نے برجستہ اپنی زبان پر:

"الحمد للہ رب العالمین"

کا فقرہ جاری فرمایا۔ ہمارے جد حضرت آدم - نے دنیا میں آکر جو سب سے پہلا کلام کیا وہ "رب العالمین" کی حمد ہی ہے۔جنتی افراد کی زبان پر جنت میں مستقر

ہو جانے کے بعد جو سب سے پہلا جملہ جاری ہوگا وہ حمد پروردگار ہی ہے:

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ (۱)

''اور ان کا آخری بیان یہ ہوگا کہ ساری تعریف خدائے رب العالمین کیلئے ہے''۔

قرآن مجید میں بھی روز وشب اور صبح وشام حمدِ خدا کرنے کی تاکید کی گئی ہے:

'' وَ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً . '' (۲)

''اور صبح وشام اس کی تسبیح کیا کرو۔''

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا . (۳)

''اور طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح کریں۔''

پیغمبر اسلام ﷺ کی رحلت کے آخری سال جب سورہ نصر نازل ہوا اور حضور ﷺ کو:

''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ''

﴿۱﴾ یونس: ۱۰

﴿۲﴾ احزاب: ۴۱

﴿۳﴾ ق: ۳۹

''اور اپنے رب کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں۔''(۱)

کا دستور صادر کیا گیا تو روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ہر حالت میں خواہ کھڑے ہوں یا بیٹھے، چل رہے ہوں یا محو خواب ہمیشہ :

''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ.''

کی تسبیح رہتی تھی۔ یہاں تک کہ حالت نماز میں بھی یہ ذکر تلاوت فرماتے تھے۔ پوچھا گیا کہ یہ ذکر آپ اس قدر کیوں فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: مجھے خبر دی گئی ہے کہ میری موت کا وقت قریب ہے اور مجھے یہ تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اجرو ثوابِ حمد الٰھی

حمد خدا اور ﴿الحمد للہ رب العالمین﴾ جیسے بابرکت جملے کیلئے جو اجروثواب ہے۔ اس کو تو آپ نے بارہا سنا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک معتبر روایت ملاحظہ ہو: شیخ صدوق ؒ نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی ''الحمدللہ کما ھو اھلہ'' کا فقرہ دہرائے تو اس کا اس قدر ثواب ہے کہ ''کراماً کاتبین'' اس کو لکھنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ وہ کہیں گے پروردگار! اس کا کیا اجروثواب لکھیں؟ ہمیں معلوم ہی

﴿۱﴾ نصر: ۳

نہیں۔ تو ندائے غیبی آئے گی کہ اس بندہ کے نامہ اعمال میں تم یہی فقرہ لکھدو اسکا ثواب میں خود عطا کرونگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ حمد اس قدر اہم کیوں ہے ۔ لہٰذا ﴿ الحمد للہ رب العالمین ﴾ کے معنی کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر الحمد کو کوئی نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں عمداً ترک کردے تو اس کی نماز باطل ہے۔ آخر حمد کیا ہے جسکی اس قدر تاکید ہے؟ کمالات کی بدولت مدح کرنے کو حمد کہا جاتا ہے۔ البتہ کمال کبھی ذاتی ہوتا ہے۔ یعنی مطلب یہ کہ اس کی ذات میں کوئی عیب نہیں ہے۔ یا کبھی کمال صفاتی ہوتا ہے مثلاً اسکا علم کامل ہو کہ کوئی بھی موجود اسکے علم سے باہر نہ ہو:

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ
وَلَا فِي الْاَرْضِ. (۱)

''اس کے علم سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ دور نہیں ہے۔''

یا یہ کہ اس کے حلم یا علم پر اس کی حمد کرنا یا اس کی بے پایاں قدرت پر جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ مقدار۔

کبھی حمد وثنا افعال کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ مثلاً کرم کرنا، بخش دینا، جیسے

﴿۱﴾ سبا: ۳

کوئی انسان کافر ہے مگر اسکا کفر خداوند عالم کی رحم وکرم میں مانع نہیں ہے۔انسان گناہ کرتا ہے مگر وہ بخش دیتا ہے۔جبکہ اگر چاہے تو خدا اسکو سزا دے سکتا ہے۔

بہر حال اسکی حمد وثنا یا تو ذات کی بنیاد پر ہوتی ہے یا صفات وافعال کی بنیاد پر۔

تمام کائنات اللہ کی مدح کرتی ہے۔لیکن انسان کو اس سے بھی زیادہ کرنی چاہیے۔ایک دقیق بات نہایت سادہ الفاظ میں بیان کی جارہی ہے کہ: خیال رہے کہ قرآن مجید میں ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ'' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فقط زبان سے ''اَلْحَمْدُ لله'' کہہ دیا جائے۔بلکہ جو زبان سے کہہ رہے ہیں اس کے معنی و مطلب پہلے سمجھ لیں۔

معرفت کے بغیر صرف زبان سے ''الحمد لله'' کہتے رہنا جیسا کہ تمام کائنات زبان حال سے ''الحمد لله'' اور '' سبحان الله'' کی تسبیح کرتی ہے، قلبی رجحان اور اس کے معنی میں غور وفکر کے بغیر ایسی حمد وثنا کے فوائد کم ہیں۔قرآن مجید میں اعلان ہو رہا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ .(۱)

''اور کوئی شی ایسی نہیں ہے جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو

---

(۱) اسراء: ۴۴

یہ اور بات ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔"

دنیا کی کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو تسبیح پروردگار نہ کرتی ہو۔ یہاں تک کہ خود ہمارا گوشت و پوست ،جسم و بدن ،درخت کے پتے ،صحرا کے ذرات ، بارش کے قطرات ،غرض تمام چھوٹی بڑی مخلوق "سبحان اللہ و الحمد للہ" کی تسبیح کرتی رہتی ہے لیکن ہم ان کی تسبیح سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔

اس سلسلہ میں محققین کے بہت کچھ نظریات پائے جاتے ہیں۔ بالخصوص خواجہ نصیر الدین طوسی دلچسپ نظریات کے حامل ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ علم و شعور صرف انسان سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں بھی وجود ہے وہاں شعور بھی ہے۔ البتہ ہر چیز کا شعور اس کے لحاظ سے ہے۔ جو جتنا قوی ہے اسکا ادراک وشعور اتنا ہی پختہ ہے اور جو وجود کے اعتبار سے ضعیف ہے اس کا ادراک وشعور بھی کمزور اور ضعیف ہے۔ مثلاً گھاس پھوس جن کے بارے میں خیال یہ ہے کہ یہ شعور نہیں رکھتے ، ایسا نہیں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ بھی شعور رکھتے ہیں۔

وہ چھوٹے چھوٹے پیڑ پودے جو بڑے بڑے درختوں کی جڑ میں اُگ آتے ہیں جیسے ہی وہ درخت کی شاخوں اور ڈالوں پر چڑھتے ہیں تو منحنی اور منحرف ہو جاتے ہیں تاکہ سورج کی روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں جو کہ ان کے شعور و ادراک کی دلیل ہے۔ یا غور طلب ہے کہ وہ بڑے بڑے درخت جو نہر یا تالاب کے کنارے ہوتے ہیں ان کی جڑیں پانی کی طرف ہوتی ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ درخت بھی جانتا ہے کہ پانی مایۂ حیات ہے۔

مشہور ہے کہ کدو کی بیل اگر درمیان میں کسی رکاوٹ سے دوچار ہوتی ہے تو ٹیڑھی ہو کر خودبخود راستہ نکال لیتی ہے۔ یہ تمام مثالیں دلیل ہیں کہ نباتات کو بھی شعور و ادراک حاصل ہے۔

خونخوار پیڑ

طنطاوی مصری نے اپنی تفسیر میں عجیب وغریب انکشاف تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک ایسے درخت کی کھوج نکالی گئی ہے جس کے پتے اس قدر حساس ہیں کہ جب بھی کوئی پرندہ اس پر بیٹھتا ہے وہ سکڑ جاتے ہیں اور اس کو دبوچ لیتے ہیں اور اسکو اس قدر بھینچتے ہیں کہ اسکا سارا خون چوس لیتے ہیں اور جب اس کو چھوڑتے ہیں تو وہ پرندہ بے جان ہو کر گر جاتا ہے۔ اس درخت کو اہل عرب ''مفترس'' (خونخوار و درندہ) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

کھجور کے درختوں میں بھی معاشقہ ہے

کھجور کے پیڑوں کا شعور بھی عجیب وغریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کھجور کے نر اور مادہ درخت کے مابین معاشقہ دیکھا گیا ہے۔ اس طرح کہ کچھ مہینوں کے بعد دو درخت جن کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے وہ آپس میں آہستہ آہستہ ملتے ہیں۔ بہرحال ان تمام باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نباتات بھی ادراک وشعور رکھتے ہیں البتہ نباتات کا شعور حیوانات سے کم ہوتا ہے اس لئے کہ انکا مرتبہ حیوانات سے کم ہے۔

شہد کی مکھی تجربہ کار انجینئر

حیوان بھی وجود کے اعتبار سے جس قدر قوی ہوگا اس کا شعور بھی اسی قدر پختہ ہوگا۔ اسی میں سے ایک شہد کی مکھی ہے جسکے بارے میں اعلان ہوتا ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتاً وَمِنَ الشَّجَرِوَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلَلاً . (۱)

''اور تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو اشارہ دیا کہ پہاڑوں اوردرختوں اور گھروں کی بلندیوں میں اپنے گھر بنائے۔ اس کے بعد مختلف پھلوں سے غذا حاصل کرے اور نرمی کے ساتھ خدائی راستے پر چلے۔''

شہد کی مکھی جو انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی نہیں ہے مگر کتنا شعور رکھتی ہے؟ درحقیقت انجینئرنگ میں استاد ہے۔ اس کے بنائے ہوئے گھروں کو دیکھئے تو پتہ چلے گا کہ وہ اپنے گھونسلوں کو چوکور یا تکون نہیں بناتی بلکہ چھکونا بناتی ہے۔ تحقیق یہ بتاتی ہے کہ چھ جہتی مکان شہد رکھنے کیلئے بہترین اور کم مصرف جگہ

﴿۱﴾ نحل: ۶۸و۶۹

ہے۔سوچیۓ کون ہے دنیامیں ایسامعمار اور انجینئر جو اس بلا کی ہوش مندی اور ذہانت سے گھر بناتا ہو اور کم خرچ میں اس قدر مفید اور وسیع مکان تعمیر کر لیتا ہو وہ بھی نہ کسی مشین کے ذریعہ اور نہ کسی اوزار و آلات سے بلکہ خود اپنے انھیں ہاتھ اور پاؤں کے ذریعہ جو خدا نے اسے عطا کئے ہیں۔ ایسے موقع پر دل سے نکلتا ہے کہ واقعاً تمام تعریفیں اللہ سے ہی مخصوص ہیں۔

شہد کی مکھی صبح کو جب اپنے بسیرے سے نکلتی ہے تو وہ یہ جانتی ہے کہ کس پھول پتی اور گھاس پھوس پر اسکو جانا چاہیے۔ کہاں سے تغذیہ کرنا چاہیے اور شہد پیدا کرنا چاہیے۔ اور جب وہ اپنے چھتے کی طرف واپس ہوتی ہے تو یہ کئی ہزار مکھیاں ایک ساتھ واپس ہوتی ہیں جنھیں گنے چنے چند چھتوں میں جانا ہے۔ مگر نہ کوئی لڑائی جھگڑا اور نہ کوئی غلطی سے کسی دوسرے کے چھتے میں جاتی ہے جبکہ سب کے سب چھتے ایک جیسے ہیں۔ اور ایسے موقع پر نہ جانے انسان کتنی مرتبہ دھوکا کھاجاتا ہے اور غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔

اپنے اسرار اور طریقہ کار کی حفاظت

تحریر کیا جاتا ہے کہ اسکندر نے ایک مرتبہ یونانی محققین سے کہا کہ شہد کی مکھیاں اپنے چھتوں میں کس طرح شہد بناتی ہیں ہمیں اسکی کوئی خبر نہیں۔ آیا ممکن ہے کہ ہم ان کے شہد بنانے کی کیفیت سے باخبر ہوسکیں۔ محققین نے جواب دیا کہ چھتوں کے اندر تو دسترسی ناممکن ہے۔ ہاں ! البتہ چھتوں کے باہر اس انداز سے

آئینے اور شیشے فٹ کردئی جائیں کہ اندر کی کیفیت دیکھی جاسکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سب نے یہ دیکھا کہ مکھیوں نے آئینوں کو اتنا گندہ اور کثیف کردیا ہے کہ اسمیں کچھ دکھائی نہیں پڑتا۔آپ غور فرمائیں کہ مکھیوں کا یہ عمل ان کے شعور کی کس بلندی کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ اب تو آدمی کو ہوش آجانا چاہیے کہ حیوانات بھی خدا کی حمد وتعریف میں مصروف ہیں۔کوئی یہ نہ کہے کہ حیوانات جن کو شعور نہیں ہوتا وہ کس طرح خدا کی حمد وثنا کرسکتے ہیں۔نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھی شعور رکھتے ہیں۔ وہ انسان جو سر سے پیر تک خدا کی نعمتوں میں غرق ہے۔قوت فکرو تعقل سے مالا مال ہے مگر شکر نہیں کرتا، خدا کی حمد وثنا نہیں بجالاتا ایسا انسان حیوانات سے بھی پست اور درحقیقت بے شعور ہے۔

حیوانات کو اذیت نہ دیجئے

ایک روایت میرے ذہن میں آگئی ہے جو کہ شریعت اسلامی میں حیوانات پالنے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔وہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے دو چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

(۱) حیوانات کو داغ کرنا، جلانا:

گذشتہ زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ حیوان کی حفاظت اور اسکو گم ہونے یا بدل جانے سے بچانے کیلئے اس کے کسی عضو پر آگ سے جلا کر نشان بنادیا جاتا تھا۔ اور یہ عمل اسلام میں حرام ہے۔

(۲) حیوان کو تھپڑ مارنا :

جب اسلامی احکام میں حیوان کو طمانچہ مارنا حرام ہے تو پھر انسان کو مارنا ؟ وہ لوگ جو اپنے بے زبان بچوں کو مارتے پیٹتے ہیں ان کے پاس اسکا کیا جواب ہے؟ جبکہ اگر وہ جگہ جہاں طمانچہ مارا ہے سیاہ ہوگئی چار مثقال اور اگر سرخ ہوگئی تو دو مثقال سونا دیت کے طور پر دینا واجب ہو جاتا ہے۔

جبکہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے جانوروں کو داغ مت کرو اور ان کو تھپٹر نہ مارو اس لئے کہ وہ اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس کی تسبیح پڑھتے ہیں تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نہ جانے کتنے ایسے سوار ہیں کہ ان کی سواریاں ان سے بہتر ہیں۔ کتنے ایسے سوار ہونگے جن کی سواریاں اور گدھے جو ان کے پیروں کے نیچے ہیں مگر سوار پر کئی گنا شرف رکھتے ہونگے۔ اور یہ وہی انسان ہے جس کی سواری الحمد للہ اور سبحان اللہ کا ورد کرتی ہے۔ مگر خود سوار گالی گلوچ اور ناروا باتیں کہتا ہے۔ گدھا تو بہرحال نہ کسی کو کوئی غلط بات کہتا ہے اور نہ ہی کسی کی غیبت کرتا ہے۔ نہ ہی کسی کی توہین کرتا ہے۔ لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ ایسے پست انسانوں کی سواری بننے کے بجائے ایسے پست، مردم آزار اور منکر خدا انسانوں پر سوار ہو۔

بہرحال فی الحال حیوانات کے شعور کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کس طرح حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بحث آئندہ کی جائے گی۔

جانوروں میں بھی پارٹیاں ہیں

کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ یہ پرندے جو آپ کے سروں کے اوپر پرواز کر رہے ہیں شعور نہیں رکھتے !؟ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہر پرندہ اور جاندار، انسانوں کی طرح گروہ گروہ ہیں :

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِیْ الْاَرْضِ وَ لَا طَائِرٍ یُطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ. مَا فَرَّطْنَا فِیْ الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ .(۱)

’’اور زمین میں کوئی بھی رینگنے والا یا دونوں پروں سے پرواز کرنے والا طائر ایسا نہیں ہے جو اپنی جگہ پر تمہاری طرح کی جماعت نہ رکھتا ہو۔ ہم نے کتاب میں کسی شی کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی۔‘‘

تمام چرند پرند اور جانور تمہاری طرح امتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب حمد الٰہی کرتے ہیں اور سب کے سب شعور رکھتے ہیں۔

ہدہد کا شعور

جب جناب سلیمانؑ نے خود چاہا کہ اپنی چٹائی کے ساتھ پرواز کریں

﴿۱﴾ انعام : ۳۸

تو پرندوں کو حکم دیا کہ وہ سایہ کریں۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ چٹائی کے ایک حصہ پر دھوپ آ رہی ہے تو معلوم ہوا کہ ایک پرندہ غائب ہے اور اپنی ذمہ داری کو انجام نہیں دے رہا ہے۔ کھوج کے بعد پتہ چلا کہ ''ہدہد'' غائب ہے آپ نے اس کو سخت سزا دینے کی ٹھان لی اور فرمایا:

''میں یا تو اس کو مار ڈالوں گا یا سخت سزا دوں گا یا یہ کہ
اپنے غائب ہونے کا کوئی معقول عذر پیش کرے۔'' (۱)

اسی دوران ہدہد آ پہنچا اور ایک معقول عذر اور خوشخبری لیکر آیا کہ جسے سنتے ہی جناب سلیمان ـ کا سارا غصہ کافور ہو گیا اور انہوں نے ہدہد کو معاف کر دیا۔ ہدہد کہنے لگا کہ میں سیر کرتا ہوا شہر سبا پہنچا۔ یہ ایک گھنی مملکت ہے جہاں نعمتوں کی فراوانی ہے۔ انکی سردار و سلطان ایک عورت ہے۔ مگر سب کے سب سورج کو پوجتے ہیں اور آفتاب کے خالق سے غافل ہیں۔

سلیمان ـ نے کہا: جاؤ میرا بھی ایک پیغام ان تک پہنچا دو۔ ایک خط ''بلقیس''، ملکۂ سبا کے نام لکھا کہ:

میرا خط ملتے ہی فوراً اپنے پیرو کاروں کے ساتھ
میرے پاس آ جاؤ۔ اور سب کے سب اسلام قبول
کرو ورنہ ایک عظیم لشکر تمہاری طرف بھیجنے

﴿۱﴾ نمل: ۲۰

والا ہوں۔

خط ہدہد کے حوالے کیا تا کہ ملک سبا لیجائے۔ ہدہد نے وہ خط باحفاظت، تمام راستے زحمتوں کا سامنا کر کے تخت بلقیس پر اس کے سامنے ڈال دیا۔ اس داستان سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حیوانات کے یہاں بھی شعور پایا جاتا ہے۔ یہ کہانی قرآن مجید میں بھی ذکر ہوئی ہے۔

بلی جو کبوتر کھا گئی

مرحوم حاجی نوری دار السلام میں تحریر فرماتے ہیں: نجف اشرف کے ایک عالم دین کا بیان ہے کہ میرے گھر میں ایک کبوتر تھا۔ ایک بلی بھی اکثر ہمارے گھر میں آجایا کرتی تھی۔ ایک دن اس بلی نے اس کبوتر پر حملہ کردیا اور اسکو کھا گئی۔ گھر والوں نے اسکا پیچھا کیا مگر اس کو نہ پا سکے۔ میں نے بھی ایک ڈنڈا چھپا کر اپنے پاس رکھ لیا کہ جیسے ہی وہ آئے گی اس کی خبر لوں گا۔ مگر کئی دن گذر گئے اور وہ بلی نہیں آئی چونکہ اس کو شعور ہے اور وہ جانتی ہے کہ جہاں چوری اور خیانت کی ہے وہاں اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے نہیں جانا چاہیے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ دبے پاؤں ڈرتے ڈرتے آہستہ آہستہ آرہی ہے میں نے اپنے کو پوشیدہ کرلیا کہ کہیں اسے میری آہٹ محسوس نہ ہو جائے اور وہ بھاگ جائے کمرہ میں پردے کے پیچھے میں نے اپنے کو چھپا لیا۔ بلی کتاب خانہ میں گئی۔ میں بھی اسکے پیچھے پیچھے چلا گیا اور دروازے بند کردیئے۔ بلی نے جیسے ہی دیکھا کہ سارے دروازے بند

ہو چکے اور میں ڈنڈا لیکر اس کی طرف آرہا ہوں وہ اچھلی اور کتابوں کے اوپر دوڑنے لگی یہاں تک کہ قرآن مجید کے نزدیک گئی اور اپنے ہاتھوں اور پنجوں کو قرآن پر رکھدیا گویا اس نے قرآن مجید کی پناہ لی۔

میں نے جیسے ہی یہ دیکھا کہ اس جانور نے قرآن کی پناہ لے لی ہے لکڑی کو پھینک دیا اور دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی بلی فرار کرگئی۔ لیکن اسکی یہ توبہ سچی تھی اس لئے کہ اس کے بعد اس نے ہمارے گھر میں خیانت نہیں کی۔ نہ کبوتر لیکر گئی نہ گوشت نہ مچھلی، کچھ نہیں۔ یہ ہے حیوانات کا شعور اور انکا ادراک۔

حیوانات اور دیگر مخلوقات و موجودات کی حمد و تسبیح کی کیفیت انشاء اللہ بعد میں بیان کی جائے گی اور یہ بھی بعد میں عرض کیا جائیگا کہ وہ تسبیح و تمجید کہ جس کا انسانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ کیا ہے؟

پروردگار! ہمیں اپنی عظمت کے ادراک اور نعمتوں کی شناخت کی توفیق کرامت فرما۔

درندوں کا ائمہ طاهرین ٪ کے سامنے خضوع

بحار الانوار میں ہے کہ متوکل عباسی نے اپنے اہل کاروں کو تاکید کی کہ امام دہم حضرت علی نقی - کو "بـــرکة السبـــاع" میں ڈال دیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں بھوکے پیاسے وحشی جانور رہتے تھے۔ تاکہ وہ امام - کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ اس کے نوکروں نے ایسا ہی کیا۔ مگر دیکھا کہ آپ کے اس جگہ

پہنچتے ہی تمام درندے آپ کے چاروں طرف اکٹھا ہو گئے اور آپ کے قدموں پر سر رکھدیا اور عجب شان سے آپ کا احترام واکرام کرنے لگے۔

جی ہاں! یہ جانور ہیں جو متوکل اور اس کے نوکروں سے بدرجہا بہتر و افضل ہیں۔

بہت سے جانور اپنی مشکلات کے وقت ائمہ طاہرین ؑ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کی شہادت کے بعد اپنی مشکلات ، ان کی قبروں سے توسل کر کے حل کر لیا کرتے تھے۔ امیر المومنین ؑ کی شہادت کے ایام قریب ہیں۔ اسی لئے آج کی تقریر ایک ایسے قصہ پر تمام کرنا چاہتا ہوں" جسکو فرحة العزی" نامی کتاب میں نقل کیا گیا ہے۔

زخمی شیر، قبر علی ؑ پر

اکابر شیعہ میں سے ایک کا بیان ہے کہ ایک رات مولا امیر المومنین ؑ کی قبر مطہر پر گیا تھا۔ (آج سے تقریباً ۸۰۰ سال پرانی بات ہے اس لئے کہ "صاحب فرحة العزی" سید ابن طاؤس کی اولاد میں سے ہیں اس وقت امیر المومنین ؑ کی قبر مطہر کے اطراف میں چند جھونپڑیوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ تاحد نگاہ صحرا و بیابان تھا)۔ ناگہان کچھ آواز سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ یہ آواز شیر کی ہے۔ میں نے جو غور سے دیکھا تو ایک شیر مولا علی ؑ کی قبر پر پایا۔ پہلے تو میں ڈرا مگر میں نے یہ سوچ کر خود پر قابو پایا کہ اسوقت اسلئے اس سے ڈرنے سے فائدہ نہیں کہ وہ مجھے دیکھ

چکا ہے اس کے بعد بھی وہ قبر پر گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بات ضرور ہے۔ میں نے دیکھا کہ شیر قبر مطہر پر گریہ کناں ہے۔ دن نکل آیا تو میں نے دیکھا کہ شیر اپنے دونوں ہاتھ قبر مطہر پر رکھ کر آنسو بہا رہا ہے۔

میں نہایت اطمینان سے قریب گیا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سا کانٹا اس کے ہاتھ میں چبھ گیا ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے اور اس زخم سے شیر پریشان ہے۔ مگر وہ اپنے خداداد شعور سے اتنا سمجھتا ہے کہ حلال مشکلات علی -ہیں۔ وہ شخص قبر پر پہنچا۔ کانٹا شیر کے پنجے سے نکالا۔ شیر نے اپنا زخمی ہاتھ قبر مطہر کی خاک پر ملا۔ اسکا زخم درست ہو گیا اور وہ واپس چلا گیا۔

خدایا! علی -سے توسل کی برکت سے ہمارے گناہوں کی کثافت سے ہمیں نجات عطا فرما۔

آمین یا رب العالمین

السلام علیک یا امیر المومنین -.

دسویں فصل

ہماری بحث حمد وتسبیح پروردگار سے متعلق تھی۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ تسبیح یعنی خداوند عالم کو ہر عیب سے پاک ومنزہ جاننا۔

ذات کے لحاظ سے خدا حادث ہونے سے پاک ہے۔ صفات کے لحاظ سے وہ صفات کے زائد بر ذات یا عارضی ہونے سے پاک ہے۔ بلکہ اسکی صفات ذاتی ہیں اورافعال کے لحاظ سے بھی پاک ہے۔یعنی اسکے تمام افعال حکمت ومصلحت سے پُر ہیں۔ یہ ہیں "سبحان اللہ" کے معنی۔

الحمد للہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی کمال پایا جاتا ہے اور جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب خدا کی ہے۔

زمین وآسمان اوران کے موجودات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہ تسبیح و تحمید بھی دوطرح کی ہوتی ہے (۱) تکوینی (۲) تشریعی۔

تکوینی :

جس کی طرف خود قرآن مجید میں اشارے پائے جاتے ہیں :

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

زمین وآسمان کا ہر ذرہ اس خدا کی تسبیح کررہا ہے۔(۱)

تُسَبِّحُ لَـهُ السَّمَاوَاتُ السَّبُعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيْحَهُمْ. اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوراً . (۲)

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اس کی تسبیح کررہے ہیں اور کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ یہ اور بات ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو پروردگار بہت برداشت کرنے والا اور درگذر کرنے والا ہے۔''

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی تسبیح کس طرح کی ہوتی ہے اور کیسے وہ تسبیح کرتے ہیں؟

اس سلسلہ میں محققین کی تحقیق کے نتیجے یہ ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے جو کہ اکثر محققین کا نظریہ ہے کہ مخلوقات کی تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان حال سے تسبیح پروردگار کرتے ہیں۔ یعنی ہر موجود اپنے اس وجود کے ساتھ آواز دے رہا ہے کہ میرا صانع ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔

﴿۱﴾ جمعہ: ۱

﴿۲﴾ اسراء: ۴۴

ایک مچھر سے لیکر ہاتھی تک سب اپنی ظرافت اور باریکیوں کے ساتھ اعلان کر رہے ہیں:

سبحان اللہ مجھے پیدا کرنے والا اور اس عالم کو ایجاد
کرنے والا بے نقص و عیب ہے۔ اس کے یہاں
کسی قسم کے بخل و عیب کا گذر نہیں۔

خدا کے کمال اور اسکی قدرت کو جاننے کیلئے یہی کافی ہے کہ مچھر کو اس قدر ناتواں اور بے وزن بنانے کے ساتھ ساتھ اس کو اس قدر ظریف بنایا ہے کہ اس کے کان بھی ہیں، آنکھ بھی ہے، دہن بھی ہے ناک بھی ہے، قوت ہاضمہ بھی ہے، تولید نسل کے ذرائع بھی ہیں۔ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ اسکو ایک ہاتھی جیسی سونڈ بھی دی۔ جس کو وہ کمال ہوشیاری کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔آپ غور کریں وہ مچھر جو ہوا کے ایک معمولی سے جھونکے بلکہ پھونک سے ادھر سے ادھر چلا جاتا ہے اسکی سونڈ کس قدر تیز ہے اور کس مقدار میں اس کا ڈنک چبھن رکھتا ہے کہ لمحوں میں انسان کے سخت سے سخت جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے جسم سے خون لیکر نکلتا ہے۔ جبکہ یہ سونڈ ایک بال سے بھی زیادہ نازک ہے مگر انسانی جسم میں کس آرام کے ساتھ داخل ہوجاتی ہے کہ انسان کو اسی وقت پتہ چلتا ہے جب اس کا خون لیا جاچکا ہوتا ہے۔ اسکا یہ لطیف وظریف ڈنک اندر سے بالکل کھوکھلا ہوتا ہے۔ خدا نے اس میں کس طرح سوراخ بنایا ہے کہ حیوانات اور انسانوں کے جسموں پر

بیٹھ کر ڈنک کے اس سوراخ کے ذریعہ خون کو انجکشن کی طرح نکال لیتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ جانور کتنا چالاک و ہوشیار رہے اور کس قدر بلا کی حس رکھتا ہے کہ محض جیسے ہی آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اڑ گیا۔ ہاتھ کی حرکت کی آواز کو محسوس کر لیتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔اور کبھی کبھی تو وہ اتنی پھرتی سے کام کرتا ہے کہ آدمی یا جانور کے احساس کرنے سے پہلے ہی خون پی کر پھوٹ لیتا ہے۔

مچھر اور اس جیسی مخلوقات زبان حال سے کہتے ہیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا ہر طرح کے نقص وعیب سے پاک ہے اور اسکے یہاں ہر کمال پایا جاتا ہے۔ درخت کا ہر پتہ ، جانوروں ، پرندوں اور چرندوں کا جسم سب زبان حال سے ''الحمد للّٰہ'' و ''سبحان اللّٰہ'' کہتے رہتے ہیں۔

اچھی تحریر، لکھنے والے کے فن کی گواہ ہے

سامعین! آپ ذرا غور کریں زبان حال سے موجودات کا تسبیح کرنا اور ان کا خدا کے لائق حمد وستائش ہونے کی گواہی دینے کا کیا مفہوم ہے؟ کاتب کی لکھی ہوئی ایک سطر اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اس سطر کا لکھنے والا اچھا لکھنے والا اور ماہر کاتب ہے اس کے اندر اس لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہے۔

اب آپ بتائیے کہ آپ کے چہرے کا ایک ایک حصہ جس کی نقاش قدرت نے نقش بندی کی ہے یہ آنکھ ،کان، ناک، پلکیں اور یہ دہن کیا اس بات کی

گواہی نہیں دیتے کہ ان کو پیدا کرنے والا بے پناہ اور لازوال قدرت کا مالک اور ہر طرح کے نقص و عیب سے منزہ ہے؟

ملکوت اشیاء بھی شعور رکھتی ھیں

صاحبان علم و معرفت نے تو اس سے بھی آگے کی بات کہی ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید کی آیات اور اہل بیت ؑ سے منقول متواتر روایات اور ان کے علاوہ بھی دوسرے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ تمام موجودات شعور رکھتے ہیں اور تمام ملکوت ذکر خدا میں مصروف اور سرگرم ہیں۔

''ملکوت'' کے معنی ''باطن'' کے ہوتے ہیں۔ موجودات کے ظاہر کو ''عالم ملک'' کہتے ہیں اور ان کے اسرار و بواطن کو جو کہ مخفی و پوشیدہ ہیں ''ملکوت'' کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے ''ملکوت'' ہے۔ جیسا کہ سورہ یٰسین/۸۲ میں پروردگار عالم کا ارشاد گرامی ہے:

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ.

''پس پاک و بے نیاز ہے وہ خدا جس کے ہاتھوں میں ہر شی کا اقتدار ہے۔ اور تم سب اسی کی بارگاہ میں پلٹا کر لیجائے جاؤ گے۔''

عالم ملکوت میں ذکر خدا کی ہلچل

ایک کمزور چیونٹی بھی ملکوت رکھتی ہے۔ اس کا غیب اور باطن ہی اس کا ملکوت ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ ان کا ملکوت ہی کہتا ہے۔ ان کا ظاہر لاکھ چپ رہے مگر باطن میں ہلچل ہے بس ''سبحان اللّٰہ''اور''الحمد للّٰہ'' کی صدا ہی وہاں گونج رہی ہے۔ اگر کوئی عالم ملکوت کی زبان سمجھتا ہوتو اس کی حیرت و استعجاب کی انتہا نہ ہوگی۔ اس کو خود احساس ہوگا کہ صحرا کے ذرات، کنکریاں، پتھر سب کے سب تسبیح خدا اور حمد و ثنائے الٰہی کررہے ہیں۔ درخت کے پتے''سبحان اللّٰہ'' اور''الحمد للّٰہ'' کہہ رہے ہیں مگر ہم سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ہمیں تو خداوند عالم نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان کرکے باخبر کیا ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے اپنی ظاہری اور مادی زبان کو بھی ملکوتی زبان کی طرح بنائے اور ہر حال میں ذکر کرتا رہے۔ خصوصاً صبح و شام جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

''وَ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً'' (۱)

''اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔''

جس طرح سے تمام اشیاء کا ملکوت ہر وقت سرگرم ذکر خدا ہے انسان کو چاہیے اس ملکوتی ذکر سے اپنی شخصیت کو بھی اجاگر کرے اور اس مادی زبان کو بھی ذکر خدا میں مصروف و مشغول رکھے۔

﴿۱﴾ احزاب: ۴۱

ملکوت اشیاء جو ذکر خدا میں مصروف ہیں ان کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

(۱) سورہ زلزلہ/۴ میں ارشاد ہوتا :

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا.

"اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔"

غور کرنے کی بات ہے کہ زمین کا ظاہری حصہ سراپا خاموشی ہے مگر خداوند عالم اعلان فرما رہا ہے کہ اس کا باطن شعور رکھتا ہے اور کل کے دن گواہی بھی پیش کرے گا۔ جس زمین پر بیٹھ کر تلاوت قرآن کی ہے وہ بھی گواہی دے گی اور جس زمین پر بیٹھ کر گناہ کیے ہیں وہ بھی گواہی دے گی۔

(۲) سنگریزوں کا پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھوں پر گفتگو کرنا:

شیعہ سنی روایات کے مطابق ایک دن حضر موت سے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور آپ سے معجزہ پیش کرنے کی درخواست کی۔ نبی کریم ﷺ نے مسجد کی کچھ کنکریوں کو اٹھایا اور فرمایا تم اپنی گواہی پیش کرو۔ کنکریوں سے ایک آواز بلند ہوئی جس کو مسجد کے تمام لوگوں نے سنا۔ وہ کہہ رہی تھیں :

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد

ان محمدا رسول الله".

دوسری بار سنگریزوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے دستہائے مبارک پر

"سبحان اللہ و الحمد للہ" کہا۔ کنکریوں کی تسبیح کا سنائی دے جانا پیغمبر اکرم ﷺ کے معجزہ کی وجہ سے تھا ورنہ عام انسان میں یہ صلاحیت نہیں کہ ان کی ملکوتی تسبیح کو سن سکے۔

(۳) کھجور کے خشک پیڑ کا پیغمبر اکرم ﷺ کی جدائی میں گریہ کرنا:

کھجور کا ایک سوکھا ہوا درخت مسجد النبی ﷺ کے پہلو میں تھا۔ نماز کے بعد حضور ﷺ اس سے ٹیک لگا کر لوگوں سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک مومنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ عمر رسیدہ ہیں کھڑے ہو کر تقریر فرمایا کرتے ہیں۔ تھک جاتے ہیں۔ میرا بیٹا بڑھئی ہے۔ اگر آپ ﷺ کی اجازت ہو تو تین زینوں کا ایک منبر بنا دے۔ آپ اس پر بیٹھ کر تقریر فرمایا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اجازت دیدی۔ اس مومنہ کے بیٹے نے تین زینوں کا ایک منبر بنایا اور مسجد میں لا کر رکھ دیا۔ نماز سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے تقریر کیلئے منبر کا رخ کیا اور اس کھجور کے سوکھے پیڑ کے پاس سے گذرے اس کے جانگداز نالوں سے ٹھہر گئے۔ اس درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو تسلی دی۔

دیکھیں بظاہر سوکھی لکڑی ہے مگر اس کا ملکوت جان رکھتا شعور رکھتا ہے حمد و ثنا اور تسبیح کرتا ہے اور "محمد ﷺ شناس" ہے۔

(۴) قبر کا ہر روز اپنے صاحب کو ندا دینا:

جمادات کے شعور و ادراک کے سلسلہ سے بہت سے شواہد ہیں۔ لاتعداد روایات ہیں جن میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ دن رات میں تین مرتبہ قبر، صاحب قبر کو ندا دیتی ہے۔

" انا بیت الوحدة

انا بیت الوحشة

انا بیت الظلمة".

میں تنہائی کا گھر ہو،

میں وحشت کا گھر ہوں،

میں تاریکی کا گھر ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہ قبر کے ملکوت کی آواز ہے یا ایک دوسری روایت میں قبر کا یہ جملہ بھی ملتا ہے کہ "میں جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہوں یا جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہوں۔"

روایت میں ہے کہ جب مومن کے جسم کو قبر میں رکھتے ہیں تو قبر اس سے باتیں کرتی ہے کہ جب تم مجھ پر چلتے تھے مجھے مزہ آتا تھا اور جب کافر اور گناہگار کے جسم کو رکھا جاتا ہے تو کہتی ہے میرے سینے پر سوار ہو کر تم نے گناہ کیا ہے۔ مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے۔ مجھے انتظار تھا کہ تو میرے درمیان آئے تو میں تجھے دباؤں۔

(۵) درخت صیحانی:

شافعی مسلک سے وابستہ ایک عالم دین نے نقل کیا ہے، شیعوں نے بھی اس کی روایت کی ہے کہ ایک دن خاتم الانبیاء، حضرت محمد مصطفٰے ﷺ اور امیر المومنین علی - مدینہ کے نخلستان سے گذر رہے تھے دور سے ایک درخت نے پکارا: "ھذا محمد رسول اللہ" (یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں) اور جیسے ہی علی - اس کے قریب پہنچے اس سے یہ آواز بلند ہوئی:

"وھذا علی ولی اللہ سید الوصیین وامام الائمة الھادی المھدیین".

اور یہ، اللہ کے ولی، وصیوں کے سردار اور ہدایت یافتہ وہدایت دہندہ ائمہ کے امام، علی - ہیں۔

دیکھئے تو سہی درخت رسالت اور ولایت علی - کی گواہی دے رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس درخت کے چند خرمے نوش فرمائے اور اس کا نام "صیحانی" رکھدیا۔

آج بھی مدینہ کے تمام درختوں کے درمیان صیحانی درخت کے کھجور سب سے اچھے ہوتے ہیں۔

(۶) ملکہ نمل کا حضرت سُلیمان - سے گفتگو کرنا:

حیوانات کی دنیا میں بہت سے ایسے شواہد پائے جاتے ہیں جن سے

حیوانات کے شعور کا پتہ چلتا ہے۔ سورہ نمل میں بھی جناب سلیمان - کی ملکہ نمل سے گفتگو کو بیان کیا گیا ہے۔

(۷) جناب فضہ اور شیر:

اصول کافی کی کتاب ''الحجہ'' میں مرقوم ہے کہ شب عاشور فضہ، جناب زینب = کی خدمت میں آئیں اور عرض کی بی بی میں نے منادی کو یہ ندا کرتے ہوئے سنا ہے کہ کون ہے جو حسین - اور ان کے اصحاب کے جنازوں کو پامال سُمِ اسپاں کرے۔

(۸) غلامِ پیغمبر ﷺ سفینہ اور شیر:

اسی ہنگام، فضہ نے جناب زینب = کو رسول خدا ﷺ کے آزاد کردہ غلام، سفینہ کا قصہ یاد دلایا: کہ ایک دن وہ کشتی پر سوار تھے کشتی ٹوٹ گئی۔ سب پانی میں ڈوب گئے سفینہ نے ایک لکڑی کے ٹکڑے کا سہارا لیا اور کسی طرح ساحل تک پہنچ گئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ بھوک اور برہنگی کے عالم میں جبکہ زندگی سے مایوس ہو چکا تھا نہ کوئی آدمی نظر آتا تھا اور نہ دور دور تک کوئی درخت، اچانک میں نے شیر کی دہاڑ سنی۔

دہاڑ مارتا ہوا شیر میری طرف آ ہی رہا تھا کہ میں نے دل ہی دل میں کہا پروردگارا محمد مصطفٰے ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ تو نے محمد مصطفٰے ﷺ کی برکت سے دریا سے نجات بخشی ہے۔ اس شیر سے بھی گلو خلاصی عطا فرما!

میں نے شیر کو دیکھا اور کہا تو میرے پاس کس انداز میں آ رہا ہے تجھے خبر نہیں

کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ پیغمبر خدا کا آزاد کردہ غلام ہوں۔شیر نے جیسے ہی محمد ﷺ کا نام سنا حملہ آورانہ انداز سے متواضعانہ انداز میں آ گیا اور بلی کی طرح تملق کرنے لگا۔ میرا طواف کرنے لگا اور اپنے پنجے میرے پیروں پر ملنے لگا۔اس کے بعد شیر نے مجھے اشارہ کیا۔ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہوا اور راہ لی۔ اس نے نہایت تیزی کے ساتھ جنگل میں پہنچ کر پانی کے قریب توقف کیا۔میں نے درختوں کے پھل کھائے ان کے بڑے اور ضخیم پتوں کو لباس بنایا پانی پیا اور کچھ پھل اپنے ساتھ بھی لئے۔

پھر شیر میرے نزدیک آیا میں پھر اس پر سوار ہو گیا اور وہ مجھے ساحل کی دوسری طرف لے آیا۔ دور سے کشتی دکھائی دے رہی تھی جب کشتی نزدیک ہوئی کشتی پر سوار لوگوں نے جب یہ منظر دیکھا انتہائی تعجب کے ساتھ پوچھا تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں محمد ﷺ کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ میں شیر کی پیٹھ سے اترا کشتی پر بیٹھا۔شیر ایک طرف کھڑا ہو کر مجھے دیکھتا رہا اور جب تک کشتی اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہوئی وہ مجھے دیکھتا ہی رہا۔

یہ وہ داستان تھی جو جناب فضہؓ نے عصر عاشور حضرت زینب = کے سامنے بیان کی تھی اور اس کے بعد جناب فضہؓ نے کہا کہ شیر وہ جانور ہے کہ جس نے پیغمبر ﷺ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ وہ پیغمبر خدا ﷺ کے فرزند کی رعایت نہیں کرے گا؟ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس علاقہ میں کسی شیر کو تلاش کروں؟

شام غریباں کا ہنگام ہے ایک شیر شاید پانی پینے کی غرض سے فرات کے کنارے آیا ہوا تھا۔ غالبا وہ مقام جو کربلا میں آج ''کوچہ شیر و فضہ'' کے نام سے مشہور ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں گیارہویں کی شب میں فضہ نے شیر کو دیکھا اور اس سے کہا: اے ابوالحارث آؤ مدد کرو دیکھو یہ لوگ حسین - کی لاش کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔

شیر دھاڑتا ہوا جسد مقدس کے قریب پہنچ گیا۔ ظالموں نے دیکھا کہ شیر اپنے دونوں ہاتھوں سے جسد مطہر کی حفاظت کررہا ہے۔ یہ خبر ابن سعد تک پہنچائی گئی۔ ابن سعد نے کہا بات پردہ میں رکھی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو حسین - کی یہ فضیلت سب پر آشکار ہو جائے۔

(۹) ابو مخنف وغیرہ نے لکھا ھے کہ:

جب ذوالجناح نے دیکھا کہ حسین - نشیب میں سربسجود ہیں۔ روتا ہوا خیمے کے دروازہ پر آیا اور گریہ کرنے لگا۔ باقی مصائب آپ سب جانتے ہی ہیں۔

یہ چند نمونہ تھے جو کہ حیوانات کے شعور رکھنے کی شہادت دیتے ہیں۔

گیارھویں فصل

الحمد للہ رب العالمین:

ساری تعریف اللہ کیلئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے ۔الحمد للہ کے سلسلہ میں مفسرین فرماتے ہیں کہ الحمد کا ''الف و لام'' جنس کا ہے اور للہ کی ''لام'' اختصاص کے معنی میں ہے۔یعنی ہر طرح کی تعریف فقط خدا سے مخصوص ہے۔ ہر قسم کی تعریف ، ہر نعمت کے مقابلے میں ، چاہے وہ نعمت دنیوی ہو یا اخروی ، ظاہری ہو یا باطنی ، بس خدا کیلئے سزوار ہے۔

جب انسان ''الحمد للہ'' کہتا ہے وہ ایک عام تعریف ہے جو تمام کائنات کو شامل ہے۔ سورج اور جس چیز پر بھی سورج چمکتا ہے نباتات ، حیوانات ، یہاں تک کہ انسان کے اختیاری افعال ، ان تمام چیزوں کیلئے بھی جو تعریف ہے وہ بھی صرف خدا کیلئے ہے اور بس۔

امام جعفر صادق - فرماتے ہیں کہ پدر گرامی کا ایک خچر ، اپنے اوپر لدے ہوئے سامان کے ساتھ گم ہو گیا۔ آپ - نے فرمایا کہ اگر خدا نے میری سواری مجھے واپس دلا دی تو میں اس کی ایسی تعریف کروں گا جس کا وہ مستحق ہے۔

لوگ خچر کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈ نکالا اور امام - کی خدمت میں پیش

کردیا۔ امام - اس پر سوار ہو گئے اور فرمایا: الحمد للہ، اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا:

”مَـا تَـرَکْـتُ وَمَـا اَبْـقَیْتُ شَیْـاً اِلَّا وَجَعَلْتُ جَمِیْعَ اَنْوَاعِ الْمَحَامِدِ لِلّٰہِ“

میں نے تمام تعریفات کو اس جملہ میں بیان کردیا ہے اور حمد وثنائے پروردگار میں تھوڑی سی بھی کسر نہیں چھوڑی ہے۔

﴿بسم اللہ﴾ کے بعد پہلا کلمہ ﴿الحمد للہ﴾ ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے یاد کرلیں۔ اس کے معنی کو سمجھیں اور صبح وشام پابندی سے اس کی تکرار کریں۔

”الحمد للہ“ کے معنی اور اس کی حقیقت توحید افعالی ہے۔ اسلام دین توحید ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جو خیر بھی اس تک پہنچ رہا ہے خدا کی وجہ سے پہنچ رہا ہے جو شر بھی اس سے جدا ہو رہا ہے وہ بھی خدا ہی کی وجہ سے ہے۔

ہر نعمت اور ہر خیر خدا کی طرف سے ہے انسان کے اختیاری افعال میں بھی، جو خیر بھی کسی بھی ذریعہ سے اس تک پہنچے وہ خدا کی وجہ سے ہے۔

شفا خدا کی وجہ سے ہے

مثلاً بظاہر ڈاکٹر مرض کی صحیح تشخیص کرتا ہے اور دوا دیتا ہے اور مریض ٹھیک ہو جاتا ہے، بتایئے شفا کس چیز سے حاصل ہوئی ڈاکٹر سے یا دوا سے؟ سچی بات تو

یہ ہے کہ نہ ڈاکٹر سے اور نہ دوا سے!

اگر خدا نے ڈاکٹر کو یہ ذہن نہ دیا ہوتا اور اس کے پاس یہ حافظہ نہ ہوتا وہ مرض کی تشخیص کس طرح کرسکتا تھا؟ اگر اس سے حافظہ جیسی نعمت لے لی جائے، درد اور دوا سب کچھ بھول جائے گا۔ لہٰذا اگر خدا چاہتا ہے تو ڈاکٹر صحیح تشخیص دیتا ہے۔

نعمتوں کی نسبت اسباب کی طرف

جس نے بھی آپ کی مشکل حل کردی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا ہے اگر خدا نے اس کو یہ طاقت نہ دی ہوتی اس کے دل میں مہربانی نہ پیدا کی ہوتی وہ آپ کی کیسے کوئی مدد کرتا؟

لہٰذا، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ نعمت خدا نے آپ کو دی ہے۔

کوئی بھی نعمت چاہے کتنے ہی واسطوں سے ملے اس کو خدا کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔ مسلمان مشرک ہور ہے ہیں اور سمجھ بھی نہیں پاتے۔ اس لئے کہ نعمتوں کو اسباب کی طرف نسبت دے رہے ہیں اور مسبب الاسباب کو بھلا بیٹھے ہیں۔

توحید مفضل میں حضرت امام جعفر صادق - سے مروی ہے کہ: تربوز اور خربوزہ کے وزنی ہونے کی وجہ سے ان کے پودوں کا تنا نہیں ہوتا۔ اگر تربوز کا پودا اخروٹ کے پیڑ کی طرح درخت ہوتا، اس کا تنا ہوتا اور تربوز اس کی شاخ میں لٹکا ہوتا تو تربوز اس پر کس طرح ٹھہرتا اس کی ٹہنیوں کو توڑ ڈالتا۔ اس لئے زمین کو اس

کیلئے آغوش بنا دیا گیا۔

گرمی اور جاڑے کے مناسب پھل

ایک دوسرے جملہ میں آپ فرماتے ہیں کہ ذرا غور کیجئے؟ دیکھئے گرمیوں میں چونکہ ہوا گرم ہوتی ہے اور انسان کو پیاس لگتی ہے تربوز اور خربوزے کو گرمی کے پھل بنا دیئے اور سردی میں چونکہ ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے گرمی اور پیاس کم محسوس ہوتی ہے لہٰذا ہر موسم میں اس کے مناسب پھل معین فرمائے گئے ہیں۔

" الحمد للہ علیٰ کل نعمة"

مسلمانوں کے شرک کی مثال

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَـاِذَا رَكِبُوْا فِیْ الفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ اِلَی البَرّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ (۱)

جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو ایمان اور عقیدہ کے پورے اخلاص کے ساتھ خدا کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ نجات دے کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو فوراً شرک اختیار کر لیتے ہیں۔

﴿۱﴾ عنکبوت: ۶۵

جب دریا میں کشتی طوفان کا شکار ہو جاتی ہے، انسان کس طرح خدا کو یاد کرتا ہے؟ بڑی بے بسی اور بیچارگی سے کہتا ہے: یا اللہ! بالخصوص ایسے حالات میں کہ جب کشتی کی موٹر بھی فیل ہو جائے اور فقط ہوا کے سہارے کشتی چل رہی ہو اور ہوا بھی نہ آئے۔ اب انسان امواج کے درمیان کیا کرے؟

لیکن جب خدا اس کو بچا لیتا ہے اور صحت و سلامتی کے ساتھ وہ کشتی سے اتر جاتا ہے تو کہتا ہے کہ کتنی اچھی ہوا تھی ایک مرتبہ بھی نہیں کہتا کہ بار الہا! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہوا بھیج کر دریا کی طغیانی سے ہمیں نجات بخشی ہے۔

دریا میں تھے تو موحد اور توحید پرست تھے باہر آتے ہی مشرک ہو گئے۔

ہوا نے نجات دی ہے یا خدا نے؟

ایک اور مثال

کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جب بستر بیماری پر ہوتے ہیں تو پکارتے ہیں: یا اللہ، یا رب، اے پروردگار... اور جب اللہ ان کو شفا دے دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ اگر فلاں ڈاکٹر نے ہمیں نہ دیکھا ہوتا تو میں کام سے چلا جاتا۔ اگر فلاں شخص نے میری احوال پرسی نہ کی ہوتی تو میں مر گیا ہوتا۔

سوچیے تمام چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے سوائے پروردگار کے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ کہیے **الحمد للہ**... نہ کہ الحمد برائے غیر خدا۔

نہ جانے کتنے مریض تھے جو اسی مرض کا شکار تھے اور اسپتال سے قبرستان

پہنچ گئے۔ ان کا ڈاکٹر بھی یہی تھا ان کی دوائیاں بھی یہی تھیں...! تصویر کے دوسرے رخ پر بھی نگاہ رکھئے تا کہ بالکل یہ بات سمجھ میں آجائے کہ شافی خدا ہے نہ کہ غیر۔

اور ایک مثال

ایک مرتبہ شیراز میں (Typhoid Fever) (ٹائی فائڈ) بخار کے اسپیشلسٹ مشہور ڈاکٹر کا اٹھارہ سالہ بیٹا اسی بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ ڈاکٹر اپنے بیٹے کے مرض کی صحیح تشخیص نہ کرسکا اور ملیریا کی دوائی اس کو دیدی جس کے نتیجہ میں اس کا بیٹا مرگیا۔

خدا کی مرضی نہیں تھی کہ وہ صحیح تشخیص کرے جب تک خدا نہ چاہے نہ تشخیص صحیح کی جاسکتی ہے اور نہ دواؤں کو اثر انداز بنایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا شفا حاصل کرنے کے بعد مشرک نہ بن جایئے۔ جس طرح اسپتال کے بیڈ پر یا اللہ اور یارب کہہ رہے تھے، اب بھی کہو الحمد للہ۔

ایک نصیحت

اس بحث کو مکمل کرنے کیلئے ایک یاد دہانی بہت ضروری ہے تا کہ ہمارا عقیدۂ توحید سلامت رہے۔ اپنی عادت بنا لیجئے کہ کبھی بھی ڈائریکٹ اپنی یا کسی دوسرے کی تعریف نہ کیجئے اور نہ سنئے تا کہ شرک سے محفوظ رہ سکیں۔

کوئی آپ کی ڈائریکٹ تعریف کرے اس پر بھی راضی نہ ہویئے۔ یہ

شرک ہے اور الحمد للہ کہ برخلاف ہے۔

حمد:

یعنی اچھائی کی مدح کرنا۔ اگر کوئی اچھا کام آپ کرلیں اور کہیں میں نے ایسا کردیا یا فلاں نے ایسا اچھا کام انجام دیدیا۔ اور اس طرح آپ نے اس کی تعریف کی اور خدا کو بھولے رہے ایسی تعریف کفر کے دائرے میں ہے۔ کمالات کی تعریف بھی اگر بالاستقلال ہو مثلاً فلاں عالم ہے وغیرہ، تو یہ شرک ہے۔ ہاں اگر ضمناً ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق - نے فرمایا: "اگر کوئی کہے کہ اگر فلاں آدمی نہ ہوتا تو میں مر چکا ہوتا یہ شرک ہے، کفر ہے۔ ارے بھئی پھر خدا کس لئے ہے؟ یہاں تک کہ ایسے کلمات اگر کوئی اپنے باپ کیلئے بھی کہے تب بھی شرک ہے۔

جو کچھ بھی دنیا و آخرت میں نعمت ہے وہ بس خدا کی طرف سے ہے خدانخواستہ خدا ہی کو بھول جائیں اور اس کی جگہ دوسرے کو رکھ لیں مثلاً یوں کہیں میں نے اس کو بچا لیا یا اس نے اس کو نجات دیدی۔ خدا کی جگہ اگر کسی مخلوق کو لے آئے تو جان لیجئے کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے۔

امام - نے فرمایا: اگر یہی بات یوں کہی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر خدا نے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا اور فلاں شخص کو میری مدد کیلئے نہ بھیجا ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ مثلاً اگر کسی کی تعریف ہی کرنا چاہتے ہیں تو سچ سچ کہئے کہ خدا نے

فلاں انسان کی مدد کی اس کو توفیق دی کہ اس نے یہ کتاب لکھدی، مسجد بنوائی، مریض کا علاج کیا۔ نہ کہ ڈائریکٹ کہیں کہ ڈاکٹر نے علاج کیا ہے اور خدا کو بھول جائیں۔

مخلوق از خود کوئی چیز نہیں رکھتی۔ خود اس کا اپنا نفع ونقصان بھی اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر ہی شفا دیتا ہے تو خود کیوں مریض ہو جاتا ہے؟ کیوں موت کو نہیں ٹال دیتا؟

بے کفن بادشاہ

بظاہر خوارزم شاہ کی بات ہے۔ بہت مقتدر بادشاہ تھا۔ جب اس کی جاہ و حشمت ختم ہوگئی اور جنگ میں اس طرح مارا گیا کہ اپنے لشکر سے جدا ہوگیا، ایک جزیرہ میں جا پہنچا اور وہاں بیمار ہوگیا اور مرگیا۔ ایک عرصہ بعد کچھ لوگوں نے اسے بغیر کفن کے زمین میں دفن کردیا....!

ہر مشکل کا کوئی راہ حل ضرور ہوتا ہے

یاد رہے کہ خدا کو نہ بھولیں۔ ایسا نہ ہو کہ جب پریشانیوں میں گھر جائیں تو کہیں یا خدا! بلکہ ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رہنا چاہیے کہ "بیدہ الخیر" جو کچھ بھی خیر ہے وہ اس کے قبضہ میں ہے۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے توانا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہر مشکل حل ہوسکتی ہے۔ اے وہ پروردگار کہ جس کے سامنے ہر مشکل اور سخت مرحلہ بھی آسان ہے :

یـــا مـــن الـعـسیـر عـلیـــه سهل یسیـر
ویـــا مـــن لا یـــحـتـــاج الـی الـتـفـسیـر

تاریخی ثبوت

امام ہادی - کے معجزات کے ذیل میں ملتا ہے کہ ایک سُنار جو کہ امام - کا پڑوسی تھا، عباسی خلیفہ کے وزیر نے اس کے پاس ایک قیمتی نگینہ بھیجا تا کہ اس کا ہار بنادے۔ اس نے وہ لے کر نقش کرنا شروع کردیا تا کہ ہار میں اس کو سیٹ کرسکے لیکن نگینہ پر نقش بندی کے درمیان وہ قیمتی نگ دو ٹکڑے ہوگیا اور اس کے ٹوٹنے سے اس کی قیمت گھٹ گئی۔

سُنار کافی پریشان ہوگیا۔امام کی خدمت میں آیا اور قصہ کہہ سنایا۔آپؑ نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں۔ خدا قادر ہے۔تم مطمئن رہو پریشان مت ہوؤ۔کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جو کہ خدا کے مقابلہ میں آسان نہ ہو۔ وزیر نے ایک آدمی، اس سنہار کے پاس بھیجا اور کہا میری دو بیویاں ہیں اس نگینہ کو میں نے ایک کیلئے رکھا تھا مگر دوسری بیوی کا مجھ پر بہت پریشر پڑ رہا ہے۔ وہ بھی اسی نگ کی خواستگار ہے میرے پاس دوسرا ایسا نگینہ نہیں ہے۔کیا اس نگ کو دو حصوں پر بانٹ سکتے ہو کہ پھر ان سے انگوٹھیاں ان دونوں کیلئے بنادو۔اچھا انعام بھی تمہیں دیا جائے گا۔

سُنار نے کہا اس کو دو کرنا تو مشکل ہے مگر دیکھتا ہوں شاید وزیر کی بدولت ایسا ہو جائے۔ بہرحال اس طرح اس نے انعام بھی کما لیا۔ اور امام - کی خدمت

میں آ کر شکریہ ادا کیا۔

آدمی کو چاہیے کہ اپنی ساری امید کا دارومدار خدا پر رکھے۔

امیر المومنین - کا ارشاد گرامی ہے :

" لا یرجو احد منکم الا ربه ، ولا یخاف احد منکم الا ذنبه." (۱)

تمہیں امید بس پروردگار سے باندھنا چاہیے اور خوف فقط اپنے گناہوں سے کرنا چاہیے۔

اے علی - کے ماننے والو! تمہیں پروردگار کے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھنی چاہیے۔ علی - کی نصیحت کو مت بھلا دینا۔ خدا کے علاوہ کسی شخص یا کسی چیز سے امید نہ رکھو۔ نعمت اس کے پاس ہے، خیر اس کے پاس ہے لہٰذا اسی سے مانگو۔

اسی طرح کسی چیز سے خوف زدہ نہ رہو سوائے گناہ کے۔ خبردار فقر سے خوف زدہ نہ ہونا۔ بیماری سے مت ڈرنا۔ کسی بھی طرح کی سختیوں سے مت ڈرنا۔ جس کے پاس خدا ہے اس کو کیا خوف ہے !؟ اگر ڈر ہونا چاہیے تو حکم خدا کی مخالفت سے۔

امام حسین - سے وقت رخصت جب اہل حرم نے کہا تھا ہمیں مدینہ پہنچا دیجئے۔ اس بیابان اور نرغہ اعداء میں ہم کیا کریں گے؟

---

(۱) نہج البلاغہ کلمات قصار

امام حسین - نے ایک جملہ کے ذریعہ سب کو امیدوار بنادیا اور فرمایا: "اَللّٰہ خَلِیْفَتِیْ عَلَیْکُمْ" تمہیں اللہ کی حفظ و امان میں دیا۔ہاں ہاں خدا نعم الوکیل ہے۔اور اس نے کتنے اچھے انداز سے ان کی حفاظت کی۔ ورنہ ظالم جو ایک شیر خوار بچے کو مارنے میں بھی شرم و حیا نہیں رکھتے تھے کیسے سب کو زندہ دیکھ سکتے تھے؟

بارھویں فصل

نفع بخش ترقی یافتہ علوم میں سے ایک ''علم ہیئت'' ہے کہ جس کے سلسلہ میں دانشوروں نے بہت زحمتیں و مشقتیں اٹھائی ہیں اور اٹھا رہے ہیں۔ ''علم ہیئت'' خداشناسی کے مرحلہ میں بے حد موثر اور کارآمد ہے۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا کے بقول جو شخص بھی علم ہیئت و تشریح نہیں جانتا خداشناسی کے معاملہ میں ناقص اور ادھورا ہے۔

جو شخص بھی آسمان، کُرات اور لامتناہی فضا اور اپنے بدن کے ڈھانچے کی خصوصیات سے لاعلم ہے وہ بھلا خدا کی عظمت کو کس طرح درک کرسکتا ہے؟

سورج کی روشنی اور گرمی انفاق الٰهی هے

ایک جگہ یہ ہیڈنگ پڑھنے کو ملی ''دلخر جی خورشید'' یعنی سورج کی بے حساب بخشش و عطا۔ مجھے پڑھ کر بہت ہنسی آئی کہ آخر اس میں سورج کا کیا کمال ہے؟ بھئی سورج کے پاس خود اپنا ہے کیا؟ یہ خدا ہے جو اس طرح سے گرمی اور روشنی (سورج کے ذریعہ) بکھیر رہا ہے تاکہ اس کی گرمی سے دریاؤں کو کنٹرول کیا جاسکے، نباتات کی پیداوار ہو اور حیوانات اس کے ذریعہ جسم کو محکم، قوی اور مرتب و منظّم

کر سکیں۔

سال بھر میں کروڑوں غذائی مواد زمین درختوں کی جڑوں کے حوالے کرتی ہے اور پیڑ، جڑیں، تنے شاخیں اور پھل تیار کرتے ہیں اور مٹی سے وہ نشونما پاتے ہیں۔

اربوں ٹن دریاؤں کا پانی بخار بن کر اڑتا ہے اور بادل بن کر برستا ہے۔ بنجر زمین کو سیراب کرتا ہے اور خشک پودوں کو سرسبز وشادات کرتا ہے۔

سال بھر میں اربوں گھاس پھوس اور دانے، پتے حیوانات کی غذا بنتے ہیں اور دودھ دینے والے جانور جیسے گائے ،بھیڑ ،بکری ، لاکھوں ٹن دودھ انسان کے حوالے کرتے ہیں۔ گوشت ان کے علاوہ ہے۔

یہ تمام چیزیں عطایای الٰہی ہیں۔ سورج ،مٹی اور پانی وغیرہ کے ذریعہ، گھاس اور ہوا سے کسقدر خوشبوئیں پھوٹتی ہیں۔ روزانہ لاکھوں مکھیاں الٰہی دسترخوان (پھل ،پھول) سے کھاتی پیتی ہیں اور شہد تیار کرتی ہیں۔

ان چیزوں کے ذریعہ ان تمام تر انفاقات کے باوجود ،جو انفاق اس کی ابدی و ازلی ربوبیت کے شایان شان ہے وہ اور ہی ہے ۔ یہ تمام بخششیں مادی نعمتیں ہیں اور فانی ہیں۔ جو کچھ بھی سورج اور زمین کے ذریعہ عطا ہوتا ہے، ختم ہو جانے والا ہے۔ یہ خوراک و پوشاک سب فانی ہیں۔ یہ تمام عطایا و بخششیں اس کے شایان شان نہیں ہیں۔ اس کے شایان شان جو انفاق ہے وہ جاودانی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ایسی بخشش جس کو فنا نہیں اور ایسے عطایا جن کی کوئی انتہا نہیں، کوئی حد و

تعداد نہیں۔ اور وہ بس انسان سے مخصوص ہے۔ اس لئے کہ انسان کے علاوہ سب فنا ہو جانے والے ہیں۔ بس جو باقی ہے وہ خدا ہے یا روح انسان۔

خدا نے (اے انسانو!) تمہیں ابدی بنایا ہے:

خلقتم للبقاء لا للفنا

یہاں موت کا تصور نہیں اس لئے کہ موت جسم کو آتی ہے روح کو نہیں۔ چار مہینے کے سَن سے جب شکم مادر میں روح پھونک دی گئی اور وہ اپنی منازل کمال طے کرنے لگی تو اب اس کو فنا نہیں ہے۔ موت کے ذریعہ جسم مرتا ہے اور حیوانیت ساقط ہوتی ہے مگر روح انسانی باقی رہتی ہے۔ موت کے ٹائم مومن سے کہا جاتا ہے:

"یَا اَیَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ......" (١)

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف پلٹ آ۔ اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے....

بدن کی موت، حیاتِ روح کی تکمیل ہے اور اس کے ذریعہ خدا کے ابدی انفاق تک آدمی پہنچتا ہے۔ خدا کا ابدی انفاق اور ہمیشہ رہنے والی بخشش ایسے انسانوں سے مخصوص ہے جن کو اس نے بزرگ بنایا ہے :

"وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ"

﴿١﴾ فجر: ٢٨ و ٢٩

''اور ہم نے بنی آدم کو کرامت عطا کی ہے۔''(۱)

ابدی نعمتیں کیسے ملیں گی؟

خدا کی ابدی اور باقی رہنے والی نعمتیں آدمی کو موت کے وقت سے ملتی ہیں لیکن ان عطایا اور بخششوں کو حاصل کرنے کیلئے صلاحیتوں اور تیاری کی ضرورت ہے۔ابتدا میں انسان اس عظیم انفاق کو حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوتا بلکہ اس پر قادر ہونے کیلئے تیاری کرنی پڑتی ہے اور وہ تیاری اس طرح کی جاتی ہے کہ جو بھی خدا نے اس کو قوت عطا کی ہے تمام تر قوت و طاقت کو خدا کیلئے خرچ کرے تاکہ بزرگ اور کریم بن سکے اس کی روح وسعت پیدا کر سکے اور وہ عظیم مطلق سے عظمت حاصل کر سکے۔

جو شخص بھی خدا کے ساتھ معاملہ کرے گا وہ بزرگ و عظیم ہے۔جس کا تعلق بھی عالم غیب سے ہوگا وہ ہر جگہ خدا کو حاضر و ناظر دیکھے گا۔یہ الٰہی سلطنت جوانمردوں کیلئے ہے:

رِجَالٌ لا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (۲)

''وہ مرد جنھیں کاروبار یا دیگر خرید وفروخت ذکر خدا سے غافل نہیں رکھ سکتی۔''

﴿۱﴾ سورۂ اسراء:۷۲

﴿۲﴾ نور:۳۶

جوانمردی انفاق سے پیدا ہوتی ہے۔ جو بھی خدا نے آپ کو دیا ہے جسم، مال سب کا سب خدا کے کھاتے میں ڈال دیجئے آپ بزرگ بھی ہو جائیں گے اور ہمیشہ رہنے والے عطایا و بخششیں بھی آپ کو مل جائیں گی۔

فانی دے کر باقی لیجئے

کون ہے جو خدا کو قرض دے؟ اس لئے نہیں کہ خدا کو ضرورت ہے بلکہ اگر بزرگ بننا ہے، بڑا ہونا ہے، خدا کے ابدی عطایا حاصل کرنا ہے تو بس یہی کہ فنا ہو جانے والے سرمایہ کو دے کر باقی رہنے والے سرمایہ کو لے لیجئے۔

مثلاً اس نے زبان ہم سب کو دی ہے۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اگر اس زبان سے ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہنا چاہیں گے تو نہ کہہ سکیں گے مگر ابھی تو کہہ سکتے ہیں! لہٰذا خدا کی مرضی کے بغیر کچھ نہ کہئے۔ یہی مطلب ہے خدا کے کھاتے میں ڈالنے کا۔ دو آدمیوں کے درمیان صلح و آشتی قائم کیجئے۔ میاں بیوی کے درمیان اختلافات ہیں، صلح کرائیے۔ خبردار! جو زبان کو شیطنت میں استعمال کیا اور دونوں کے درمیان آگ بھڑکائی۔

بھلائی اور اچھائی کے علاوہ کچھ نہ کہئے۔ زبان کی قوت کو شیطان کے کھاتے میں نہ ڈالئے۔ کسی کے عیب کو برملا نہ کیجئے۔ گو زبان کو خدا کے کھاتے میں ڈالئے ساتر العیوب بنئے الزام تراشی نہ کیجئے۔ یہ ہے زبان کا خدا سے معاملہ، ایسے ہی آنکھ وغیرہ۔

آنکھ کو کہاں استعمال کرر ہے ہیں؟ قوت زبان رحمٰن کو بطور قرض دے رہے ہیں یا شیطان کو؟ ''دل'' کس کے حوالے کرر ہے ہیں؟ جو دل خدا کیلئے ہوتا ہے وہ خدا اور اولیاء خدا کی دوستی سے پُر ہوتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: بارالٰہا! حسن و حسین + کو دوست رکھنا اور جو ان کو دوست رکھے انھیں دوست رکھنا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم حسن و حسین + کے چاہنے والے ہیں۔ اسی لئے امید ہے کہ ان کی شفاعت ہم تک پہنچے گی۔

تیرھویں فصل

مادی مصیبتیں ، برداشت کے قابل ہیں

کبھی آدمی کے مال ، کبھی بدن اور کبھی اس کے اعزہ واقارب پر مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ مال کھوجاتا ہے یا چوری ہو جاتا ہے۔جسم بیمار ہو جاتا ہے یا اس کو کوئی صدمہ پہنچ جاتا ہے یا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے۔کبھی کوئی رشتہ دار بیمار ہو جاتا ہے یا مرجاتا ہے۔ بہرحال یہ تمام مصیبتیں عارضی ہیں امام معصوم - ایک دعا میں ہم کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ پروردگار سے یہ کہیں کہ بارالہا ہمارے دین پرکوئی مصیبت نازل نہ ہو۔ مال ہاتھ سے چلا جائے اس کا کوئی رنج نہیں۔ خالی ہاتھ آئے ہو خالی ہاتھ چلے جاؤ گے۔ گھر جل جائے مثل مشہور ہے :

"جای سوخته سبزمی شود"

جلی ہوئی جگہ سرسبزوشاداب ہو جاتی ہے۔

بیمار ہوگئے آخرکار دوا، علاج کے ذریعہ صحیح ہو جاؤ گے۔ یا مرجاؤ گے اور قصہ تمام ہو جائے گا۔ناخوشی اور پریشانی کی کوئی بات نہیں کہ آدمی اپنے کو مصیبت زدہ تصور کرے اس لئے کہ ہر چیز فانی ہے مٹ جانے والی ہے۔

حقیقی مصیبت دین کی مصیبت ھے

یہاں تک کہ اگر آنکھیں خراب ہو جائیں یا کمزور ہو جائیں آخر کار زندگی کٹ جائے گی۔ بہرحال بدن کی مصیبت اتنی اہم نہیں ہے لیکن افسوس کا مقام ہے اگر دین پر مصیبت آجائے۔ ہمارا دین ہم سے رخصت نہیں ہونا چاہیے۔ اس سال کا ماہ رمضان المبارک، سال گذشتہ کی طرح نہیں ہونا چاہیے۔ گذشتہ سال ہمارا دل نرم اور خدا ترس تھا، اس کے سامنے تسلیم تھا۔ اس سال کیسا ہے؟ وہ مصیبت عظیم ہے کہ انسان خدا سے دور ہو جائے۔ واجب چھوٹ جائے۔ حرام کا ارتکاب ہو جائے، یہ حقیقی مصیبت ہے۔

سچ! کس طرح حقیقتوں کو دعا کے ذریعہ ہمیں سمجھایا ہے!؟ بعض لوگ دعا بس ثواب حاصل کرنے کیلئے پڑھتے ہیں۔ ہمیں دعا پڑھنے کے ثواب کا انکار نہیں ہے۔ لیکن دعا کی اہمیت اس کے مضامین کی وجہ سے ہے دعا کی اہمیت اس کی حالت اور اس کے مطالب و مضامین کی خدا سے درخواست سے ہے:

"اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِی دِیْنِنَا"

بارالٰہا! ہمارے دین پر کوئی مصیبت نہ پڑے۔

ہمارا ایمان کم نہ ہو۔

یہاں کا گھر نہیں بلکہ آخرت میں ہم خانہ خراب نہ ہوں۔

کیا وقتِ شہادت میرا دین سلامت ہو گا؟

آپ نے سنا ہوگا خطبۂ شعبانیہ کے آخر میں پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی - سے فرمایا: اس مبارک مہینہ میں تمہاری داڑھی کو تمھارے سر کے خون سے خضاب کیا جائے گا (یعنی شہادت ہوگی) تو امیر المومنین - نے سوال کیا:

"أفی سلامة من دینی"

اس موقع پر میرا دین سالم ہوگا؟

جب دین کے بارے میں علی - کے یہ الفاظ ہیں تو پھر ہم اور آپ؟

جب علی - اس کوشش میں ہیں کہ ان کے دین پر ضرب نہ آئے تو پھر ہم اب کیا کہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا: ہاں! آپ کا دین سالم ہوگا۔ تب کہیں جا کر علی - کو اطمینان ملا۔

غیر خدا کی حمد دین کی مصیبت ھے

ابھی تک کی گفتگو مقدمہ تھی اس نتیجہ کیلئے جس کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ دینی مصیبتوں میں سے ایک کہ جس کی طرف اکثر مسلمان متوجہ نہیں ہیں اور امام زین العابدین - کی دعاؤں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے، غیر خدا کی تعریف وتوصیف ہے۔ غیر خدا کی تعریف دین کی مصیبت ہے۔ اگر کسی نے آپ کی مشکل

حل کردی ۔ اپنے ایمان کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس انسان کو فاعل اور کام بنانے والا تصور کرتے ہیں اور اس کی تعریف کرنے لگتے ہیں۔ جیسے ہی غیر خدا کی تعریف کی ، دین پر مصیبت ٹوٹ پڑی "الحمد للہ" کو باطل کردیا اور "الحمد لفلاں" کہہ دیا کہ حمد اس کی جس نے میرا کام کیا ہے۔ جب کہ اس طرح کہنا چاہیے تھا کہ الحمد للہ کہ خدا نے فلاں کو میرا کام بنانے کا ذریعہ بنا دیا۔

خدایا تو ہی میری حاجتوں کو روا فرما

صحیفہ سجادیہ کی دعائے مکارم الاخلاق میں اس سلسلے سے بہترین فقرے پائے جاتے ہیں کہ" خدایا! فراخی دے کر میری عزت کو بچا اور تنگدستی سے میری آبرو کو بٹہ نہ لگنے دے کہ مبادا تیرے رزق خوروں سے مانگوں اور تیری مخلوق میں برے لوگوں سے سوال کروں۔ دینے والے کی تعریف کرنے اور دینے والے کی برائی کرنے میں پھنسا رہوں۔ جبکہ تو دینے اور نہ دینے میں ان سے زیادہ با اختیار ہے۔"

البتہ یہ نہیں ہے کہ شکریہ نہ ادا کیا جائے۔ بلکہ مخلوق کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے مگر خدا کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے ۔ یہ پیسہ جو دیا ہے اگر خدا نہ چاہتا یا خدا نے اس کو نہ دیا ہوتا آپ تک کیسے پہنچ سکتا تھا ؟ کتنی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ لوگ پیسے رکھتے ہیں اور نہیں دیتے!

ایک حد تک اس "واسطہ" کی بھی شکرگذاری کی جانی چاہیے۔ مثلاً کہیے:

خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں اس کا اجر دے۔ خدا آپ کو خیر رسانی کا وسیلہ بنائے۔ ورنہ کون ایسی مخلوق ہے؟ کوئی نہیں جو کام بنا سکے یا مشکل کشائی کر سکے؟

خلاف توقع امور، دوری کا سبب ہوتے ہیں

"اگر میں کسی سے کچھ مانگوں اور وہ نہ دے تو اس
کی مذمت وسرزنش کرنے لگتا ہوں۔" (۱)

اس کا دشمن ہو جاتا ہوں۔ بہت سی دوریوں اور لڑائیوں کی بنیاد ہی بیجا امید ہے جو انسان دوسروں سے کرنے لگتا ہے۔ اور جب امید کے خلاف دیکھتا ہے تو دوریاں بڑھ جاتی ہیں۔

نیکی کی توفیق خدا دیتا ہے

اگر کسی نے آپ کا کام بنا دیا ہے تو اس لئے کہ اس کو خدا نے توفیق دی ہے اور جس نے بے اعتنائی برتی ہے وہ اس لئے کہ توفیق خدا اس کے شامل حال نہ ہو سکی۔ بہر حال پس پردہ کچھ ہو رہا ہے لہٰذا مستقلا مخلوق کی مدح یا مذمت نہیں کرنا چاہیے۔ کسی بھی کام میں مخلوق کو مستقل سمجھنا شرک ہے۔ اگر کوئی انسان آپ کا کام نہ کرے تو آپ اس سے ہمدردی کیجئے کہ توفیق خدا اس کے شامل حال نہ ہو سکی نہ یہ کہ اس سے بغض و کینہ رکھنے لگیں۔

﴿۱﴾ دعائے مکارم الاخلاق

الحمد للہ ! یعنی مطلقا حمد وثنا ہر نعمت اور ہر کمال کے بمقابل، فقط خدا سے مخصوص ہے اور بس۔

حمد کے لئے فقط خدا ہی کیوں سزاوار ہے؟

" الحمد للہ " کے جملے کے بعد یکے بعد دیگرے تین صفتوں کا تذکرہ ہے:

﴿۱﴾ رب العالمین

﴿۲﴾ الرحمٰن الرحیم

﴿۳﴾ مالک یوم الدین.

جو کہ عربی قواعد وقوانین کے اعتبار سے علیت کو بیان کررہا ہے۔ (یعنی خدا کے قابل حمد وثنا ہونے کی وجہ، وہ صفات ہیں جن کا ذکر ہوا ہے۔یعنی چونکہ وہ "رب العالمین" ہے چونکہ "الرحمٰن الرحیم" ہے چونکہ " مالک یوم الدین " ہے حمد وثنا بس اسی کیلئے ہے۔مترجم)

لہٰذا اگر ان صفات کی وضاحت ہوجائے تو یہ بات بھی بالکل واضح ہو جائے گی کہ حمد وثنا فقط خدا سے ہی کیوں مخصوص ہے۔

موجودات کی تربیت یعنی ان کو منزل کمال تک پہنچانا

رب العالمین:

عالمین میں موجود تمام مخلوقات کو مرحلہ کمال تک پہنچانے والا۔

دانہ کا کمال یہ ہے کہ وہ ہرا بھرا ہو جائے اس سے شاخیں، پتے اور پھل پیدا ہوں اور دوبارہ وہ نئے دانوں کو جنم دے۔

''عالمین'' عالم کی جمع ہے۔ اور ایک جامع گروہ کو عالم کہتے ہیں جیسے عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم معادن، عالم انسان، عالم سفلیٰ، عالم علوی۔

کبھی ڈائریکٹ یونہی کہہ دیا جاتا ہے مثلاً علویات، سفلیات اور کبھی ہر کرہ کو یہاں تک کہ کہکشاں کو بھی عالم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عالمین کی کوئی تعداد نہیں ہے۔

عالم کیلئے یہ جو ہم نے مثالیں دی ہیں یہ محسوس اور دکھائی دینے والے عالم ہیں۔ نامرئی اور غیر محسوس ''عالم'' تو ان ''عالم'' سے کہیں زیادہ ہیں۔ ملائکہ، جنات، شیاطین ان کے بھی عالم ہیں۔ ملائکہ ''عالم اعلاء'' کو پُر کئے ہوئے ہیں۔ ملائکہ کی بعض صفیں تو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ وہ ہر لمحے کتنے ملائکہ پیدا کرتا ہے۔

خدا "رب العالمین" ھے

ایک چھوٹی سی مخلوق سے لے کر اور بڑی سے بڑی مخلوق تک، سب کو وہی تربیت دے رہا ہے۔ سبزہ، تنے دار، بغیر تنے کا، کانٹوں دار، بغیر کانٹے کا، پھل دار بغیر پھل کا ان سب کا ایک عالم ہے۔ اور سب کی پرورش خدا کر رہا ہے وہ "رب الحبوب والثمار" ہے یعنی دانوں اور پھلوں کا پالنے والا۔ کسان جس دانے کو کھیت میں بکھیرتا ہے اسے کون تربیت دیتا ہے؟

یہ دانہ جو زمین کے اندر چلا گیا غور کریں کس طرح دو حصوں میں بٹ گیا ایک حصہ زمین میں رہ گیا اور ایک اوپر نکل آیا۔ پھل کون بناتا ہے؟ قدرت کیا کیا کرشمہ دیکھاتی ہے؟ کس طرح کھجور کی سخت گٹھلی کو وہ شگافتہ کرتا ہے اور اس سے تنا بناتا ہے۔ پھر شاخیں پتے اور پھر کھجور کے خوشہ اس میں آتے ہیں یہ سب خدا کی تربیت کا نتیجہ ہیں۔

حمد کا حقدار کون ھے؟

آپ ہی بتایئے کہ حمد کس کی کرنی چاہیے؟ واسطوں کی جس نے خریدا اور آپ کو دبا دیا اس کی؟ یا جس نے مدتوں بیج کے منوں مٹی کے تلے دبے رہنے کے بعد اسے نیچے سے اس منزل تک پہنچایا ہے؟ اللہ کی کس تربیت کا تذکرہ کروں؟

جدید علم ہیئت میں سورج کے سلسلے میں دلچسپ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مرکز آفتاب کا درجۂ حرارت ستر ملیون (سات کروڑ) ڈگری ہے۔ سوچیے سو درجہ حرارت اگر ہو جائے تو پانی کھولنے لگتا ہے۔ پھر ستر ملیون (سات کروڑ) درجۂ حرارت...؟ روزانہ ساڑھے چارسو ملیون ٹن مواد جل کر حرارت بنتی ہے اور دوسرے کرات کو سپلائی ہوتی ہے۔ زمین کو سورج کی عیال شمار کیا جاتا ہے کہ جو اس کی روشنی اور گرمی دونوں سے استفادہ کرتی ہے اور اگر سورج کی روشنی زمین تک نہ پہنچے تو زمین ختم ہو جائے۔ سورج کی یہ گرمی اور اس کی قوت جاذبہ اور روشنی زمینی موجودات کی پرورش کا ذریعہ ہیں۔ اس طرح سے سورج کے ذریعہ زمینی مخلوق کی الٰہی تربیت صاف محسوس ہے۔

حرارت آفتاب کا کنٹرول

سورج کی وہ حرارت جو سورج سے زمین تک نوے ملیون میل راستہ طے کرنے کے بعد زمین تک پہنچتی ہے اگر ڈائریکٹ زمین تک پہنچا دی جائے تو ایک گھاس بھی سالم نہ رہے گی جل کے راکھ ہو جائے گی۔ ایک جاندار بھی زندہ نہ بچے گا۔ جل بھن کے رہ جائے گا۔

الٰہی تربیت نے زمین کو چاروں طرف سے ہوا سے پر کر رکھا ہے کہ جب یہ حرارت زمین تک پہنچتی ہے تو بٹ جاتی ہے اور ادھر ادھر منتشر ہو جاتی ہے۔

فضانورد اور چاند پر جانے والوں نے خود دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ روزانہ آسمانی پتھر دوسرے کرات سے زمین پر آتے ہیں ان کی تعداد تقریباً تیس لاکھ سے

زیادہ ہے۔ یہ پتھر زمین پر آ کر گرتے ہیں۔ اگر ان پتھروں اور زمین کے درمیان رکاوٹ نہ ہو تو پوری زمین تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔ ان کی رفتار ایک سکنڈ میں پچاس کلومیٹر ہوتی ہے۔ گویا ہر منٹ میں یہ پتھر تین ہزار کلومیٹر راستہ طے کرتے ہیں۔ کون سا ایسا گولہ یا بندوق ہے جس کی یہ رفتار ہو؟ سچ بتایئے کہ اگر ڈائریکٹ یہ پتھر زمین پر آ گرتے تو کیا زمین چھلنی نہ ہو جاتی؟ کیا یہ باقی رہ سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔

الٰہی تربیت ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے سورج کی اس گرمی سے اس کا حل کر دیا کہ جس کو ہوا میں محفوظ کر دیا تھا وہ حرارت ان پتھروں سے ٹکراتی ہے اور ان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ رات میں کبھی کبھی ایسے ستارے بھی دکھائی دیتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف چلتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد اوجھل ہو جاتے ہیں ان کو ''شہاب ثاقب'' کہا جاتا ہے۔ یہ وہی آسمانی پتھر ہیں جو زمین کی حدود میں آ کر جل کے تباہ ہو جاتے ہیں۔

زمین کی فضا کو ایسا کس نے بنایا؟ اسی نے جس نے انسانوں کو زمین پر پیدا کیا ہے اور زمین کو ان کیلئے رہنے کی جگہ بنایا ہے :

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْداً . (۱)

''اس نے تمھارے لئے زمین کو گھوراہ بنایا ہے۔''

نہ کہ شہاب ثاقب کے نشانوں کی جگہ کہ جہاں سکون و اطمینان نہ ہو۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کیوں خدا ہی فقط حمد کا حقدار ہے۔ اس لئے کہ وہ

﴿۱﴾ طٰہٰ: ۵۵

عالمین کا پروردگار ہے۔

مناجات امیر المومنین -

مسجد کوفہ کی ایک مناجات میں امام - فرماتے ہیں:

"مولای مولای انت الرب وانا المربوب
فهل یرحم المربوب الا الرب،
مولای مولای انت الخالق وانا المخلوق
فهل یرحم المخلوق الا الخالق"

"میرے آقا! میرے آقا! تو پالنے والا ہے اور میں تیرا پروردہ، آخر پروردہ پر پالنے والے کے علاوہ کوئی اور رحم کھاتا ہے؟

میرے آقا! میرے مولا! تو پیدا کرنے والا ہے اور میں مخلوق۔ کہیں مخلوق پر خالق کے سوا کوئی دوسرا رحم کرتا ہے؟"

"مَا لِیُ رَبٌّ سِوَاکَ"

"اے پروردگار تیرے علاوہ میرا کوئی رب اور پالنے والا نہیں۔"

پس تیرے علاوہ میں اور کسی کی حمد و ثنا نہیں کرتا۔ میں اپنے ہاتھ بھی بس تیری بارگاہ میں بلند کئے ہوئے ہوں۔ میں تیرا ہی تو محتاج ہوں پس میری ضرورت کو بھی تو ہی پورا فرما۔

پیغمبروں کی دعا

قرآن مجید میں انبیاء کرام ؑ کی جو دعائیں نقل کی گئیں ہیں وہ ''رب'' کی لفظ سے شروع ہوتی ہیں۔ ہمیں بھی اپنی دعاؤں کا آغاز ''رب'' سے کرنا چاہیے۔

چودھویں فصل

﴿ایاک نعبد و ایاک نستعین﴾

" ایاک نعبد و ایاک نستعین " : یعنی پروردگارا! بس تیری عبادت کرتے ہیں اور (تیری بندگی کرنے کے سلسلہ میں) ہم بس تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ یعنی " فقط خدا ہی کی عبادت کرنا "۔ اتنا آسان مرحلہ نہیں ہے کہ انسان اس سے باآسانی گذر جائے۔ بڑا مشکل کام ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں اس سے مدد درکار ہے۔

بندگیٔ خدا خود ایک مشکل کام ہے اور مسلسل بندگی کرتے رہنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ آپ نے کئی بار آزمایا ہوگا کہ جب انسان کسی موعظہ کو سنتا ہے تو دل ہی دل میں خوب خوش ہوتا ہے اور پکا ارادہ کرلیتا ہے کہ خدا کی عبادت کرے گا۔ غیر خدا سے قطع تعلق کرلے گا۔ لیکن جب گھر، بازار وغیرہ آتا جاتا ہے اس کی نفسانیت، ہوا و ہوس اور خواہشات سامنے آجاتے ہیں اور متوجہ نہیں رہتا۔ لہٰذا :

اس کی مدد کے بغیر چارہ نہیں

اکیلا آدمی نہ خود کو شیطان سے بچا سکتا ہے اور نہ خود اپنے نفس سے۔ ہاں اگر اس کا رشتہ غیب سے ہوتا ہے تو کچھ کر گذرتا ہے۔ جو جسم و مادہ، روٹی پانی اور

بیوی بچوں وغیرہ سے جڑا ہوا ہے سب سے لاتعلق ہو کر "لا الٰہ الا اللہ" کہے، بہت ہمت چاہیے۔ بلند حوصلہ چاہیے کہ وہ دین کو روپیہ پیسہ بیوی بچوں سب پر فوقیت دیدے اور دین کے مقابلے میں اس کی خواہشات غلبہ نہ کریں۔

تمام افراد خدا کی مدد کے محتاج ہیں۔ نبیوں سے لے کر عام افراد تک اگر ان کی خدا امداد نہ کرے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

کس کا زور چلتا ہے کہ خود سے، اپنی شہوتوں سے اور شیطانوں سے اپنے کو بچا سکے اور سب سے برے تو یہ انسانی شکل میں شیطان ہیں جو ایک معمولی سے وسوسہ سے پوری محنت ضائع کر دیتے ہیں۔ مثلا آدمی کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سنا ہے کہ تم بھی دقیانوسی ہو گئے ہو؟

ارے بھائی کیا ہوا؟

سنا ہے مسجد میں جانے لگے ہو؟ وغیرہ

اگر یہ آدمی تنہا ہو، خدا کی مدد اور ملائکہ کا الہام اس کے ساتھ نہ ہو تو یہ متاثر ہو جائے گا۔ لیکن جب مددِ خدا ساتھ ہوتی ہے تو وہ ان انسانی و شیطانی وسوسوں کے آڑے آجاتی ہے۔ وہ مضبوط و مستحکم ارادہ جو انسان کو راہ خدا پر ثابت قدم رکھے، مدد خدا کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

شیطان ہمیں خدا اور حقیقت سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے وسوسے ہماری خواہشات سے میل بھی کھاتے ہیں۔ وہ شک وشبہ پیدا کرتا رہتا ہے اور کام کرنے کی مہلت نہیں دینا چاہتا۔ یہی وہ منزل ہے کہ کہئے:

"ایاک نستعین"

"معبود ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔"

دنیوی حادثات میں بھی خدا سے مدد مانگنا چاہیے۔ آدمی گھر سے نکلے، موٹرسائیکل سے ٹکر ہو جائے، دماغی چوٹ آجائے مرجائے گا۔ لہٰذا ہر مقام پر ہر اعتبار سے اس سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیے۔ موضوع سے متعلق ایک روایت پیش کردوں تاکہ آپ کی تھکن کا ازالہ ہو سکے۔

جریح، نادان عابد

بحارالانوار جلد ہشتم اور حیات القلوب جلد اول میں امام جعفر صادق - سے ایک روایت ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں "جریح" نام کا ایک عابد ایک گوشہ میں عبادتوں میں مشغول رہتا تھا۔ مگر عالم نہیں تھا۔ ایک دن اس کی ماں کو اس سے کوئی کام تھا اس نے آواز دی۔

جریح!

مگر جریح نے کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے ذکر میں محو و مگن رہا اور عبادت کرتا رہا۔

ماں چلی گئی پھر دوبارہ آئی اور اس کو پکارا۔ جریح نے کوئی توجہ نہیں دی ماں چلی گئی۔

تیسری بار ماں پھر آئی اور بولی جریح! میری بات سنو۔ مجھے تجھ سے کچھ

کام ہے۔مگراس نے کوئی پروا کئے بغیر اپنی عبادت جاری رکھی۔

(وائے ایسے تقدس پر جو نادانی کے ساتھ ہو۔اگر ذکر خدا عبادت ہے اور خدا کے امر کی اطاعت کیلئے ہے تو اسی نے تو فرمایا ہے:

”وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۔“ (۱)

”اور آپ کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔“

یہاں تک کہ اگر کوئی مستحبی نماز میں بھی ہو اور ماں آواز دیدے تو حکم یہ ہے کہ نماز توڑ دی جائے اور ماں کی بات سنی جائے۔)

بہرحال ماں کا دل ٹوٹ گیا (صد حیف اگر ماں دلشکستہ ہو جائے۔حقیقت تو یہ ہے کہ بہت سی پریشانیاں جو ناکامیوں کا سبب ہیں وہ ماں باپ کی آہ وفریاد کا نتیجہ ہوتی ہیں۔یہ بات والدین کی زندگی سے ہی مخصوص نہیں اگر اولاد اپنے ماں باپ کو بھول جائے اور برزخ میں بھی وہ ناراحت ہو جائیں تو اثرات مرتب ہوتے ہیں۔لہٰذا نیکیوں اور صدقات وخیرات کے ذریعہ والدین کو یاد رکھئے) بہرحال جب ماں دلشکستہ ہوگئی تو اس نے بدعا کی اور کہا:

﴿۱﴾ اسراء:۲۳

"یا اللہ بنی اسرائیل فاخذلہ"

"اے بنی اسرائیل کے معبود تو بھی اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔"

جس طرح یہ میری پروانہیں کرتا تو بھی اس کی اعتنا نہ کر اور اس کی مدد مت فرما۔(خذلان: یعنی بے اعتنائی ولاپرواہی ، اس کی حالت پر چھوڑ دینا)

دوسرے دن ایک طوائف جو زنا کے ذریعہ حاملہ ہو چکی تھی عابد کے پڑوس میں آ کر آباد ہو گئی اور جیسے ہی اس کے بچہ کی پیدائش ہوئی تو اس نے مشہور کر دیا کہ یہ بچہ اس عابد کا ہے۔

لوگ بھی تو چھان بین کے عادی نہیں ہوتے۔ عابد کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ ایک بدکار عورت کے ساتھ تم نے یہ کیسا کام کیا؟ تجھے شرم نہیں آتی؟

عابد کہتا رہا ، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ مگر لوگ یہ سب کہاں سنتے ہیں۔ لمحوں میں یہ بات پوری بستی میں پھیل گئی کہ عابد نے فلاں بدکار عورت سے ایسی نازیبا حرکت کی ہے اور آج اس کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ ہر طرف سے لوگ اس کی عبادتگاہ پر ٹوٹ پڑے اس کی ڈاڑھی پکڑ پکڑ کر اس پر تھوکتے تھے اور برا بھلا کہتے ہیں۔ اے خائن! ہم تجھے ایک بہترین انسان سمجھتے تھے۔

ایک بھی ایسا انسان نہیں تھا جو کہتا کہ تحقیق کی جائے کہ اس خبر میں سچائی بھی ہے یا نہیں۔ یہ خذلانِ خدا تھا کہ جب خدا نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا

اور اس کی کوئی مدد نہیں کی، لوگ بھی جو دل میں آیا، کرتے رہے۔

عابد کو حاکم کے پاس لے گئے۔ شہر کے لوگ اس معاملہ کو صحیح سمجھ رہے تھے اور حاکم نے بھی دیکھا کہ جب پوری بستی ایسا کہہ رہی ہے تو بات اس کے نزدیک بالکل ثابت ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔

پرانے زمانہ میں سولی کا انداز آج جیسا نہیں تھا کہ گلے میں پھندا ڈالا اور آدمی کا کام تمام ہو گیا بلکہ بغلوں کے نیچے رسی باندھ کر لٹکا دیا کرتے تھے تاکہ مدتوں لٹکا رہے اور بھوک پیاس یا ڈر سے آدمی مر ہی جائے۔

اس کی بوڑھی ماں نے سنا کہ اس کے بیٹے کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ قریب آئی اور نالہ وشیون کرنے لگی۔ سولی سے جریح پکارا، ماں! کیوں رو رہی ہو؟ آخر میری یہ مشکل بھی تو آپ ہی کی بددعا کا نتیجہ ہے۔ جب بعض دیکھنے والوں نے عابد کی اس بات کو سنا تو لطف و کرم الٰہی نے اپنا کام شروع کیا۔ تماشائیوں میں سے ایک نے پوچھ ہی لیا: اے جریح! واقعہ کیا ہے؟

جریح نے واقعہ کی حقیقت کو برملا کر دیا۔ کچھ اور لوگ اس طرف متوجہ ہوئے اور آہستہ آہستہ یہ بات بھی سب کے درمیان پھیلنے لگی۔

خدا تنبیہ کے بعد تلافی و جبران بھی کرتا ہے اس لئے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر بھاری ہے۔

بہر حال کچھ لوگ جمع ہو گئے اور سوال ہونے لگا کہ آخر اس کا گناہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جس شیر خوار بچے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تمہارا

ہے اگر وہ تمہاری پاکدامنی کی گواہی دیدیگا تو ہم مان لیں گے۔شیر خوار بچے کو لایا گیا۔جریح نے کہا! اے بندۂ خدا! باذن خدا بتاؤ کہ تم کس کے بچے ہو؟ بچہ گویا ہوا اور کہنے لگا کہ میں فلاں چوپان (چرواہے) کا بچہ ہوں۔

حاکم کو بتایا گیا۔حاکم استقبال کو آیا۔لوگ اس کے اطراف میں جمع ہو گئے۔ اس کو سولی سے اتارا گیا۔احترام کیا اور اس کی سابقہ زحمتوں کا جبران کیا گیا۔

آپ نے دیکھا اس کی ایک حد تک تنبیہ کی گئی اور اسی دنیا میں اس کے گناہ کا بدلہ دے دیا گیا اور پھر خدا نے اس کا جبران کیا اور اس عابد کی مدد و استعانت کی اور آخر کار جریح با کمال اطمینان اپنی منزل کو واپس ہو گیا۔

ھر حالت میں خدا سے مدد

مسلمانوں کو اپنے تمام دینی واخروی کاموں میں اللہ سے مدد طلب کرنا چاہیے۔نماز میں ”ایاک نستعین“ . روزہ میں ”پروردگار تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔“ اور حج میں :

”وَاقْضِ مَا اَوْجَبْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِجُوْدِكَ وَكَرَمِكَ“ .

پروردگار! تجھے اپنے جود و کرم کا واسطہ حج کرنے والوں کی مدد فرما تا کہ حج وعمرہ کے مراسم کو صحیح طریقہ سے بقصد قربت انجام دے سکیں۔

واقعاً اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہو تو ہم کیسے نماز ادا کر سکتے ہیں جو کہ خاشعین کے علاوہ سب کیلئے بہت مشکل ہے:

وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین (۱)

"نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کیلئے نہیں

جو خضوع و خشوع والے ہیں۔"

کوئی بھی عمل بغیر اس کی تائید و مدد کے ممکن نہیں۔ کتنے ایسے جوان ہیں جو روزہ نہیں رکھ پاتے اور کتنے اسّی سال کے بوڑھے ایسے ہیں جو نہایت آسانی کے ساتھ روزہ رکھ لیتے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں کہ جن کیلئے راہ خدا میں پیسہ خرچ کرنے سے کہیں زیادہ آسان یہ ہے کہ وہ اپنی جان دیدیں مگر ایسے بھی ہیں جو راہ خدا میں اپنی عزیز ترین پونجی دے سکتے ہیں۔

ظاہری و باطنی رکاوٹیں

اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہو تو رکاوٹیں کیسے برطرف ہوں گی۔ وہ داستان آپ نے سنی ہی ہوگی کہ مسجد میں مومنین کے درمیان گفتگو چل رہی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ ہے اور بعض مومنین کس طرح زحمت و پریشانی اٹھا رہے ہیں۔ انھیں کے درمیان ایک شخص اور بیٹھا تھا مسجد میں ہونے والی گفتگو سے بیحد

﴿۱﴾ بقرہ: ۴۵

متاثر ہوا اور کہا میرے اسٹور میں گیہوؤں کی اچھی خاصی مقدار ہے میں انھیں فقراء میں تقسیم کروں گا۔ ساتھیوں نے کہا بہت اچھا اگر شیطان ایسا کرنے دے۔ کہنے لگا کہ شیطان کچھ نہیں کرسکتا ابھی جاتا ہوں اور اس کو تیار کرتا ہوں۔ اٹھا اور چل دیا۔ اسٹور کا دروازہ کھولنا ہی چاہتا تھا اس کی بیوی سامنے آئی اور پوچھنے لگی : کیا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان میں سے کچھ گیہوں فقیروں کے درمیان بانٹنا چاہتا ہوں ۔ بیوی بولی: پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟ خود ہمیں ضرورت پڑے گی۔ ایسے حالات میں ہر انسان اپنے گھر میں گیہوں لاتا ہے اور اسٹور کرتا ہے اور آپ ذخیرہ شدہ گیہوؤں میں سے دوسروں کو دیدینا چاہتے ہیں؟ بہرحال اس نے اتنا سمجھایا کہ یہ شخص اپنے ارادے سے منصرف ہوگیا اور واپس مسجد آ گیا لوگ اس کے چاروں طرف اکٹھا ہو گئے اور پوچھنے لگے کیا ہوا؟ جو یہ روایت ہے کہ جب کوئی راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہے تو ستر شیطان اس کے ہاتھوں سے چمٹ جاتے ہیں تاکہ خرچ نہ کرسکے شاید تمھارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگیا؟ وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے ستر شیطانوں کا تو علم نہیں ہے لیکن شیطان کی ماں نے بہرحال اپنا کام کردکھایا۔

بہرحال اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہو تو ممکن ہے بیوی، بچے، دوست یا اور اجنبی انسان خیر کرنے میں رکاوٹ بن جائیں۔ ان میں سب سے خطرناک نفسانی و شیطانی وسوسیں ہیں۔

کبھی شیطان عقائد میں وسوسے پیدا کرتا ہے تاکہ انسان کا ایمان ڈانواڈول ہو جائے۔

آپ کو جان لینا چاہیے کہ آپ اپنے تمام دنیوی واخروی امور میں خدا کے محتاج ہیں۔وہ روایت آپ کے پیش نظر ہوگی جس میں جناب موسیٰ - سے خطاب ہوتا ہے کہ اپنے کھانے کا نمک بھی مجھ سے طلب کرو۔اگر خدا نہ چاہے تو یہ وافر مقدار نمک ہی ختم ہو جائے۔ اگر چاہتے ہیں کہ اس دنیا سے حالت ایمان میں جائیں تو صدق دل سے کہئے ﴿ایاک نستعین﴾ اگر اپنے واجبات کو صحیح انجام دینا چاہتے ہیں تو سچے دل سے کہئے ﴿ایاک نستعین﴾ خدا اگر مدد کرنا چاہے تو ایسے کرتا ہے کہ عقلمندوں کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔قرآن کریم سے بعض مثالیں پیش کردوں تا کہ بات اور واضح ہو جائے۔

فرعون کے جادو گروں پر خدا کا لطف

فرعون کے جادوگر وہ لوگ تھے جن کو فرعون نے ریاست کی لالچ دے رکھی تھی اس کے علاوہ کھانے پینے اور مکان وغیرہ کی قابل قدر سہولیات فراہم کر رکھی تھیں اور نہایت عمدہ عمدہ انعامات کا ان سے وعدہ کر رکھا تھا کہ ان کو بلند مراتب و درجات دئے جائیں گے.

قَالُوْا أَ اِنَّ لَنَا لَاَجرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الغَالِبِیْنَ. قَالَ نَعَمْ وَاِنَّکُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ .

" اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمیں اس کی اجرت ملے گی؟ فرعون نے کہا بیشک،

تم میرے دربار میں مقرب ہو جاؤ گے۔" (۱)

خود سوچئے تنگ دست جادوگر اگر حکومت کی بات سنے گا تو اس کا کیا حال ہوگا؟ ان تمام تر چیزوں کے باوجود ان جادوگروں کے ساتھ کیسے لطف خدا شامل ہوتا ہے کہ جب اژدہا بن جانے والا موسیٰ - کا عصا، جادوگروں کی سانپ بن جانے والی رسیوں کو نگل گیا، ان کے ساتھ کس طرح خدا کی مدد نے کام کیا کہ ان کو سمجھ میں آ گیا کہ موسیٰ - حق ہیں اور خدا کے پیغمبر ہیں۔ وہ ان کی طرح جادوگر نہیں ہیں۔ لہٰذا وہ سب کے سب سجدہ میں گر گئے:

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ قَالُوٓا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ . (۲)

"یہ دیکھ کر جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور ان لوگوں نے کہا ہم تو رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ و ہارون دونوں کا رب ہے۔"

جب فرعون نے یہ منظر دیکھا ان کو بلایا اور پوچھا یہ سب کیا ہے؟ کہنے لگے:

موسیٰ و ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئیں ہیں.

﴿۱﴾ اعراف: ۱۱۳و ۱۱۴

﴿۱﴾ شعراء: ۴۷و ۴۸

فرعون نے انھیں دھمکی دی:

اگر میرے علاوہ کسی اور خدا کو مانو گے تو پھانسی دیدوں گا اور ہاتھ پیر کاٹ ڈالوں گا:

"وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ" (۱)

''اور تمہیں خرمہ کی شاخ پر سولی دیدوں گا۔''

ان حالات میں کہ جب انھیں مال و دولت اور حکومت بھی ملنے کی امید تھی لمحوں میں وہ کیسے بدل گئے اور رب سے منہ پھیرنے پر آمادہ ہو گئے بلکہ فرعون کی دھمکی کے مقابلہ میں کس ثبات قدم کا مظاہر کیا کہنے لگا:

قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ . (۲)

''ان لوگوں نے کہا کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم سب پلٹ کر اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے۔''

دیکھئے خدا ان کی کس طرح مدد کرتا ہے کہ کس قدر پختہ دل ہو جاتے ہیں۔ کچھ لمحوں پہلے کیسے تھے اور اب کیسے ہو گئے کہ نہ صرف خواہشات کو پائمال کر رہے ہیں بلکہ راہ خدا میں جان دینے کیلئے بھی حاضر ہیں۔

﴿۱﴾ طٰہ :۷۱

﴿۲﴾ شعرا: ۵۰

فرعون کی بیوی ، مومنہ

ایک مثال مومنہ کی بھی پیش کروں۔ فرعون کی بیوی جناب آسیہؑ جو کہ ایک نمونۂ عمل خاتون ہیں وہ موسی - پر ایمان لاچکی تھیں۔ جب آپ کے ایک خادم کو ان کے اس ایمان کا علم ہوا اس نے فرعون سے چغلی کردی۔ فرعون نے تحقیق وجستجو کے بعد سمجھ لیا کہ بات سچ ہے۔ یہ تذکرہ آسیہؑ کی ماں سے کیا اور کہا ان کو اس عقیدہ سے باز رکھیں شاید آسیہؑ پاگل ہوگئیں ہیں۔ آخر کون عقلمند ہوگا جو اس طرح کی خوشحال زندگی کو چھوڑنا چاہے گا؟

ماں، آسیہؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی فرعون خونخوار ہے۔ تمھیں قتل بھی کرسکتا ہے تم اس کی خدائی کا انکار مت کرو۔

آسیہؑ نے کہا، کوئی حرج نہیں۔ زہِ نصیب کہ راہ خدا میں شہید ہوجاؤں۔

فرعون کی نیند و آرام سب حرام ہو چکا تھا۔ سچ اس کیلئے بہت مشکل تھا کہ اس کی بیوی اس کے گھر میں اس کے خلاف ہوجائے اور اس کی خدائی کا انکار کرنے لگے اور ”لا الٰہ الا اللہ“ کہے۔

باربار فرعون نے دھمکی دی۔ مگر جب ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہ ہوا تو حکم صادر کردیا کہ اس کو شکنجہ دے کر قتل کردیا جائے۔ چنانچہ ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زمین میں کیلوں سے ٹھوک کر جلتے سورج کے سامنے چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ اپنی بات سے پلٹ جائیں اور فرعون کی خدائی کا اقرار کرلیں۔

وہ نازنین جسم جو کبھی ناز نخروں کے ساتھ ریشم کے لطیف کپڑوں سے مانوس تھا آج جلتے اور بھنتے ہوئے سورج کے سامنے ناہموار زمین پر شکنجہ کی حالت میں ہے۔ لیکن لطف خدا کا کیا کہنا کہ ایک بادل ان کے سر کے اوپر آیا تا کہ کچھ سایہ ہو سکے اور آفتاب کی تپش سے نجات مل سکے۔

جنت کا محل، قصر فرعون کے بدلے

جب شکنجہ کی سختی ناقابل برداشت ہوگئی تو آسیہؑ نے خدا سے داد و فریاد شروع کردی اور نجات کی دعائیں مانگنے لگیں۔ پروردگار! فرعون کے قصر سے نکالے جانے کے عوض جنت کے محل کا مجھے مستحق بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے نوکروں سے نجات دے:

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتاً فِیْ الجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ .(۱)

”اس نے دعا کی کہ پروردگارا! میرے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے کاروبار سے نجات دلادے اور اس پوری ظالم قوم سے نجات عطا کردے۔“

﴿۱﴾ تحریم:۱۱

آسیہؑ کی دعا قبول ہوئی اور ان کو شہادت سے پہلے بہشتی مقام کی نشاندہی بھی کرائی گئی اور نہایت اطمینان وخوشی کے عالم میں ان کی جان گئی اور نجات ملی۔

عاق پدر بیٹا

صحیفہ سجادیہ کی شرح میں آیا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں ایک عیاش نوجوان تھا۔ اس کے باپ نے اسے بہت سمجھایا بجھایا مگر اس کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ جوانی کا غرور اس کو کسی طرح کی بھی نصیحت سننے کیلئے موقع نہیں دیتا تھا۔ باپ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ایک دن بیٹا بیمار ہوا۔ باپ کو بتایا گیا مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی اور کہا کہ میں اسے عاق کر چکا ہوں۔ بیٹا مرگیا باپ نے تشییع جنازہ بھی نہیں کی۔ دوسرے لوگوں نے اس کی تجہیزو تکفین و تدفین کی۔ ایک دن رات میں باپ نے خواب دیکھا کہ اس کا بیٹا اچھی حالت میں ہے اور ایک اچھی زندگی گذر رہا ہے۔ باپ نے پوچھا تم میرے بیٹے ہو؟ اس نے کہا ہاں!

باپ نے کہا مگر تو اور یہ اتنی عالی شان زندگی کیسے؟

بیٹے نے کہا: سچ ہے کہ مرنے کے وقت میں بہت برا انسان تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اب میں مر رہا ہوں اور میری حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ سب سے نزدیکی انسان یعنی باپ نے بھی مجھے چھوڑ دیا ہے اور مجھ پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ اس وقت میں نے دلشکستگی کے ساتھ کہا" **یا ارحم الراحمین**" ایک لمحہ صدق دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوگیا اور اب یہ انجام ہے۔

سچ ہے خدا کی مدد انسان کو لب دوزخ سے بھی کھینچ لاتی ہے۔

صحیفہ سجادیہ میں امام زین العابدین - فرماتے ہیں:

"یَا مَنْ یَّرْحَمُ مَنْ لَّا یَرْحَمُهُ الْعِبَادُ
یَا مَنْ یَّقْبَلُ مَنْ لَّا تَقْبَلُهُ الْبِلَادُ".

"اے اس پر رحم کرنے والے جس پر بندے رحم نہیں کرتے! اے اس کو قبول کرنے والے جس کو کوئی جگہ قبول نہیں کرتی۔"

پندرھویں فصل

تمام مخلوقات کی پیدائش کا ھدف
ان کا کمال ھے

ہر موجود کا ایک مقصد تخلیق ہے۔ کھجور کی گٹھلی کھجور کا درخت بننے اور پھر خرما پیدا کرنے کیلئے خلق ہوئی ہے تاکہ انسان خرما کھائے اور وہ اس کے بدن کا حصہ بن جائے اور کہے "اللہ اکبر"۔ پھول کے بیج کا کمال یہ ہے کہ پھول کا گلدستہ بن جائے اور پھر اس سے پھول نکلیں۔ ایک بندۂ مومن کے ہاتھ میں وہ پھول پہنچے وہ اس کے حسن و جمال سے لطف اندوز ہو اور خالق کی حمد و ثنا کرے۔ اس کو سونگھے اور خوشبو سے کیف اٹھائے اور محمد و آل محمد پر صلوات بھیجے۔

آدمی کا کمال

آدمی کا کمال کیا ہے؟ انسان کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ انسان کی پوزیشن (Position) دوسروں سے الگ ہے۔ جو کچھ بھی پیدا ہوا ہے، سب اس کیلئے اور انسان رب العالمین کے قرب تک پہنچنے کیلئے خلق ہوا ہے:

خلقت الاشیاء لاجلک وخلقتک لاجلی

کچھ دن اس دنیا میں زحمتیں اٹھائے اور قرب رب العالمین کو جا پہنچے ایک عام انسان کوشش کرتا ہے کہ دنیوی بادشاہوں کی قربت حاصل ہو جائے تا کہ مال و متاع اور جاہ حشم حاصل کر لے۔ اس کی بات میں دم پیدا ہو جائے۔ اس کو قدرت مل جائے۔ اے عقلمند! خدا کہ جس کی معمولی ملکیت یہ نظام شمسی ہے۔ ایسا بادشاہ کہ تمام بادشاہ جس کے دربار کے گدا و فقیر ہیں اگر تو نے اس کا قرب حاصل کر لیا تو کس قدر قوت و طاقت تیرا مقدر ہوگی؟ حضرت علی - نے فرمایا:

"کفیٰ بی عزاً اَن اکون لک عبدا."

میری عزت کیلئے یہ بہت ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

ہماری گفتگو آدمی کے کمال کے سلسلہ میں جاری ہے۔ ایک جملہ نہج البلاغہ سے عرض کردوں جو سال بھر نصیحت حاصل کرنے کیلئے کافی ہے:

"فیھا اختبرتم ولغیرھا خلقتم"

اے انسانو! تمہیں دنیا میں امتحان کیلئے لایا گیا ہے

تمہاری خلقت کسی اور جگہ کیلئے ہوئی ہے۔

اے علی - کے شیعو! آپ کے مولا فرما رہے ہیں کہ تمہیں آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا علی - کے ساتھ حوض کوثر پر رہنے کیلئے خود کو تیار کرو۔ ایسے گھر کیلئے خود کو تیار کرو جو خراب ہونے والا نہیں ہے۔ جہاں وہ تمام عیش اور آسائش پائی جاتی

ہیں جو ایک انسان کیلئے ضروری ہیں۔

جب انسان کی خلقت دوسری جگہ کیلئے ہوئی ہے تو اس تک پہنچنے کا راستہ بھی وہی ہے جو خداوند عالم نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور سب سے واضح وہ ہے جس کو سورۂ یٰسین میں فرمایا:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِيْنٌ وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ . (۱)

"اولاد آدمؑ! کیا ہم نے تم سے اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ خبردار شیطان کی عبادت نہ کرنا کہ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے۔"

وہ راستہ جو انسان کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے وہ ہے:

"اَنِ اعْبُدُوْنِيْ"

(میری عبادت کرو)

یعنی بندہ کا ہر حال میں بندہ خدا ہونا، اس کا صاحب کمال ہونا ہے۔

بندہ خدا، یعنی خود مستقل کوئی چیز نہیں ہے اس کی کوئی بھی چیز اس کی نہیں

﴿۱﴾ یٰس: ۶۰ و ۶۱

ہے۔ زبان، کان اور آنکھ کچھ بھی تو اس کا نہیں ہے۔ سب کا سب خدا کا ہے۔ اگر ایسے زندگی بسر کی تو یہ سیدھا جنت کا راستہ ہے۔

اگر یہ کہنے لگے کہ میری تحریر، میرا علم، میرا کمال تو یہ سب چیزیں دلیل ہیں کہ راستہ گم کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر کمال کے راستہ کو طے کرنا چاہتے ہو تو اپنے مولا و آقا کے مطیع بندے بنو، مطیعِ محض۔ پہلا حکم جو ہمارے خدا نے ہمیں دیا ہے نماز کا ہے۔ نماز کی اہمیت کے پیش نظر چند جملے ذکر کرتا چلوں:

اولِ وقت، نماز

نماز کو اہمیت دینے کا مطلب ہے اس کو ہر کام پر مقدم رکھنا۔ جیسے ہی ظہر کا وقت ہوا اب آپ کو حق نہیں ہے کہ کہیں: مجھے کام ہے۔ کیا نماز کام نہیں ہے؟ وائے ہو ایسے مسلمان پر جو پیسہ کمانے کو تو کام سمجھتا ہو اور نماز کو بیکاری کے وقت کی چیز جانتا ہو۔ یہ صراط نہیں ہے (بلکہ راستہ سے انحراف ہے) ان نماز گذاروں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور دھمکی دی گئی ہے جو نماز کی ادائیگی میں لاپرواہی برتتے ہیں (اور سوچتے ہیں) قضا ہوتی ہے تو ہو جائے۔ سورج نکلتا ہے تو نکل آئے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ. (۱)

"تو تباہی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نمازوں

﴿۱﴾ ماعون: ۴ و ۵

سے غافل رہتے ہیں۔''

جب نماز میں بے اعتنائی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے تو جو بالکل نماز نہیں پڑھتے ان کا کیا ہوگا؟ صد حیف ان لوگوں پر جو نماز چھوڑنے کیلئے بہانے تراشتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نماز کی کیا ضرورت ہے؟

بندہ نماز کا محتاج ہے نہ کہ خدا

یہ مغالطہ شیطان اس کی زبان پر جاری کرتا ہے کہ خدا کریم ہے۔ خدا رحیم ہے۔ سب کو اعمال کے بغیر بھی جنت میں لیجائے گا۔ اے نادان! تجھے نماز کی احتیاج ہے نہ خدا کو۔ پھر یہ کہ اگر یہ انداز گفتگو صحیح ہو تو پھر کسان بھی بیج نہ بوئے اور کٹائی کے وقت غلہ کاٹنے چلا جائے؟ کیوں بیج بوئے؟ پودے کیوں لگائے؟ کیوں پانی دے؟ کیوں پاسبانی کرے؟ کیوں یہ سب کام کرے کیا خدا ان تمام زحمتوں کے بغیر اس کو پھل نہیں دے سکتا؟

کیا نماز کے بغیر بھی دل پاک رہ سکتا ہے؟

جب بے نمازی سے کہتے ہیں کہ کیوں نماز نہیں پڑھتے؟ تو ایک دوسرا شیطانی جملہ جو اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ یہ کہ ''دل پاک ہونا چاہیئے'' (نماز وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟) تو اگر اس جملہ سے مراد باطن کی پاکیزگی ہے تو بے نمازی کا باطن ہر گندگی سے زیادہ کثیف ہے۔ تارک الصلوۃ کافر ہے اور اگر منکر نماز ہے

تو نجس بھی ہے۔ پھر اس کا دل کیسے پاک ہو سکتا ہے؟

یا بے نمازی کا جواب یہ ہوتا ہے کہ کل قیامت میں اگر میرا حساب کتاب ہوگا تو کہدوں گا خدایا! تو نے میرا فلاں کام کر دیا ہوتا تو میں نماز پڑھتا۔ اس طرح کی باتیں بعض جاہل کرتے ہیں کہ جن کا جواب بھی واضح ہے۔

یا مثلاً جواب دیا جاتا ہے کہ میں ذاکر حسین - ہوں، میں حسین بن علی - کا غلام ہوں۔ ذرا یہ بھی تو احتمال دیجئے کہ قبر کی پہلی رات میں اگر تمھارے جواب میں یہ کہدیا گیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تو پیسے کا غلام تھا؟ خود کو حسین - سے کیوں منسوب کر رہا ہے؟ کب امام حسین - نے تجھے اپنی غلامی میں قبول کیا تھا؟ کب تم امام حسین - کا نام روشن کرنے منبر پر گئے تھے؟ کب تم نے حسین - پر رلایا ہے؟ تم تو اپنی مجلس کامیاب بنانا چاہتے تھے۔

خیالی پلاؤ پکانا عقلمندی نہیں ھے

خیالی پلاؤ پکانا عقلمندی نہیں ہے۔ عقلمند ہمیشہ تمام احتمالات پر غور کرتا ہے۔ (آدمی سوچتا ہے) میں نے اتنی کتابیں لکھ ڈالی ہیں کہ جب قیامت کے دن مجھ سے میرے کاموں کے بارے میں سوال کریں گے تو اپنی خدمتیں یونہی گِنا دوں گا۔ کیا اس بات کا خوف نہیں ہے کہ جب تم خدمتیں گنا چکو تو جواب دیا جائے تم خود کو پہچنوانا چاہتے تھے۔ اپنی شہرت چاہتے تھے۔ تمہاری نظر میں خود تم تھے نہ کہ دین۔ یہ سب صراط اور راہ کمال نہیں ہیں بلکہ بندگی خدا سبب کمال ہے۔

سیدھا راستہ خدا کی بندگی ہے کہ جس کا ایک پہلو نمازِ اولِ وقت ہے۔ کیوں اس قدر گمراہ ہورہے ہو۔ ہر قدم جو بھی شیطان کی راہ میں بڑھا رہے ہو جہنم سے نزدیک ہورہے ہو۔ اگر اپنے نفس کی بندگی کررہے ہو تو جہنم کا راستہ ہے آگ کا راستہ ہے۔

ماہ رمضان المبارک کا روزہ جنت کا راستہ ہے اس کو چھوڑنا جہنم کا راستہ ہے۔ تمام واجبات کا یہی حساب ہے۔ جو بھی گناہ ہے جہنم کا راستہ ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ سیب کا بیج بویا جائے اور تربوز اگنے کی امید کی جائے۔ گناہ بھی کرو اور جنت کی امید بھی رکھو (کیسے ہوسکتا ہے؟) تم نے اپنے لئے آگ بنائی ہے اور گلستان کی امید رکھتے ہو؟ اپنی قبر میں آگ بھیجی ہے۔ حرام کا مال کھایا ہے۔ بغیر اجازت کے دوسروں کا مال استعمال کیا ہے۔ بعض ایسے گناہ اور ظلم کئے ہیں جن کی وجہ سے آگ قبر کی پہلی رات سے ہی ساتھ ہوگئ ہے۔

قبر کی آگ

کتاب ''دار السلام'' میں ہے کہ قاجار کے درباریوں میں سے ایک کے جنازہ کو تہران سے قم لایا گیا (تاکہ ہتک حرمت نہ ہو، نام نہیں لیتا)۔ اس کیلئے ایک حجرہ لیا گیا اور ایک قاری اس کے سرہانے قرآن پڑھنے کیلئے معین کردیا گیا۔ اچانک قاری دیکھتا ہے کہ قبر سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ قاری بھاگ جاتا ہے۔ قالین اور حجرہ سب جل گئے۔ آگ ایسی تھی کہ سب سمجھ گئے کہ یہ دنیوی نہیں

بلکہ قبر کی آگ ہے اور اس قدر تیز ہے کہ باہر تک پہنچ گئی ہے۔

تو آپ نے آگ کا بیج بویا ہے اور چاہتے ہیں کہ پھول پیدا ہوں؟ ہزار گلدستے بھی اگر آپ کی قبر کے اوپر رکھدئے جائیں مگر آپ کی باطنی کثافت کی وجہ سے کیا ہوتا ہے؟

مرجع عالی قدر مرحوم عبد الحسین تہرانیؒ، استاد نوریؒ کے استاد، کربلا میں ایک روز درس کے درمیان فرماتے ہیں۔ کل رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے نہیں معلوم رؤیای صادقہ ہے یا نہیں۔ مرزا عبدالنبی خان (قاجار کے شاہزادوں میں ایک) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت خوش ہے اور مطمئن ۔ تہران میں میں اسے پہچانتا تھا کہ ایک عیاش و بدقماش آدمی تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟

اس نے کہا ہاں میں ان برائیوں میں مبتلا ضرور تھا لیکن طالقان کی نمک کی کان جو میری شخصی ملکیت تھی میں نے اس کو امام حسین - پر وقف کردیا تھا اور وصیت کردی تھی کہ اس کے سالانہ اجارے کے پیسے نجف اشرف بھیجے جائیں اور عشرہ محرم میں امام حسین - کی مجالس کرائی جائیں۔ میں خواب سے بیدار ہوگیا اور مجھے نہیں معلوم یہ کیا قضیہ ہے۔ جناب ملا نظر علی طالقانی جو درس میں موجود تھے کہنے لگے: استاد گرامی! یہ سچا خواب ہے اس لئے کہ طالقان کی نمک کی کان حقیقت رکھتی ہے اور ہر سال اس کے اجارہ کا پیسہ یہاں میرے پاس آتا ہے اور میں ہر سال ''مسجد ہندی'' میں عشرۂ مجالس کا انتظام کرتا ہوں۔

جی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے امام حسین - کی عزاداری کی برکت سے ہم پر نگاہِ کرم ہو جائے لہٰذا ہمیشہ خوف و رجاء کے درمیانی راستہ کو اپنانا چاہیے۔ جب خود سے مایوس ہو جائیں تو حسین - کی شفاعت کی امید رکھنی چاہیے۔ اعمال صالحہ بھی ممکن ہے مقبول ہو جائیں اور وہی قبر کی آگ کو خاموش کر دیں۔

غصہ کا پی جانا جھنم سے نجات کا سبب ھے

غصہ پی جانے کی ملکوتی تصویر بعینہ قبر کی آگ پر پانی چھڑکنے کے برابر ہے۔ غصہ کے وقت خود پر کنٹرول کیجئے۔ اٹھ جایئے، چلنے لگئے، پانی پی لیجئے بہر حال اپنی حالت چینج کر ڈالئے۔

خبردار! جو رشتہ داروں سے ناطہ توڑا۔ صلہ رحم کے ذریعہ اپنی قبر کی آگ پر پانی چھڑکئے۔ خلاصہ یہ کہ ہر گناہ، صراط مستقیم سے گمراہی کا سبب ہے۔ جنت کا راستہ صلح وصفا ہے اور جہنم کا راستہ لڑائی جھگڑا۔ اب آپ ہی جانیں کہ کون سے راستہ کو طے کر رہے ہیں :

اِنَّ ھَدَیْنَاہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِراً وَاِمَّا کَفُوْراً (۱)

”یقیناً ہم نے اسے راستہ کی ہدایت دیدی ہے چاہے وہ شکر گذار ہو جائے یا کفران نعمت کرنے والا ہو جائے۔“

﴿۱﴾ دہر: ۳

جود وسخا اور بخشش وکرم، مِنت گذاری اور جتائے بغیر جنت کا راستہ ہے۔ بخل و کنجوسی اور ذخیرہ اندوزی جہنم کا راستہ ہے۔ جنت کا راستہ یہ ہے کہ اپنی زبان سے جس قدر ممکن ہو اچھی بات کہئے ۔ امین بنئے۔ ایک دوسرے کے عیوب کو چھپایئے۔ ٹھیک اس کے مقابلہ کا راستہ دوزخ کا راستہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ خود کو خدا کے غیض وغضب سے نجات دیں تو خود کو غیض وغضب کی حالت میں کنٹرول کریں۔ روایت میں آیا ہے کہ انسان (قیامت میں) آگ کے شعلوں میں گھرا ہوگا کہ آواز آئے گی: اس کی ہمارے پاس ایک امانت ہے۔ اس نے ہماری خاطر اپنے غصہ پر کنٹرول کیا تھا، آج اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

صدقہ اور خوف خدا میں گریہ

قبر کی آگ بجھانے والی ایک چیز " صــدقة الســر" یعنی "راہ خدا میں مخفیانہ صدقہ دینا ہے"۔ اس طرح سے کہ اگر ایک ہاتھ سے دیا ہے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ کسی سے کہے بھی نہیں۔ یہاں تک کہ خود سے بھی نہ کہے یعنی دے کر بالکل بھول جائے۔

عذاب سے بچانے والی چیزوں میں سے ایک، آنسو کا وہ قطرہ ہے جو خوف خدا میں بہایا ہے ۔ اپنی برائیوں اور خدا کے عذاب وعتاب کو یاد کر کے اگر خوف زدہ ہو گئے اور رو دیئے تو یہ گریہ جہنم کی آگ کو بجھا دے گا۔

سولھویں فصل

﴿ایاک نستعین﴾

(ہم فقط تجھ سے مدد چاہتے ہیں)۔

بندہ کا فقط خدا سے مدد مانگنا، آیا یہ انحصار تمام امور میں ہے؟ عبادت غیر عبادت، تمام امور و معاملات میں بس خدا سے مدد مانگنی چاہیے اور بس۔؟ جبکہ عبادتوں کے علاوہ امور میں ایک دوسرے سے استعانت اور مدد خواہی تو بشری زندگی کالازمہ ہے۔ آدمی اکیلے زندگی نہیں گذار سکتا۔ وہ تمام حالات میں مدد کا محتاج ہے مثلاً مرد بغیر عورت کی مدد کے گھریلو زندگی تشکیل نہیں دے سکتا۔ دونوں ہی کپڑوں، غذاؤں اور گھر وغیرہ کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ بیماری کے موقع پر ڈاکٹر اور دوا کی مدد کے محتاج ہیں۔ اسی طرح زندگی کے اور بھی دوسرے مراحل ہیں جس میں ادھرادھر جانے کے محتاج ہیں۔ عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں میں غیر خدا کا سہارا، آیا صحیح ہے یا نہیں؟

"ایاک نستعین" کلی طور پر عبادات کے سلسلہ میں ہے۔ جو شخص عبادت کرنا چاہتا ہے وہ فقط خدا سے مدد کا مطالبہ کرے کہ اپنے فریضہ کو ادا کرسکے۔ نماز جو کہ خدا کی امانت ہے اسے ادا کرسکے۔

آیۂ قرآنی میں جو یہ آیا ہے کہ ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو امانت دینا چاہی مگر انہوں نے اس کو لینے سے پہلو تہی کی اور ڈر گئے۔ اورانسان نے اس کو اٹھالیا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا. وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ. اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْماً جَھُوْلاً .(۱)

"بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں سب کے سامنے پیش کیا اورسب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور خوف ظاہر کیا بس انسان نے اس بوجھ کو اٹھالیا کہ انسان اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے۔"

اس آیۂ شریفہ میں امانت کی ایک تفسیر نماز ہے۔

خدایا! تو میری مدد فرما کہ میں اس امانت کو ادا کرسکوں نماز، روزہ اور حج کی ذمہ داریوں کو پورا کرسکوں۔ شیطان اورنفس سے نجات حاصل کرلوں اورعمل بس تیرے لئے انجام دوں۔

"ایاک نعبد" یعنی ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔" ایاک

﴿۱﴾ احزاب:۷۲

نستعین" یعنی اس یکتا پرستی کے مرحلہ میں ہم، بس تجھ سے ہی مدد کے خواہاں ہیں۔ لیکن عبادت کے علاوہ اور دوسرے کاموں میں ایک دوسرے کا سہارا؟ مثلاً ایک دوسرے سے عاریہ لیتے ہیں۔ قرض مانگتے ہیں۔ حاجت پوری ہونے کیلئے سوال کرتے ہیں۔ ان سب کا کیا حکم ہے؟

اسلام نے کلی طور پر حتی الامکان ہاتھ پھیلانے سے منع کیا ہے۔ جس حد تک ممکن ہو ایک مسلمان کو بے نیاز بننے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ ہاں البتہ ضرورت کے مقامات الگ ہیں۔ کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہو تو اب پوچھنا واجب ہے۔ یا بیمار ہو گئے تو ڈاکٹر سے دوا لینا ہی ہے یا اور کوئی مشکل پیش ہو گئی تو اس کے حل کا راستہ پوچھنا ہی چاہیے۔ یا بھوک و پیاس سے مرے جا رہے ہیں۔ یا ناقابل برداشت حالت ہوتی جا رہی ہے تو ایسے مقام پر دوسروں سے مدد لینی ہی چاہیے۔ لیکن ضرورت کے علاوہ جتنا ممکن ہو لوگوں سے مانگنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مثلاً روایت میں یہاں تک آیا ہے کہ دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے ساتھی سے اتنا بھی سوال مت کرو کہ فلاں چیز مجھے دیدیجئے۔ جو بھی تمھارے سامنے ہے کھاؤ۔ البتہ مانگنا مکروہ ہے نہ کہ حرام۔ یہ بے نیاز بننے کی پریکٹس ہے تا کہ مسلمان خود کو غیر خدا کا محتاج نہ دیکھے اور چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لے کر بڑی بڑی چیزوں میں مخلوق کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔

مال بڑھانے کیلئے قرض

جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان میں سے ایک قرض ہے۔ جس قدر ممکن ہو قرض لینے سے پرہیز کیجئے! واقعاً بے عزتی کی بات ہے کہ ایک آدمی خود کو مقروض بنالے۔ صبر کرنا چاہیے۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ آج کے مسلمان جو قرض لیتے ہیں وہ مال بڑھانے کیلئے لیتے ہیں، ضرورت پوری کرنے کیلئے نہیں۔ ثروت بڑھانے کیلئے ایسا کرتے ہیں تاکہ ان کی درآمد بڑھ جائے۔ اپنے گھر گروی رکھ دیتے ہیں اور قرض لیتے ہیں۔ بہرحال مسلمان کو حتی الامکان قرض سے بچنا چاہیے۔

صحیح سوچ

ایک مومن بازار سے گذر رہا تھا ایک قصائی کی دکان کے سامنے سے گذرا جس کو پہلے سے جانتا پہچانتا تھا۔ قصائی نے اس کو آواز دی: آج گوشت نہیں لوگے؟ مومن نے کہا نہیں۔ قصائی کہنے لگا آج بہت اچھا گوشت ہے، بہتر ہے لیجاؤ۔ اس نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ آج میرے پاس گوشت خریدنے کیلئے پیسے نہیں ہیں۔ قصائی کہنے لگا۔ کوئی بات نہیں، گوشت لیجاؤ۔ پیسے بعد میں دیدینا۔ اس مومن نے جواب دیا: تمہیں پیسے دینے کا وعدہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ پیٹ سے یہ وعدہ کرلوں کہ جب پیسہ آجائے گا تو اسے بہترین گوشت کھلاؤں گا۔ ان دو وعدوں میں

کیا فرق ہے؟

ہاں دونوں میں وہی فرق ہے جو قرض لے کر دوسرے کا احسان مند ہونے اور قرض کے بجائے صبر وتحمل سے کام لے کر بے فکری اور آسودگی خاطر میں ہے۔

وسائل الشیعہ وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک دن حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں آپ کے ساتھ سلمان اور ابوذر جیسے بزرگ صحابہ تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون میری باتوں پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہے اور جو بیعت کرے گا اس کیلئے میں جنت کی ضمانت کرتا ہوں۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپؐ نے جو بھی حکم دیا ہے ہم نے اس کی اطاعت کی ہے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ بھی تم وعدہ کرو تو میں جنت کا وعدہ کروں۔ اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اطاعت کیلئے تیار ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”کبھی بھی کسی سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرنا۔“

ہاں البتہ یہ بات میں کہہ چکا ہوں کہ ضرورت کے مقامات جدا ہیں۔

اپنا کام خود

حضرت امام جعفر صادق - سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ اصحاب پیغمبر ﷺ جنہوں نے حضور ﷺ سے عہد کیا تھا کہ مخلوق سے کبھی کوئی مطالبہ نہ

کریں گے۔ اس عہد میں اتنا پابند تھے کہ اگر دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور پانی ان کی دسترس سے دور ہوتا تھا تو کسی سے اس کو نہیں مانگتے تھے بلکہ اٹھتے تھے اور اس کو اٹھا لیتے تھے۔ یا اگر سوار ہوتے تھے اور چھڑی ہاتھ سے گر جاتی تھی تو کسی پیدل چلنے والے سے اس کو نہیں اٹھواتے تھے بلکہ خود سواری سے اتر کر اٹھاتے تھے اور پھر سوار ہو جاتے تھے۔ نہ کوئی درخواست کرو اور نہ کسی کے احسانمند بنو۔ ہاں اگر اندھے یا مفلوج ہو جاؤ تو بات دوسری ہے۔

غیر سے مدد لیتے وقت خدا کی طرف توجہ

اسلام مسلمانوں کو اہل توکل دیکھنا چاہتا ہے۔ جو خود غنی ہو اور خدا کا محتاج ہو اور بس۔ اگر کبھی ایسا موقع آ جائے کہ مخلوق سے درخواست اور مدد لینے پر مجبور ہو جائیں تو سب سے پہلی چیز جو آپ کے ذہن میں رہنی چاہیے وہ یہ کہ اگر خدا کی مرضی ہوگی کہ آپ کی یہ مشکل اس شخص کے ذریعہ حل ہو جائے تو برطرف ہوگی ورنہ نہیں۔

اگر قرض لیتے وقت یہ بات ذہن میں نہ رہی تو شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر مخلوق سے مدد لینے کے موقع پر خدا سے امید باندھی اور مشکل کا حل خدا کے ذریعہ سمجھا کہ اگر خدا چاہے گا تو فلاں کے ذریعہ آپ کے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے تو ٹھیک، ورنہ اگر مخلوق سے لو لگائی تو پھر آپ کا دین خطرے میں ہے۔

حمد و ثنا میں شرک

اگر غیر خدا سے کام بننے کی امید لگائی تو دو باتیں ہیں: یا آپ کا کام بن جائے گا یا نہیں۔ دونوں ہی صورتوں میں خطرہ ہے۔ اس لئے کہ کام ہوجانے پر اگرآپ نے اس کی تعریف و تمجید شروع کردی، اس کو مشکلکشا سمجھ بیٹھے۔ مثلاً کہنے لگے: ارے صاحب کاش آپ جیسے اس شہر میں دو چار اور ہوتے۔ تو پھر گویا حمد میں شرک کے مرتکب ہوگئے۔ " الحمد للہ" کی وضاحت میں تفصیل سے گذر چکا ہے کہ مخلوق کی تعریف " الحمد للہ" کی ضد ہے۔ خدا کو چھوڑ کر اس مختصر سے کام کیلئے جو مخلوق نے آپ کا بنا دیا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ خدا نے اس کے دل میں یہ بات تمھارے لئے ڈال دی تھی اور اس نے خدا ہی کا تو مال آپ تک پہنچایا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ کہتے کہ حمد وشکر اس خدا کا کہ جس نے میری مشکل آپ کے ذریعہ حل کردی، مستقلاً کام کرنے والے کی تعریف کرنے لگے۔

اور اگر وہ تمھارا کام نہ کرسکا تو چونکہ اس کی امید پر گئے تھے اس کا کینہ اور بغض دل میں لے کر آئے جو کہ حرام ہے۔ اس کی غیبت شروع کردی۔ نتیجۃً ایک دوسرے گناہ کے مرتکب ہوگئے۔

ہم میں کون ہے کہ ہم اگر کسی سے کچھ چاہیں اور وہ نہ دے تو اس پر ہمیں غصہ نہ آتا ہو اور اس سے ناراض نہ ہوتے ہوں اور یہ تصور کرلیتے ہوں کہ خدا نے نہ چاہا کہ اس کے ہاتھوں پر نیکی جاری ہو۔ خدا نے اس کو یہ توفیق نہیں دی کہ میری

مشکل اس کے ذریعہ حل ہو۔

جب تک انسان غیر خدا سے امید باندھے گا، شرک کا خطرہ موجود ہے۔

اس سلسلہ میں بہترین بیان صحیفہ سجادیہ کی وہ عبارت ہے کہ جس کو حضرت امام زین العابدین سید الساجدین - نے دعائے مکارم اخلاق میں ذکر فرمایا ہے:

"..... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍوَّ آلِهٖ وَصُنْ وَجْهِي بِالْيَسَارِ وَلَا تَبْتَذِلْ جَاهِيَ بِالاقْتَارِ.... وَاَنْتَ مِن دُوْنِهِم وَلِيُّ الْاِعطَاءِ وَالْمَنْعِ...."

(معبود! رحمت فرما محمد و آل محمد ؐ پر اور فراخی دے کر میری عزت کو بچا اور تنگ دستی سے میری آبرو کو بٹہ نہ لگنے دے کہ مبادا تیرے رزق خوروں سے مانگوں اور تیری مخلوق میں برے لوگوں سے سوال کروں۔ اور دینے والے کی تعریف کرنے اور نہ دینے والی کی برائی کرنے میں پھنسا رہوں۔ جب کہ تو دینے اور نہ دینے میں ان سے زیادہ بااختیار ہے۔)

پس اے مسلمانو! پہلے مرحلہ میں کوشش کرو کہ کسی سے کچھ مت مانگو۔ اور اگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو بھی جاؤ تو شرک سے بچو اور اس کے

پاس جانے سے پہلے خدا سے رابطہ کرو کہ اے پروردگار! تیری امید پر یہ اقدام کر رہا ہوں اگر مصلحت ہو تو میرا یہ کام اس کے ذریعہ پورا فرمادے۔

قرض لینے، ڈاکٹر کے پاس جانے یا عاریت پر لینے سے پہلے خدا پر ایمان رکھو۔ جو بھی مدد کسی بھی مخلوق سے چاہتے ہو وہ خدا کی امید پر۔

ایاک نستعین: یعنی خدایا فقط تجھ سے مدد چاہتا ہوں چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی۔

مطالبہ کس سے؟

روایات میں کام کیلئے دوسروں کے پاس جانے کے سلسلہ میں دستورات وارد ہوئے ہیں جن کی مومنین کو رعایت کرنی چاہیے۔ امام -فرماتے ہیں:

ان چند چیزوں کی رعایت کرو

۱) مومن سے مانگو:

یعنی بے ایمان، غیر مطیع اہل بیت ؑ سے کچھ مت مانگو تمھارا مقام اس سے بلند ہے کہ کسی زندیق و ناصبی یا مخالف دین سے کچھ مانگو۔ اس لئے کہ کل قیامت میں جہنم کی آگ میں جلنے والا جب دیکھے گا کہ وہی مومن جس کے ساتھ کل دنیا میں نیکی کی تھی گذر رہا ہے تو اس کو آواز دے گا اور کہے گا میرا تمھاری گردن پر احسان ہے۔ اس وقت اس کی تلافی

اور جبران کرو۔ لہٰذا مومن اس کا حق دینے پر مجبور ہو گا۔ اگر خدا کے نزدیک اس (مومن) کی کوئی بھی ویلیو ہوئی تو اس کی شفاعت کرے گا۔ ایک حد تک اس کو عذاب سے چھٹکارا دلوائے گا۔ لہٰذا کیوں انسان ایسے شخص سے کوئی مطالبہ کرے جس کا خدا سے کوئی رابطہ نہیں ہے کہ اس کو اس کی گردن پر کوئی حق حاصل ہو جائے اور وہ اس کی ادائیگی پر مجبور ہو جائے۔

۲) نااہل سے کچھ مت مانگو.

۳) بے حیاء سے کچھ مت مانگو:

جو شخص حیاء نہیں رکھتا اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ بھی اس کے پاس نہیں۔ حیا بھی عموماً آنکھ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے مروی ہے کہ حیا دار سے بھی اگر کچھ لینا چاہتے ہو تو دن میں مانگو نہ کہ رات میں۔ اس لئے کہ دن میں آنکھ سے آنکھ ملتی ہے اور حیاء پیدا ہوتی ہے۔

۴) نئے مال دار سے بچو:

چند ایک روایتوں میں ہے کہ نئے پیسے والوں سے بچے رہو۔ یعنی جو ایک مدت تک تہی دامن تھا اور نیا پیسہ والا ہوا ہے۔ اس کی تشبیہ روایات میں اس طرح ہے کہ جیسے سانپ کے منہ میں درہم ہو اور اس کو لینے کیلئے سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالنا پڑے۔ نئے پیسوں والوں سے لینا بھی ایسا ہی ہے۔ اس لئے کہ اس کو پیسہ سے بہت لگاؤ ہوتا ہے اور اس سے لینا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اس کے پاس جانا ہی

فضول ہے کہ اس کے منع کرنے کے بعد اس کا کینہ تمہارے دل میں بیٹھ جائے۔

۵) کم ظرف:

اصول کافی میں ہے کہ حضرت امیر المومنین - کے حضور کسی نے یہ دعا کی: ''پروردگار مجھے مخلوقات کا محتاج نہ بنانا''۔ آپ - نے فرمایا: ''اس طرح نہ کہو۔ آخر کون مخلوق ہے جو دوسری مخلوق کی محتاج نہ ہو۔ زندگی میں انسان برابر دوسروں کا محتاج ہے۔ اس نے پوچھا پھر کیا کہوں؟ امام - نے فرمایا: ''یوں کہو، پرودگار مجھے اپنی بدترین (کم ظرف) مخلوق کا محتاج نہ بنانا۔ یعنی جو تیرے پست اور ذلیل بندے ہیں۔ بے حیا ہیں۔ پتھر دل ہیں۔ غیر مومن ہیں۔ مجھے اس طرح کے لوگوں سے بچائے رکھنا۔''

دوسری بات دعا میں یہ قابل غور ہے کہ امیر المومنین - نے فرمایا ہے کہ یوں کہو: ''اعوذ بک من مضلات الفتن'' پروردگارا! مجھے گمراہ کردینے والے امتحانوں سے پناہ دے۔ یہ نہ کہو کہ مجھے آزمائش و امتحان میں مبتلا نہ کرنا۔ اس لئے کہ امتحان تو ہونا ہی ہے، مال اور اولاد امتحان ہیں:

اِنَّمَا اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ. (۱)

''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے
صرف امتحان کا ذریعہ ہیں۔''

﴿۱﴾ تغابن: ۱۵

فتنہ یعنی امتحان۔ بعض امتحانات بہت سخت ہوتے ہیں۔ بعض اوقات انسان فقروفاقہ کی وجہ سے بے دینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا چاہیے کہ خدایا! ہمیں ذلیل وپست بندوں کا محتاج نہ بنانا۔ اور گمراہ کر دینے والے امتحانوں سے نجات دینا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ مانگنے میں کتنی ذلت و رسوائی ہے تو کبھی بھی سوال نہیں کریں گا۔ اور سائل کو رد نہ کرنے کی کیا قیمت ہے تو کبھی بھی کسی مانگنے والے کو نہیں پلٹائیں گے۔

اس روایت میں جو بات قابل غور ہے وہ یہی کہ حتی الامکان کسی سے کچھ نہ مانگئے اور اگر کوئی آپ سے کچھ مانگ لے تو اسکو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹایئے۔

کیوں یوسف -یعقوب -سے جدا ہوئے

ابوحمزہ ثمالی حضرت امام سجاد -کی خدمت میں حاضر تھے امام -یہی بات بیان فرمارہے تھے۔ ابوحمزہ ثمالی نے کہا: مولا! یہ سب جو ہم سے مانگتے ہیں سب مستحق نہیں ہوتے۔ آپ -نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم کہ سب ایسے ہی ہوں۔ ممکن ہے ان کے درمیان کوئی مستحق بھی ہوں۔ کیا تم بھی یہ چاہتے ہو کہ جس امتحان میں یعقوب -- مبتلا ہوئے تم بھی ہو جاؤ۔

یعقوب -نے اپنے گھر والوں کیلئے ایک گوسفند ذبح کیا۔ اسی وقت ایک مومن فقیر جس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا یعقوب -کے گھر کا چکر لگانے لگا

تا کہ اس کو بھی کچھ مل جائے۔ اور مانگے بغیر کچھ حاصل ہو جائے۔ مجبور ہو کر اس نے اپنی بھوک کا اظہار کر دیا۔ لیکن یعقوب - کے گھر والوں نے کوئی توجہ نہیں کی اور یہ مومن بھوک سے وہیں گر گیا۔

اس کے دوسرے ہی دن سے یعقوب - سے یوسف - کے جدا ہونے کے مقدمات شروع ہو گئے۔ بیس سال تک یعقوب - یوسف - کے فراق میں گریہ کرتے رہے۔ اسی رات یعقوب - سے کہا گیا کہ تم نے ایسا کام کیا ہے کہ جس کا تمہیں انجام بھگتنا ہے۔ تم نے ایک خدا کے دوست کو محروم رکھا ہے۔

فریاد رسی کا نتیجہ

کوئی بھی اگر تم سے کوئی حاجت رکھتا ہے اگر خدا کیلئے اس کی حاجت روائی کر دو گے تو اللہ کی رحمت کیلئے تیار رہو۔ خدا کے فضل و کرم کو دنیا و آخرت میں محسوس کرو گے۔ جو شخص بندۂ خدا کی ایک پریشانی کو برطرف کرے گا خداوند عالم اس کی (۷۳) پریشانیوں کو دور کرے گا۔ ایک دنیا میں اور بہتر (۷۲) آخرت میں۔ ایسی سختیوں کے موقع پر جب خدا کے لطف و کرم اور مدد کے سب سخت محتاج ہوں گے۔

شیعہ، جس کا مال کڑک ہو گیا

احمد بن محمد ابن خالد برقی کی داستان آپ نے سنی ہو گی جو کہ واقعاً امام

جعفر صادق -کا معجزہ ہے۔ یہ شخص، کتاب المحاسن کے مؤلف اور بزرگ علماء میں سے ہیں۔ امام حسن عسکری - کے ہم عصر تھے۔ فرماتے ہیں کہ دس ہزار درہم حکومت کا مقروض تھا۔اس کے علاوہ ہر سال ابوالحسن مادرانی (وزیر حاکم) کی طرف سے مجھے دس ہزار درہم انعام ملتا تھا مگر وہ اس ٹیکس میں لگ جاتا تھا جو اپنے گاؤں کے کاروبار میں مجھ پر واجب تھا۔ اس وجہ سے وہ مجھ سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ایک سال میرے پاس آدمی آیا کہ قرض ادا کرو۔ میں اٹھا اور سوچا کہ مادرانی کے پاس جاؤں جو کوتین (بادشاہ ایران) کا سب کچھ ہے۔آخرکار ''ری'' پہنچا اور ابوالحسن مادرانی کے پاس جانے کیلئے تیار ہوا تا کہ اپنا کام کرسکوں۔اسی دوران ایک زخمی بوڑھا آیا جس کے جسم سے اس قدر خون نکل چکا تھا کہ لگتا تھا اب اس کے بدن میں خون رہ ہی نہیں گیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آخر تمھارا یہ کیا حال ہے؟اس نے کہا: احمد، میں اور تم دونوں اہل بیت ؑ کے دوستدار ہیں۔ میں پھنس گیا ہوں میری مدد کرو۔ میں نے پوچھا تمھارا معاملہ کیا ہے؟

اس نے کہا:'' میں ایک مالدار اور عاشق اہل بیت عصمت و طہارت ؑ انسان ہوں۔ کوتین (اس زمانے میں دربار خلافت کی طرف سے ایران کا حکمراں) کے جاسوسوں اور چغلخوروں نے اس سے میرے خلاف یہ شکایت کردی ہے کہ میں اس کی مخالفت میں سازشیں اور پمفلٹ بازی کرتا ہوں کہ جس سے کوتین ایران پر حکومت سے معزول ہوجائے۔ کوتین کی طرف سے چند لوگوں کو بھیجا گیا کہ جنہوں نے میرے تمام سرمایہ کو غارت کردیا اور مجھے اتنا پیٹا کہ تم خود

دیکھ رہے ہو کہ میں کس طرح زخمی ہوں، میرے بدن سے اتنا خون بہہ چکا ہے کہ مرنے کے قریب ہوں۔ تم دیکھ ہی رہے ہو۔ میں اپنے گھر بار سے دور ہوں۔ اگر ہو سکے تو کچھ میرے لئے کرو۔ برقی کا بیان ہے کہ میں سوچنے لگا کہ: اگر ابوالحسن مادرانی سے اپنے کام کی سفارش کروں گا تو پھر ان بزرگوار کا کام نہ کروا سکوں گا۔ اور اگر اس کی بات کرتا ہوں تو پتہ نہیں کہ پھر میرا کام بھی ہو سکے یا نہیں بلکہ ممکن ہے کہ دونوں کا کام نہ ہو۔ اسی سوچ میں تھا کہ میں نے مطالعہ کی غرض سے کتاب اٹھائی اور جو صفحہ کھلا اس کی ابتدا ان جملوں سے تھی کہ: امام جعفر صادق - نے فرمایا: جو شخص بھی کسی مومن کی حاجت پوری کرتا ہے خدا اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ میں بہت خوش ہوا اس لئے کہ امام جعفر صادق - نے میری ذمہ داری واضح فرمادی تھی۔ اٹھا اور ان بزرگوار کا کام کرنے کا ارادہ بنالیا کہ شاید خدا بھی میرا مسئلہ حل فرمادے۔ ابوالحسن مادرانی کے پاس گیا اور داخل ہوتے وقت قرآن کریم کی یہ آیت میرے ذہن میں آ گئی میں نے پڑھ دی:

وَابْتَغِ فِيْمَا آتَاکَ اللهُ الدَّارَ الآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ
نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللهُ
اِلَيْکَ وَلَاتَبْغِ الفَسَادَ فِيْ الْاَرْضِ. اِنَّ اللهَ لَا
يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ .

"اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کے

گھر کا انتظام کرو اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاؤ
اور نیکی کرو جس طرح کہ خدا نے تمھارے ساتھ
نیکی کا برتاؤ کیا ہے اور زمین میں فساد کی کوشش نہ
کرو کہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا
ہے۔"(۱)

ابوالحسن مادرانی پڑھے لکھے شیعوں میں سے تھے اور اہل بیت - کے دوستدار اور کوکتین کے وزیر اور منشی تھے۔ کہنے لگے: "خوش آمدید"۔ احمد! بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ آیت ایسی پڑھی ہے کہ لگتا ہے کوئی کام درپیش ہے۔

احمد نے کہا! ان مظلوم بزرگوار کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں جن کا مال تم نے لوٹ لیا ہے۔ انھیں مارا پیٹا اور لاوارث چھوڑ دیا ہے۔ فقط الزام و اتہام کی وجہ سے۔

ابوالحسن نے پوچھا تم اسے پہچانتے ہو کہ شیعہ اور بے قصور ہے؟ میں نے کہا اہل بیت - کے چاہنے والوں میں سے ہے۔

انہوں نے فوراً غلام کو بلایا، ان کا حساب و کتاب منگایا اور ان کا کام اس طرح انجام دیا کہ تمام سرمایہ واپس کر دیا اور اپنی طرف سے ایک گرانقدر خلعت بھی انھیں دیا اور اپنی مخصوص سواری اس کیلئے بھیجی اس کے بعد بغیر کچھ کہے ہوئے

---

(۱) قصص: ۷۷

کاغذ اٹھایا اور لکھا:

”یطلب لاحمد بن خالد البرقی عشرة الاف درھم ویحسب من ضیعتہ“

دس ہزار درہم احمد برقی کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں اور ان کے ذمہ جو ٹیکس ہے اس میں حساب کرلیا جائے۔

ایک دوسرا سفید کاغذ اٹھایا (برات سفید ”چیک بک“) اور اس میں لکھا:

دس ہزار درہم احمد کو دئے جائیں اس خدمت کے انعام کے طور پر جو انہوں نے ہمارے لئے کی ہے۔

یعنی تم نے میری مدد کی کہ میں ایک اہل بیت - کے چاہنے والے کی مشکل حل کرسکوں اور اس کو ظلم سے نجات دے سکوں۔

اس کے اس عمل کے بعد میں نے اس کے ہاتھ کو چومنا چاہا اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کہا: کیا میرے عمل کو ضائع کرنا چاہتے ہو؟

دیکھئے محبت اہل بیت ؑ کیا کرشمہ کرتی ہے! آدمی کس قدر خدمت کرتا ہے۔ مال دیتا ہے اور اپنے کو شرمندہ بھی تصور کرتا ہے۔

ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ سائل کو اپنے گھر سے محروم نہ کریں۔

وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ (۱)

''اور سائل کو جھڑک مت دینا۔''

حضرت امام زین العابدین - دعائے ابوحمزہ ثمالی میں فرماتے ہیں:

وامرتنا ان لانرد سائلا من ابوابنا وقد
جئتک سائلا فلا تردنی الا بقضاءِ حاجتی''

''اور تو نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے دروازوں سے
مانگنے والوں کو خالی نہ لوٹائیں، پروردگارا! میں بھی
تیرے دربار میں سائل بن کر آیا ہوں لہٰذا میری
حاجت پوری کئے بغیر واپس مت کرنا۔''

اگر خدا کو تم نے پہچان لیا ہے تو غیر خدا کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ روایت ہے کہ دعا کیلئے اگر ہاتھ اٹھاؤ تو اپنے منہ پر مل لو اس لئے کہ یہ ہاتھ مبارک ہوگیا ہے۔ کیونکہ جو ہاتھ خدا کی طرف بڑھتا ہے خدا اسے خالی واپس نہیں کرتا۔ وہ بھی اگر ماہ رمضان المبارک میں۔ وہ بھی اگر خانہ خدا، مسجد جامع میں خدا کی طرف بڑھایا جائے گا تو محروم واپس نہ آئے گا۔ پس مسامحہ نہ کرو، کہو: الٰہی العفو۔

---

(۱) ضحیٰ: ۱۰

سترہویں فصل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ
بِاللهِ .

امر بالمعروف ضروریات اسلام میں ھے

اصول کافی میں امیر المومنین - کی حدیث ہے جس کی روشنی میں ایمان کی شاخوں میں سے دو شاخیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہیں کہ اگر کوئی ان کا پابند نہ ہوتو اس کا ایمان ناقص ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اہم واجبات اور ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور قرآن کریم میں تقریباً دس مقامات پر اس کی صراحت پائی جاتی ہے۔

اسلامی امت کی خصوصیات میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت علی - نے بھی اپنی آخری وصیت میں اس کی تاکید کی ہے:

" لا تترکو الامر بالمعروف والنهی عن
المنکر فیولی علیکم اشرارکم ثم تدعون

فلا تستجاب لکم".

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مت چھوڑنا ورنہ بدترین لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے اور پھر تمہاری دعائیں بھی کارآمد نہ رہ جائیں گی۔

حضرت امام محمد باقر -فرماتے ہیں کہ:

بِهَا تُقَامُ الْفَرَائِضُ وَ رُدُّ الْمَظَالِمِ وَتُنْتَشَرُ الْعَدْلُ.

امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی وجہ سے واجبات انجام پاتے ہیں اور مظلوم کو اس کا حق ملتا ہے اور عدل و انصاف پھیلتا ہے۔

وسائل الشیعہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے باب کو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے اس سلسلہ میں کس قدر روایات پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ اتنا اہم وظیفہ ہم سے چھوٹنا نہیں چاہیے۔ ہر مسلمان کو ہر واجب پر عمل کرنا اور کروانا چاہیے۔ اور ہر حرام سے رکنا اور روکنا چاہیے۔

مثلاً ہر مسلمان پر نماز پڑھنا واجب ہے اور جو بھی اس کے ماتحت ہے یا اس کا دوست ہے اس کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنا واجب ہے۔ ہر بے نمازی سے ملاقات کے موقع پر حتی الامکان اسے نماز کا عادی بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

"منکر" کے حوالے سے مثلاً آپ پر جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اور اگر کسی کو جھوٹ بولتا دیکھیں تو اس کو روکیں بھی۔ خود غیبت نہ کریں اور جو بھی غیبت کرے اس کو اس سے روکیں۔

آپ پر نہی عن المنکر واجب ہے۔ نہ کسی کا عیب بیان کریں اور نہ غیبت سنیں اور دوسروں کو غیبت کرنے سے روکیں بھی۔

آپ پر واجب ہے کہ ایسے اعمال کریں کہ جہنمی نہ بنیں۔ اپنے اہل وعیال کو بھی جہنمی نہ بننے دیں:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً
وَقُوْدُهَاالنَّاسُ وَالحِجَارَةُ .(۱)

"ایمان والو! اپنے نفس اوراپنے اہل کواس آگ سے
بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔"

ورنہ آپ جوابدہ ہوں گے۔حتی الامکان کوشش کریں کوئی دوسرا مسلمان بھی جہنمی نہ بن سکے۔

اپنی واجبی رقم ادا کریں اور جو نہیں دیتا ہے اور آپ کی دسترس میں ہے اس کو ادا کرنے پر ابھاریں۔ ہر حرام سے بچنا چاہیے اور جس مسلمان کو بھی حرام میں پڑنے سے روک سکتے ہوں اس کو شریعت کی خلافت ورزی سے روکنا چاہیے۔

﴿۱﴾ سورہ تحریم:۶

ہمدردی اور مہربانی کے طور پر نہ کہ اپنی بات منوانے کیلئے۔ یعنی اگر دیکھیں کہ ایک مسلمان حرام کا مرتکب ہورہا ہے تو آپ کی فکر یہ ہونا چاہیے کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ برائی برطرف ہو جائے اور اس کا علاج ہو جائے۔

آج امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی مناسبت سے اختصار کے ساتھ چند معروف (اچھائیوں) کو ذکر کروں گا کہ جن کو ہم سب نے انجام نہیں دیا ہے اور چند منکرات (برائیاں) کو بیان کروں گا جنھیں ہم سب نے ترک نہیں کیا ہے۔

وہ واجب جس کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے اور کسی کو اس کی طرف ہدایت بھی نہیں کی ہے۔ ایسا معروف جو ہر اچھائی کی جڑ اور ہر برائی کے چھوڑنے کی بنیاد ہے اور اسے ہم سب نے ترک کر رکھا ہے، وہ ہے "اَلتَّفَقُّہُ فِی الدِّیْنِ" (یعنی دینی معلومات حاصل کرنا)۔

تفقہ فی الدین

ہر مسلمان پر واجب عینی ہے کہ دین اور اس کے احکام سے باخبر ہو۔ اصول وفروع دین کو جانے اور چونکہ دین کی بنیاد توحید ہے لہٰذا توحید ذاتی، صفاتی اور افعالی کو سمجھے اور اس کا اعتقاد پیدا کرے۔ توحید افعالی کی برکت سے اللہ کا صابر، شکرگذار اور اس کا متوکل بندہ بنے۔

اور پھر اس کے بعد توحید عبادی کو صحیح کرے۔ شرک، ریا اور خود پسندی سے بچے۔ نبی اور امام کو پہچانے۔ ان پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے۔

قیامت کا اعتقاد رکھے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ برزخ کیا ہے اور قیامت کیا ہے؟ صراط ومیزان کیا چیز ہیں؟ القصہ اصول دین سے باخبر ہو۔

فروعات میں بھی واجبات اور تمام گناہان کبیرہ سے واقفیت واجب ہے۔

شیعوں کو عالم ہونا چاہیے

اصول کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر - نے فرمایا:

"لَوَدِدْتُ اَنْ یَّکُوْنَ السِّیَاطُ بِیَدِیْ فَضَرَبْتُ بِهَا رُؤُوْسَ اَصْحَابِیْ لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ".

میرا دل چاہتا ہے کہ میرے ہاتھ میں تازیانہ ہو اور میں اپنے اصحاب کے سروں پر اس سے ماروں تاکہ یہ لوگ فقیہ بن جائیں۔

تازیانہ دوستوں اور شیعوں کیلئے ہے کہ بات سن لیں اور دیندار بن جائیں۔ ورنہ دوسروں کا حساب تو معلوم ہی ہے۔

امیرالمومنین - فرماتے ہیں کہ:

الناس ثلاثة : عالم ربانی ومتعلم علی سبیل نجاة وهمج رعاع.

لوگ تین طرح کے ہیں: عالم، متعلم یا آوارہ و

آزاد۔ (۱)

واجب ہے کہ عالم کے پاس جایئے۔ دینی احکام پوچھئے۔ توحید کے بارے میں سوال کیجئے۔ صحیح عقائد معلوم کیجئے۔ دینی علوم کے طالبعلم بنئے۔ ورنہ آپ کیلئے خدا کے یہاں کوئی شان ومنزلت نہیں ہوگی۔ اصول کافی میں ہے کہ فرمایا:

کن عالماً او متعلماً او محباً لاهل العلم ولا تکن رابعاً فتهلک.

عالم بنو یا متعلم اور یا دوستدار علماء اس کے علاوہ چوتھے مت بنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

نہ خود جانو اور نہ عالم کے پاس جاؤ کہ اس سے واجبات ومحرمات سیکھ سکو اور نہ عالم کے دوستدار ہی بنو ایسی صورت میں ہلاک ہوجاؤ گے۔

یہ مسلمانوں کیلئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ لہٰذا دیکھیں کہ اس شہر میں کتنے عالم ہیں اور کتنے فقیہ عادل ہیں اور اتنے لوگوں میں کتنے دیندار بننے کیلئے تیار ہیں۔

لہٰذا حوزہ ہای علمیہ بنانا اور فقیہ عادل تیار کرنا واجب ہے۔ کم از کم جمعہ کے دن دنیوی کاموں سے ہاتھ روکئے اور دینی امور انجام دیجئے۔ ایک طالبعلم کو اپنے گھر بلایئے اور اس سے واجبات سیکھئے۔

آپ پڑھے لکھے ہیں اصول عقائد کے سلسلے میں دینی کتابیں یا توضیح المسائل وغیرہ سے استفادہ کیجئے۔ یہ کہنے سے کام نہ چلے گا کہ ہر ہفتہ ذاکر مجلس پڑھ دیتا ہے۔ یہ تفقہ فی الدین نہیں ہے۔ ٹھیک ہے امام حسین - سے اظہار محبت

ہے وہ بھی بہتر ہے۔ مگر دینی روش اور دینداری کی راہ ، واجبات ومحرمات کو جاننا ہے۔ خود بھی دینی احکام معلوم کرنے کیلئے تیار ہوں اور دوسروں کو بھی اس کیلئے تیار کیجئے۔ آپ اپنی دنیا کیلئے کیسے بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ ایسے ہی آخرت کیلئے بھی کیجئے؟ اپنی نماز اور روزہ بھی درست کیجئے؟

خرید و فروخت اور کرایہ داری کے مسائل جو کہ روزمرہ کے مسائل ہیں سب کو ان مسائل سے آگاہ ہونا چاہیے۔ اس ''بنیادی نیکی'' (یعنی دینی احکام سے واقفیت) پر دھیان دیجئے۔ اس کو اہمیت دیجئے۔ علماء دوست بنئے۔ آپ علماء سے کس قدر تعلق رکھتے ہیں؟ یہ حضرات امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نمائندے ہیں جو آپ کو دین اور خدا سے نزدیک کرتے ہیں۔ کسی شخص کے سلسلہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ایک عام بات کہہ رہا ہوں۔ ہمیں اپنے ماضی سے توبہ کرنی چاہیے اور اب سے عالم دوست، عالم پرور اور متعلم بننا چاہیے۔

اپنے بچوں کو نمازی بنائیے

ایک دوسری ''نیکی'' جس کی ہدایت کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ''نماز'' ہے۔ جو کہ دین کا ستون اور اس کی بنیاد ہے۔ کیوں ہمارے جوان مساجد سے دور ہیں؟ ایک حد تک ماں باپ کی کمی ہے۔ اگر ایک دن آپ کا بچہ اسکول نہیں جاتا تو آپ کیا کرتے ہیں؟ شوق دلا کر، ڈرا دھمکا کر، جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے اس کو اسکول بھیجتے ہیں۔ اگر ایک دن اس کی نماز قضا ہو جاتی ہے تو کیا تب بھی ایسا ہی

کرتے ہیں؟ کیا کبھی اس سے کہا ہے کہ اگر نماز نہیں پڑھو گے تو ''ظالم وسرکش'' اور خدا کے عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔ خدا سے دور اور بدبخت ہو جاؤ گے۔ ہاں تشویق بھی ضروری ہے۔

نھی عن المنکر کیلئے پیسہ خرچ کیجئے

اگر بچے سے کوئی برائی دیکھیں تو بے توجہی نہ کیجئے۔ جس طرح بھی ممکن ہو اسے برائی سے روکئے۔ مثلاً بچہ کو گمراہی سے روکنے کیلئے پیسہ خرچ کیجئے۔ اس کی شادی کرڈالئے یا بیٹی کو گھر میں رکھئے اس کی شادی کرڈالئے۔ بہانے مت بنایئے۔

بہترین صدقہ شادی بیاہ کا خرچ ہے۔ اور بہترین نصیحت شادی کی نصیحت ہے۔

مناسب تفریح

اولاد کو گمراہ کن جرائد سے باز رکھنے کیلئے مناسب اسباب و وسائل کا بندوبست کیجئے۔ بچہ کیلئے مناسب تفریح ضروری ہے۔ دینی اور تاریخی قصہ کہانیوں کی کتابیں اس کیلئے فراہم کیجئے۔ اس کو پکچر دیکھنے سے روکنے کیلئے مناسب طریقہ اپنایئے۔ اس کو مناسب اور کارآمد تفریح کی طرف ہدایت دیجئے چاہے اس میں آپ کا پیسہ خرچ ہوتا ہو۔ دو تین عمومی برائیاں اور ہیں جن سے روکا نہیں جاتا۔ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

غیبت

مومن کی ہتک حرمت۔ جہاں بھی کوئی کسی کی غیبت کرے وہاں موجود تمام لوگوں پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کریں۔ اگر کوئی کسی پر عیب تھوپتا ہے تو سب پر واجب ہے کہ اس کی توجیہ کریں اور یقین نہ کریں۔ مگر افسوس عموماً سب غیبت سنتے ہیں اور متاثر بھی ہوتے ہیں۔

جھگڑا (فتنہ و فساد)

لڑائی جھگڑا، ان برائیوں میں سے ہے جس سے روکا نہیں جاتا۔ جو مسلمان بھی اس سے آگاہ ہو اس پر واجب ہے کہ لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد سے روکے۔ دو بھائی اگر کسی جھگڑے کا شکار ہیں اور آپ کو اس کا پتہ چل گیا، آپ ان دونوں کو جانتے بھی ہیں تو آپ پر اس برائی سے روکنا واجب ہے۔ ان دونوں میں سے جس سے بھی آپ کی ملاقات ہو جائے، اچھی طرح اس کو میل جول کی طرف راغب کیجئے۔

جسقدر ممکن ہو ملانے کی کوشش کریں

بحار الانوار میں مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق - ایک جگہ سے گذر رہے تھے۔ دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ٹھہر گئے اور بلند آواز سے فرمایا:

"اتقوا اللّٰہ"

اللہ سے ڈرو۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ آدمی میل کرانے کی قوت رکھتا ہو ورنہ "تکلیف ما لا یطاق" اس پر نہیں ہے۔ دو رشتے دار اگر ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو آپ یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ مجھ سے کیا مطلب ہے؟ بلکہ ان دونوں رشتہ داروں کو ایک دوسرے سے ملانا آپ پر واجب ہے۔ چاہے اس میں آپ کو پیسہ خرچ کرنا پڑے۔ پیسہ لٹایئے تا کہ برائیاں ختم ہوں۔ سو پچاس روپے خرچ کیجئے دونوں کی دعوت کیجئے اور ان کی نفرت و کدورت کو مٹایئے۔

ایک واقعہ

ہمیں حضرت امام جعفر صادق - کی سیرت کو نمونہ بنانا چاہیے:

ایک دن کوفے کے بازار میں دو رشتہ داروں کے درمیان میراث کو لے کر جھگڑا ہو گیا۔ دونوں ہی امام جعفر صادق - کے شیعہ تھے۔ اسی دوران حضرت امام جعفر صادق - کے نائب خاص جناب مفضل کا بھی وہیں سے گذر ہوا اور آپ معاملہ سمجھ گئے لہٰذا فرمایا: آپ لوگ میرے گھر تشریف لایئے دیکھوں کیا بات ہے؟

آپ نے ایک سے پوچھا: تمھارا کیا جھگڑا ہے؟

اس نے کہا: میراث کے کچھ درہم میرے ان کے پاس ہیں اور یہ نہیں دے رہے ہیں۔ آپ نے دوسرے سے پوچھا: تمھارا کیا جواب ہے۔

اس نے کہا: یہ غلط کہہ رہا ہے۔

مفضل اٹھے اور رقم لاکر مدعی کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: یہ وہ رقم ہے جس پر تمھارا جھگڑا ہے، اب آپس میں مصافحہ کرلو اور صاف دل کے ساتھ جاؤ۔ واضح رہے کہ یہ رقم میرا مال نہیں ہے بلکہ سہم مبارک امام - ہے۔ خود امام - نے مجھ سے تاکید فرمائی ہے کہ آپسی لڑائی جھگڑوں کو ختم کرنے کیلئے سہم امام - خرچ کروں۔ آخر کس چیز کی خاطر دو مومن بھائی جھگڑا کریں اور دنیا کیلئے ایک دوسرے کا سر پھوڑیں۔ لہٰذا بعض وہ منکرات جو پیسہ خرچ کرنے سے رک سکتے ہیں واجب ہے کہ پیسہ خرچ کیا جائے۔ خرچ کیجئے تاکہ اس برائی کا خاتمہ ہو۔ قطع رحم یا مومن کی ہتک حرمت ختم ہو۔

ایک اور واقعہ

راوی کا بیان ہے کہ گرمیوں کا دہکتا ہوا دن تھا۔ میں نے دیکھا دوپہر سے پہلے امیر المومنین - گھر سے باہر تشریف لائے۔ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ آپ - کے جسم اطہر سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔ میں نے حضرت سے کہا: آقا گھر سے باہر آنے کا یہ کونسا موقع ہے؟

آپ نے فرمایا: تاکہ کسی مظلوم کی مدد کرسکوں اور کوئی نیکی مجھ سے انجام پاجائے۔ اسی دوران ایک خاتون روتی اور فریاد کرتی ہوئی مولا کے قریب آکر رک گئی اور کہنے لگی: میری مدد کیجئے میرے بداخلاق شوہر نے مجھے مارا پیٹا ہے اور گھر

سے باہر نکال دیا ہے۔ میں کہاں جاؤں؟

آپ -نے سوال فرمایا: تمھارا مکان کہاں ہے؟ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کا مکان وہاں سے بہت دور اطراف کوفہ میں نخلستان کے آخر میں تھا۔

امیر المومنین -اس خاتون کے ساتھ چل دیئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں بھی مولا کے ساتھ ہولیا۔ جب گھر کے قریب پہنچ گئے عورت کی ہمت نہ ہوئی کہ آگے بڑھے۔

امیر المومنین -نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مرد باہر نکلا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو برسوں سے مسجد کوفہ نہیں آیا تھا۔ اس نے مولا - کونہیں پہچانا۔ مولا نے اس سے فرمایا: میں تمھارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم سے کہوں کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ خوش رفتاری کا برتاؤ کرو۔

لیکن اس مرد نے مولا -کے سامنے گستاخی کی اور کہا جب یہ تمھارے پاس چلی گئی تو اگر اب گھر کے اندر داخل ہوئی تو اس کے پیر توڑ دوں گا۔ ایسا کردوں گا ویسا کردوں گا.....

مولا -نے دیکھا نرم لہجہ سے کام نہ چلے گا تو آپ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: میں تمہیں امر بالمعروف کررہا ہوں اورتم اس طرح بکواس کررہے ہو۔ جیسے ہی اس نے تلوار کی چمک دیکھی ڈر گیا اور پیچھے ہٹ گیا اسی دوران وہاں سے ایک شخص کا گذر ہوا جس نے مولا کو پہچان لیا اور کہا:

السلام علیک یا امیر المومنین

فوراً صاحب خانہ نے حضرت علی - کو پہچان لیا۔مولا کے ہاتھ پیر پکڑنے لگا رونے لگا اور گڑگڑانے لگا مولا مجھے معاف کردیجئے۔ یہ آجائیں میں نے آپ کے آنے کی برکت کے طفیل اپنا گھر اور جو کچھ گھر میں ہے سب اپنی بیوی کو بخش دیا تاکہ آئندہ کبھی ان سے یہ نہ کہہ سکوں کہ باہر نکلو۔ اور گھر ان کا ہوجائے۔

دیکھئے مولا - نے نہی عن المنکر کیا۔آپ بھی تو شیعہ علی - ہیں۔ جیسے بھی ممکن ہو چاہے پیسہ خرچ کرکے یا عزت وآبرو خطرے میں ڈال کر برائیوں سے روکئے۔

قضاو قدر الٰہی پر اعتراض

ایک اور برائی جو کسی سے بھی سرزد ہوسکتی ہے وہ ہے، قضاو قدر الٰہی پر اعتراض، جو کہ حرام ہے۔ اس سے روکنا ہر مسلمان پر واجب ہے مثلاً آپ تشییع جنازہ میں جاتے ہیں۔ گھر یا غسلخانہ میں مصیبت زدہ، خدا کی قضا وقدر پر اعتراض کررہا ہے۔گریبان چاک کررہا ہے۔ بال کھینچ رہاہے۔ اپنا سر دیوار پر مار رہا ہے۔ اس کی یہ کیفیت ہے کہ اگر عزرائیل - کو پالیتا اور اس کے بس میں ہوتا تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا۔ اور الٹی سیدھی باتیں کررہا ہے مثلاً کہہ رہا ہے کہ خدا کو بس میرا ہی بچہ دکھائی دیا۔ اس نے بوڑھے باپ پر رحم نہ کیا.... وغیرہ وغیرہ۔

ہاں! البتہ رونا قضاء الٰہی پر اعتراض نہیں ہے اور رونا کوئی غلط بات بھی

نہیں ہے۔ دل رنجیدہ ہوتا ہے اور اشک جاری ہوجاتے ہیں۔ بات خدا کی قضا و قدر پر اعتراض کی ہے۔

چونکہ خود اس کو مرنے کا احساس نہیں ہے لہٰذا ایسی باتیں کررہا ہے کہ اگر اسے معلوم ہوتا کہ اللہ کا کام مصلحتوں سے خالی نہیں ہے تو اعتراض نہ کرتا۔ رسولؐ اسلام ﷺ کا اٹھارہ ماہ کا اکلوتا بیٹا ''ابراہیم'' خدا نے اٹھالیا۔ حسینؑ کا کڑیل جوان بیٹا علی اکبر اس کو پیارا ہوگیا۔ یہ لوگ عزیز تھے یا آپ کی اولاد؟ قضاو قدر الٰہی پر اعتراض حرام ہے۔ آپ بھی جو خاموش بیٹھے ہوئے سن رہے ہیں اور نہی عن المنکر نہیں کررہے ہیں یہ بھی حرام ہے۔

گناھگار کو توبہ کی ترغیب دیجئے

عمومی واجبات میں سے ایک، جس پر سماج میں عمل نہیں ہورہا ہے یہ ہے کہ جب بھی کسی مسلمان کو گناہ کرتے دیکھئے اس کو توبہ کی ہدایت کیجئے۔ فقط نہی عن المنکر نہیں بلکہ توبہ بھی۔ مثلاً آپ دیکھیں کوئی جھوٹ بول رہا ہے تو اس کو جھوٹ بولنے سے روکئے اور توبہ کرنے کا حکم دیجئے۔ کہئے کہ میں بھی جب کبھی گناہ کر بیٹھتا ہوں تو توبہ کرلیتا ہوں۔ بہر حال اس کو توبہ کی طرف متوجہ کیجئے اور جب تک وہ توبہ نہیں کرلیتا آپ کا وظیفہ مکمل نہیں ہوگا۔ احتمال سے کام نہیں چلے گا جب تک یقین نہ ہوجائے کہ اس نے توبہ کرلی ہے اس کو نہ چھوڑیئے۔

کون مسلمان اس معروف پر عمل کرتا ہے؟ یعنی لوگوں کو توبہ کی طرف

متوجہ کرتا ہے؟ کچھ ایسا کرو کہ وہ خود ہی گناہ پر پشیمان ہو جائے۔ موعظہ و نصیحت کے ذریعہ یا آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے ذریعہ جیسے بھی ممکن ہو۔

اگر کسی کو توبہ کرادی تو اس کا فائدہ آپ کو بھی پہنچے گا اور اللہ کی رحمت آپ کے شامل حال بھی ہوگی۔

شیطان کا دھوکہ

بحارالانوار کی پانچویں جلد میں یہ روایت موجود ہے کہ گذشتہ زمانے میں ایک عابد لوگوں سے کٹ کر عبادت و ریاضت میں مصروف تھا۔ایک دن شیطان نے اپنے چیلے چانٹوں کو جمع کیا اور اس عابد کا معاملہ ان کے سامنے رکھا کہ عابد کے بابت ہمیں کیا کرنا چاہیے اور اس کو عبادت کے راستہ سے کس طرح منحرف کیا جائے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ رائے دی مگر پسند نہ کی گئی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کو عبادت کے راستہ سے ہی دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور طے ہوگئی۔ وہ شیطان ، عابد کی خانقاہ کے قریب پہنچا اور زمین سے اوپر ہوامیں اس نے اپنا مصلیٰ بچھا دیا اور نماز پڑھنے میں مصروف ہوگیا(یہ کام جنات اور شیطان کیلئے کوئی مشکل کام نہیں ہے اس لئے کہ وہ انسان کی طرح جسم میں مقید ومحدود نہیں ہیں)۔ مسلسل نماز کیلئے رکوع وسجود بجالاتا رہا عابد دیکھتا رہا اور اس کو تعجب ہوا کہ یہ عجیب وغریب عابد ہے جو نہ کھاتا ہے اور نہ سوتا ہے۔ بالکل آرام بھی نہیں کرتا ایسا لگتا ہے کہ عبادت سے کبھی تھکتا ہی نہیں۔ عابد اسکے قریب گیا

تا کہ اس سے بات کرے مگر اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ آخر کار عابد نے اس کو قسم دی کہ تمہیں اس خدا کی قسم جس نے تمھیں یہ مقام عطا کیا ہے میری بات سن لو۔ شیطان تھوڑا رکا اور کہنے لگا مجھے ذکر خدا سے مت روکو فالتو بات مجھ سے مت کرو۔

عابد نے کہا آپ سے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کونسے عمل کی وجہ سے آپ اس مقام تک پہنچے ہیں کہ ہوا میں خدا کی عبادت کر رہے ہیں اور نہ تھکتے ہیں نہ سوتے ہیں اور نہ کھاتے ہی ہیں۔

اس نے کہا: مجھے یہ مرتبہ اس طرح ملا کہ میں نے ایک گناہ کیا تھا اس کی توبہ کی جس کی وجہ سے میرا درجہ بلند ہو گیا اور میں اس مقام تک پہنچ گیا۔

عابد نے کہا مجھے بھی بتاؤ۔ شیطان نے کہا فلاں جگہ جاؤ اور فلاں فاحشہ عورت سے رابطہ کرو اس کے بعد توبہ کرلو اس مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے۔

میں آپ حضرات سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر دینی احکام کے سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو تو عبادت بے کار ہے۔ بہر حال عابد نے اس شیطان سے تین دینار لئے تا کہ فاحشہ عورت کو اجرت کے طور پر دے سکے۔ اور سیدھا بدکار عورت کے گھر پہنچ گیا۔ پیسے دیئے اور گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ خوش قسمت ہیں وہ گناہگار جو شرمندہ ہو جائیں اور بدقسمت ہیں وہ گناہگار جو خودسری پر تلے رہیں۔

بدکار عورت کا تمام تر بداعمالیوں کے باوجود اس خدا سے رشتہ نہیں ٹوٹا تھا اس کا گواہ یہ ہے کہ جیسے ہی اس نے عابد کو دیکھا کہنے لگی: تم اور یہ کام؟

تمہاری پیشانی کا نشان اور عبادت و ریاضت کی علامتیں اس جگہ کے ساتھ مناسب نہیں ہیں۔

عابد نے کہا تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟ تم اپنے پیسے لو اور تسلیم ہو جاؤ۔

فاحشہ نے کہا: مجھے تمھارے ہلاک ہونے پر افسوس ہورہا ہے۔تم اسقدر عبادت و ریاضت کے بعد بھی گناہ کر کے جہنم میں جلو افسوس! مجھے بتاؤ تو سہی تم کیوں اور کیسے یہاں پہنچے؟

آخر کار عابد نے اپنا تمام واقعہ اس فاحشہ سے کہہ سنایا۔ اس ذہین عورت نے کہا: اے بندہ خدا! وہ شیطان تھا۔ خدا کا نیک بندہ، کبھی بھی گناہ کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ اس کے شیطان ہونے کی دلیل یہی ہے کہ اس نے تمہیں گناہ کی طرف راہنمائی کی ہے۔ لیکن عابد اصرار کرتا رہا۔آخر کار فاحشہ نے کہا: میں حاضر ہوں۔ اور میرے گھر کا دروازہ بھی کھلا ہے تم جاؤ اور دیکھ کر آؤ اگر وہ وہاں نہ ہوتو سمجھ لو کہ شیطان ہے اور تمہیں ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اگر موجود ہوتو آنا میں حاضر ہوں۔

وہ جس طرح کرسکتی تھی اس نے عابد کو خدا سے رابطہ توڑنے اور جہنم میں جلنے سے باز رکھا۔ عابد اپنی عبادتگاہ واپس پہنچا تو دیکھا وہاں کسی کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ اس خاتون کی وہ آخری رات تھی اور وہ اپنی عمر کی آخری ساعتوں میں متوجہ ہوئی تھی۔ اس کی حالت غیر ہوتی گئی اس نے توبہ و

استغفار کیا اور اسی رات مر گئی۔

وقت کے پیغمبر کو وحی ہوئی کہ صاحبان ایمان کو اس مومنہ کے مرنے کی خبر دو اور اس کے جنازہ پر پہنچو۔ نبی نے کہا مگر کیا ہوا ؟ وہ تو فاحشہ اور بدکار عورت تھی؟ ندائے غیبی آئی: ہاں صحیح ہے مگر رحمت و مغفرت اس کے شامل حال ہوگئی ہے کیونکہ اس نے ہمارے بندوں میں سے ایک کو گناہ کرنے سے بچالیا۔ اور اس کا یہ کام خدا کے لطف و فضل کا سبب بن گیا ہے اور اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ ایک ایسا انسان جو خدا سے دور ہورہا تھا اس نے اس کو دور ہونے سے بچالیا ہے۔

کیا معلوم پشت پردہ کیا ہے؟ چالیس سال تک جہنم کی طرف رواں دواں اور ایک لمحہ میں بہشتی یا اس کے الٹا چالیس سال تک بہشت کی طرف رواں دواں لیکن خدانخواستہ عاقبت خراب ہوجائے۔

خدا کی رحمت ہمارے گناہوں سے وسیع ہے

خداوند عالم، توبہ کی ہدایت کو پسند فرماتا ہے جس گناہگار کو بھی دیکھئے مہربانی اور دلسوزی کے ساتھ اس کو خدا کی طرف متوجہ کیجئے اور اس سے کہیے تمھارا گناہ جس قدر بھی بڑا ہو خدا کی رحمت اور عفو و درگذر کے سامنے کچھ نہیں ہے۔

''ان اللہ تعالیٰ یفرح بتوبۃ عبدہ من رجل

ضلت دابتہ وما معھا ثم وجدھا''

اصول کافی میں دو تین روایات ہیں کہ جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کسی کی

سواری، سرمایہ سمیت، گم ہو جائے اس کو کس قدر رنج ہوگا اور اگر مل جائے تو وہ کتنا خوش ہوگا؟ اسی طرح گناہگار جب توبہ کے ذریعہ خدا کی طرف پلٹتا ہے تو خدا اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ خدا کی خوشی کا مطلب کیا ہے یہ نہیں معلوم۔

کتنے ہم سے واجبات چھوٹ گئے اور کیا کیا محرمات ہم نے انجام دیئے ہیں کچھ پتہ نہیں۔ البتہ انھیں مرنے کے بعد کیلئے مت چھوڑیئے۔ ابھی بھی ممکن ہے نالہ و فریاد کیجئے۔ خدا سے توبہ کیجئے اور اپنے ماضی کا حساب کیجئے۔

اٹھارھویں فصل

صراط مستقیم

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ایک اعتراض

آیہ کریمہ ﴿ اھدنا الصراط المستقیم ﴾ کو لے کر معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں۔ اعتراض پرانا ہے صدر اسلام سے کیا جا رہا ہے۔ آج کی پیداوار نہیں ہے۔ مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم لوگ دن رات نماز میں کہتے ہو ﴿ اھدنا الصراط المستقیم ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تم سیدھے راستہ تک نہیں پہنچ سکے ہو۔ تم ابھی تک شک و تردید میں مبتلا ہو۔ تبھی تو خدا سے کہتے ہو کہ وہ تمہیں سیدھے راستے کی راہنمائی کرے۔ گویا ابھی تم صحیح اور سچا دین نہ پا سکے ہو۔

یا سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات:

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (۱)

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک وشبہ
کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ صاحبان تقویٰ اور پرہیزگار
لوگوں کیلئے مجسمۂ ہدایت ہے۔''

... کے سلسلہ میں اعتراض کرتے ہیں کہ کیا قرآن غیر متقی افراد کی ہدایت کا وسیلہ نہیں ہے جبکہ قرآن ''عالمین کی ہدایت'' کیلئے آیا ہے۔

بہر حال آپ جو بھی اعتراضات سنتے ہیں عموماً سب پرانے ہیں اور لوگوں کے عقاید کو کمزور بنانے کیلئے اس سے پہلے بھی کئے جا چکے ہیں۔ اب بھی اسلام دشمن عناصر کا مقصد فقط اعتراض کرنا اور شبہات وارد کرنا ہے۔ چاہے کوئی کتنا ہی فضول اور بے بنیاد اعتراض ہو اور اس کا منہ توڑ اور قانع کنندہ جواب دیا جاچکا ہو مگر وہ، وہی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوئی مبتدی ہے اور ان شبہات کے جوابات سے واقف نہیں ہے۔ یہ اعتراض اس کیلئے شک وشبہ کا سبب بن جائے۔ اور امکان پایا جاتا ہے کہ خدانخواستہ وہ اپنے عقاید میں کمزور اور ڈانوا ڈول ہو جائے۔ بالخصوص گاؤں، دیہات میں کم پڑھے لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور اعتراض ٹھوک دیتے ہیں اور وہ بھی اس کے چکر میں آجاتے ہیں۔

تفسیر سراج وہاج میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے دو تین سال بعد

﴿۱﴾ بقرہ:۲

خلافت ابوبکر کے دوران " علقمہ بن حارث" جو پہلے عیسائی تھے اور مسلمان ہوگئے تھے۔ یہی شبہ عیسائیوں نے ان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے علقمہ کے پاس آدمی بھیجا اور کہا: تم نے مسیحیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے اور اپنے خیال میں دین حق پالیا ہے۔ مسلمان اپنے دین کے سلسلہ میں شک و تردید میں مبتلا ہیں۔ اسی لئے دن رات باربار " اھدنا الصراط المستقیم" کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی سیدھا راستہ حاصل نہیں کر سکے ہیں تبھی تو خدا سے اس کی دعا کرتے ہیں۔

علقمہ اس اعتراض سے شک میں مبتلا ہوگئے اور تحقیق و جستجو اور پوچھ تاچھ کئے بغیر دین اسلام سے منحرف ہوگئے جبکہ اگر خود نہیں سمجھ سکے تھے تو جو جانتا تھا اس سے پوچھنا چاہیے تھا۔ انہوں نے اپنا ساز و سامان جمع کیا اور مدینہ چھوڑ کر شام میں عیسائیوں کے ساتھ رہنے لگے۔ لوگوں نے ابوبکر سے کہا کہ علقمہ اسلام چھوڑ کر مسیحی ہوگئے ہیں جن کی وجہ سے بعض ضعیف الایمان مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ ایسے نہ جانے کتنے لوگ ہیں کہ ایک کے مرتد ہونے سے ان کے پائے ثبات میں بھی لغزش آجاتی ہے۔

اعتراض کا جواب

ابوبکر نے حلال مشکلات امیر المومنین - کی خدمت میں قضیہ بھیج دیا تاکہ وہی یہ مشکل بھی حل فرمائیں۔

امیر المومنین - نے خط لکھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول.

مہربان اور رحم والے خدا کے نام سے جو گناہوں کو بخشنے اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جس کا عقاب سخت اور جو لطف وکرم والا ہے۔

بسم اللہ کے بعد چار اسماء الٰہی کو لکھا : یعنی وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ یعنی اگر تم اسلام کی طرف واپس آ جاؤ تو خوف نہ کرنا اور مطمئن رہو کہ خدا بخشنے والا ہے اور اگر تم نے روگردانی کی تو اس کا عذاب بہت سخت ہے اور وہ انتقام لے کر رہے گا۔ اور اس کے بعد اعتراض کا جواب تحریر فرمایا:

" واما قوله تعالیٰ " اهدنا الصراط المستقيم" يعنى " ثبتنا على طاعتک و ارشدنا الیٰ لزوم عبادتک".

اور خداوند عالم کا یہ ارشاد " اہدنا الصراط المستقیم" یعنی پروردگار ہمیں اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ۔ اور عبادت کی پابندی کی توفیق کرامت فرما!

نہ یہ کہ صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔ بلکہ اس راستے پر چلنے اور اس کے

مطابق عمل کرنے کی ہمیں توفیق دیتا رہ!

مولا - نے خط لکھا اور ایک قاصد کے ذریعہ شام بھیج دیا۔ قاصد نے علقمہ کو کلیسا میں پایا۔ انھیں خط دیا کہ یہ علی - کا خط ہے۔

اللہ کی رحمت اس کے غضب پر بھاری ھے

علقمہ نے " اسماء الٰھی : غافر الذنب..." میں بشارت کا احساس کیا اور اس کے بعد اعتراض کا جواب ان کو مل گیا کہ ایسا نہیں ہے کہ مسلمان سیدھے راستہ سے باخبر نہ ہوں اور شک و تردید کا شکار ہوں بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ صحیح اعتقاد اور واجبات کی پابندی و محرمات سے پرہیز ہی سیدھا راستہ ہے۔

علقمہ رونے لگے۔ بالخصوص اس وقت جب اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس آیہ شریفہ میں جو چار اسماء الٰہی ہیں ان میں تین رحمت سے مخصوص ہیں اور ایک عقاب و عذاب سے۔ اس کی رحمت کس قدر وسیع ہے :

"یامن سبقت رحمته غضبه . یامن کتب علی نفسه الرحمة" (دعای جوشن کبیر)

" اے وہ ذات جس کی رحمت اس کے غضب پر بھاری اور جس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب کر رکھا ہے۔"

(۱) گناہوں کا بخشنے والا

(۲) توبہ قبول کرنے والا

(۳) لطف وکرم اور فضل وانعام والا

تین اسم رحمت ہیں اور

(۴) سخت عقاب والا

ایک اسم نقمت۔

اگر کوئی اتنا ضدی ہو کہ اس کی رحمت اور اس کے کرم سے منحرف ہو جائے تو پھر وہ "شدید العقاب" بھی ہے۔ بہرحال علقمہ نے فوراً اپنے ساز و سامان کو بٹورا اور اسی قاصد کے ساتھ مدینے واپس آ گئے اور توبہ کر کے اسلام لے آئے۔

بہر کیف مقصود یہ تھا کہ ہم سمجھیں کہ اگر صبح و شام بار بار خدا سے صراط مستقیم کی ہدایت چاہتے ہیں تو کیا مراد ہے؟

ہدایت کی دو قسمیں ہیں۔ ہدایت عام وہدایت خاص، ہدایت کلی وہدایت جزئی۔

ھدایت عام:

یعنی کلی طور پر وہ راستہ کونسا ہے جو انسان کو جنت تک پہنچا سکے۔ صراط مستقیم جو کہ آدمی کو محمد وآل محمد ؑ کے جوار میں پہنچا سکے۔ وہ راستہ جس کو طے کر کے آدمی حوض کوثر جا پہنچے، جسے چلنے کے بعد آدمی نجات ابدی کو حاصل کر لے۔

قرآن مجید میں اس کیلئے مختلف صورتیں اور عبادتیں ذکر ہوئی ہیں۔ سورہ یاسین کی ایک چھوٹی سی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنِ اعْبُدُوْنِی. هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۱)

''میری عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے۔''

ہوس پرستی، صراط مستقیم سے انحراف کا سبب ہے

لیکن ہوس پرستی اور خود غرضی صراط مستقیم سے دور ہوجانے کا سبب ہے، ارشاد ہوتا ہے:

''اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ''(۲)

''کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو خدا بنالیا ہے۔''

یا ارشاد ہوتا ہے:

''فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ''(۳)

''اس کا مرکز ہاویہ (دہکتی ہوئی آگ) ہے۔''

﴿۱﴾ یٰسین: ۶۱

﴿۲﴾ جاثیہ: ۲۳

﴿۳﴾ قارعہ: ۹

جو یہ کہتا ہے کہ میرا دل یہ چاہتا ہے اور اپنی خواہشات کے چکر میں آ جاتا ہے، حرام و حلال کی رعایت نہیں کرتا اس کی عاقبت جہنم ہے۔ اس نے بندگی اور صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے۔

سورہ یاسین میں خدا کی بندگی کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ لہٰذا بندہ بن کے زندگی گذاریئے خودسری نہ کیجئے۔ اپنے آپ کو آزاد مطلق اور مستقل مت سمجھ بیٹھیئے بلکہ خود کو خدا کی ملکیت سمجھئے۔

گناهگار غاصب هے

جس نے آپکو زبان دی ہے اس نے اس کے استعمال کے طریقے بھی معین فرمائے ہیں۔ جو خدا کی اس امانت اور عطا کے ذریعہ گالی بکتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، غیبت کرتا ہے، تہمت لگاتا ہے، بے بنیاد باتیں کرتا ہے، لوگوں کی بے عزتی کرتا ہے وہ غاصب ہے۔ زبان خدا کی ملکیت ہے لہٰذا اس کی مرضی کے مطابق اس کو چلنا چاہیے۔

اسلامی عقائد و احکام صراط مستقیم هیں

خدا کا بندہ بنئے، خود کو اس کا بندہ سمجھئے یہی صراط مستقیم ہے۔ اگر آپ خدا کی ملکیت یعنی ''کانوں'' سے ناروا گفتگو یا حرام آواز سن رہے ہیں تو گویا راستہ سے ہٹ گئے ہیں۔

تمام گناہوں کا یہی معاملہ ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں " صراط مستقیم " یعنی "بندگی خدا" دوسرے لفظوں میں " تقویٰ " یا "واجبات کی ادائیگی محرمات سے پرہیز" جو سیکھنا چاہیے سیکھئے۔ جو کرنا چاہیے کیجئے۔ جو چھوڑنا چاہیے چھوڑ یئے۔ یہی اصول عقائداور واجبات و محرمات کا خلاصہ ہے یعنی دین۔ صراط مستقیم یعنی دین اسلام۔

عمل اهم هے

کوئی مسلمان ہے جو ان دینی معلومات سے بے خبر ہو پس سب کلی طور پر ہدایت یافتہ ہیں۔ اس اعتبار سے یہ دعا " اهدنا الصراط المستقیم " نہیں ہے۔ جو چیز اہم ہے وہ ہے اس ہدایت پر باقی رہنا اور عمل کرنا۔ ہمارے ہدایت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی کلی قواعد وقوانین کو اپنے اوپر منطبق کریں۔ ہدایت خاص یہ ہے کہ ہر فرد اس راستہ پر چلے۔

پریکٹیکل کی اهمیت هے

ڈاکٹری ایجوکیشن پر غور کیجئے۔ اسٹوڈینٹ ایک عرصہ تک دردوں اور دواؤں کو پڑھتا رہتا ہے مگر ڈاکٹر اس وقت کہلاتا ہے جب اپنے علم کو بیمار پر تطبیق دے سکے مثلاً بخار کی قسمیں اس نے پڑھیں ہیں مگر وہ اس وقت کامیاب ڈاکٹر کہلائے گا کہ جب اس کے پاس بیمار لایا جائے اور وہ صحیح تشخیص دیدے کہ اس کو

کونسی بیماری ہے۔ اس لئے کہ ہر بیماری کا علاج الگ الگ ہے۔ ممکن ہے ایک معمولی اشتباہ بھی مریض کو جان سے مار دے۔

ڈاکٹری کے لحاظ سے فقط پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ تھیوری کے ساتھ پریکٹیکل ضروری ہے اگر پڑھے ہوئے کو صحیح طریقہ سے عملی جامہ پہنا دے تو کامیاب ہے لیکن اگر پڑھا بہت اچھی طرح ہے مگر بیماری کی تشخیص نہیں دے پاتا تو بے کار ہے۔

ایسے ہی وہ عالم دین جو ایک مدت تک پڑھتا رہا ہو مگر عمل میں کورا ہو، کتنے واجبات اس سے چھوٹ جائیں کتنے گناہ کر لے؟ اس کو اس کا خیال نہ ہو ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

بدگمانی

مثلاً اس نے پڑھا ہے کہ بدگمانی حرام ہے اور خداوند عالم نے قرآن کریم میں بدگمانی سے روکا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡراً مِّنَ الظَّنِّ

اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ. (۱)

''ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے اجتناب کرو

کہ بعض گمان گناہ کا درجہ رکھتے ہیں۔''

---

(۱) حجرات: ۱۲

پھر بھی اگر وہ کسی مومن سے بدگمان ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی ہدایت سے اس نے فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ قرآن نے اس کو ہدایت نہیں دی ہے۔ بالکل اس ڈاکٹر کی طرح جس نے پڑھا تو ہو مگر مریض کا علاج نہ کر سکتا ہو۔

ھدایت حاصل کرنا اھم ھے

انسان اگر صراط مستقیم کو سمجھ لے لیکن اس کے مطابق عمل نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی اس نے ہدایت حاصل نہیں کی ہے۔

راستہ سمجھ لینا ہدایت حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ راستہ طے کرنا ہدایت پانا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّا ھَدَیْنَاہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شاکِراً وَاِمَّا کَفُوْراً (۱)

''یقیناً ہم نے اسے سیدھے راستہ کی ہدایت دیدی ہے چاہے وہ شکر گزار ہو جائے یا کفران نعمت کرنے والا ہو جائے۔''

ہم نے ہدایت کے راستہ کی نشاندہی کر دی ہے (ہدایت عام) یا شکر ادا کرو گے (یعنی ہدایت خاص حاصل کرو گے، ہدایت عام قبول کرو گے) یا کفران نعمت کرو گے (ہدایت عام قبول نہیں کرو گے)۔

بہر حال اہم، ہدایت حاصل کرنا ہے۔ ہر آدمی کو معلوم ہونا چاہیے کہ صبح

---

(۱) دہر: ۳

سے شام تک صراط پر گامزن ہے پھر بھی ﴿ اھدنا الصراط المستقیم ﴾ کی دعا، اس کا مطلب یہ کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں راستے سے بھٹکنے نہ پاؤں۔ بندگی کی راہ سے منحرف نہ ہوجاؤں۔ میں بازار جاؤں یا دفتر بہرحال بندۂ خدا رہوں۔ راستہ خطرناک ہے۔ ممکن ہے کہ ایک عمل کے ذریعہ صراط مستقیم سے انحراف ہوجائے۔ ایک ذمہ دار، داروغہ یا وزیر جب ریاست کی کرسی پر بیٹھتا ہے اس کیلئے بھٹکنے کا خطرہ ہے۔ اگر اس نے حاکمیت کا ثبوت دیا تو گویا بندگی کی راہ سے خارج ہوگیا۔ میں نے تجھ سے فلاں کام کرنے کو کہا تھا کیوں نہیں کیا؟ .... یہ فرعونیت ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ماتحت افراد سے پوچھ تاچھ ہی نہ کی جائے۔ نہیں، اگر انہوں نے حکم کے مطابق کام انجام نہیں دیا ہے تو ان کو تنبیہ بھی کی جائے۔ بات صرف یہ ہے کہ حکم دیتے وقت یا پوچھ گچھ کے موقع پر حاکمیت کا ثبوت نہ دیا جائے بالکل جیسے دو مزدور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلاں کام ویسے کیوں کردیا.....؟ کہ ان کے کہنے میں آقائیت نہیں ہوتی اور فرعونیت نہیں پائی جاتی اس لئے کہ انھیں معلوم ہے کہ وہ ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔ اس ذمہ دار مرد یا عورت کا لہجہ بھی اندر سے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اگر خودسری سے کام لیا جائے گا تو انحراف ہے۔

ایک مثال

چوتھے امام حضرت زین العابدین - نے غلام کو پکارا مگر اس نے جواب

نہیں دیا۔ آپ - نے پھر آواز دی۔ جب اس نے پھر بھی جواب نہیں دیا تو آپ خود اٹھے اور اپنا کام کرلیا۔ امام - نے جب اسے دیکھا تو فرمایا: میں تمھیں بلا رہا تھا۔ کیا تم نے میری آواز نہیں سنی تھی؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ امام - نے فرمایا: پھر جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ امام -اس سے ایک آقا کی طرح سوال جواب نہیں فرما رہے تھے۔ بالکل دو بندوں کی طرح آپس میں باتیں ہو رہیں تھیں۔ غلام نے کہا: درحقیقت میں تھکا ہوا تھا۔ اور مطمئن تھا کہ آپ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ امام زین العابدین - نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمایا: پروردگارا! تیرا شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے مطمئن اور میری طرف سے امن میں ہے۔

یعنی میں ظالم نہیں ہوں کہ میرا غلام مجھ سے پریشان ہو اور ڈرتا ہو۔

یہ ہے بندگی کا راستہ اور صراط مستقیم۔ صاحبان ایمان کو اس سے درس لینا چاہیے اور ایسی ہی راہ اپنانی چاہیے۔ خدا نہ کرے کہ اپنے ماتحت افراد کے سبب بندگی کے راستہ سے منحرف ہو جائیں۔

توفیق، ہدایت ہے

خدا کی ہدایت فقط قرآنی الفاظ میں منحصر نہیں ہے۔ ''توفیق'' بھی ہدایت ہے۔ صحیح ہے کہ نماز واجب ہے۔ اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت نماز پڑھنے میں ہے۔ لیکن کبھی کبھی آدمی اتنا گر جاتا ہے کہ سونے کو نماز پر ترجیح دیتا ہے کہ نماز کی قضا بعد میں کرلیں گے اس لئے کہ نماز بعض لوگوں کیلئے تو پہاڑ کھودنے سے بھی

زیادہ سخت ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الخَاشِعِيْنَ (۱)

”نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کیلئے نہیں

جو خشوع و خضوع والے ہیں۔“

اگر خدا کی توفیق شامل حال نہ ہو اور خدا مدد نہ فرمائے تو آدمی گمراہ رہ جائے۔ عدل وہی ”ہدایت عام“ ہے مگر توفیقات، خدا کا فضل اور اس کا لطف و کرم ہیں۔ خدا سے دعا کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنے فضل کے سائے میں رکھے۔ کسے نہیں معلوم کہ خمس و زکوٰۃ واجب ہے مگر مرد وہی ہے کہ عمل کے موقع پر مال کی محبت اس کے دل سے دور ہو اور وہ خمس و زکوٰۃ ادا کرے۔ جاننا عام ہدایت ہے اور ادا کرنا ہدایت خاص ہے۔

پس ”اھدنا الصراط المستقیم“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے سکھا، بتا تو چکا ہے ہی۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ مجھے تو، توفیق دے کہ میں اس راستہ پر چلوں جو مجھے تو نے سکھایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا رہوں۔ توفیق کی برکت سے دل مضبوط ہوتا ہے اور شیطانی وسوسے اثر انداز نہیں ہوتے۔

---

(۱) بقرۃ: ۴۵

الہام یا وسوسہ

توفیقات اور خدا کی خاص ہدایت میں سے ایک یہ ہے کہ جب شیطان انسان کے دل پر وسوسہ کرتا ہے تو خدا کسی فرشتہ کے ذریعہ الہام کرتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ خرچ نہ کرو مال کم ہو جائے گا۔ بڑھاپا ہے۔ کمزوری ہے۔ اس کے مقابلہ میں ملک کہتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا رزق دیتا ہے۔ مت ڈرو۔ خدا نے وعدہ کیا ہے اس کے بدلے میں وہ تجھے عطا کرے گا:

وَمَا اَنۡفَقۡتُمۡ مِنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ یُخۡلِفُهٗ وَهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ۔ (۱)

”اور جو کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کا بدلہ بہر حال عطا کرے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔“

کیا معلوم بڑھاپا آئے بھی یا نہیں؟

اچھا دوست

خدا کی خاص ہدایتوں میں سے ایک اچھا دوست ہے، جس کی حکمت آمیز باتیں ہدایت کا سبب بن جائیں۔ البتہ ایسے دوست کم ہیں مگر ممکن ہے کہ خدا

---

(۱) سبا:۳۹

کسی کو اس نعمت سے نواز دے۔

نصیحت کا اثر

کہتے ہیں کہ ایک صاحب قدرت وطاقت امیر (حاکم) کسی حرام کام کیلئے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک آواز اس نے سنی۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ جواب ملا وعظ ونصیحت کی مجلس ہے جس میں ایک واعظ لوگوں کو نصیحت کر رہا ہے۔ وہ تھوڑا رکا۔ اس نے واعظ کی آواز سنی اور اس کی بات اس کے دل پر اس طرح لگی کہ اس کی حالت چینج ہونے لگی۔ واعظ کہہ رہا تھا:

"عَجِبْتُ مِنْ ضَعِيفٍ يَعْصِيْ قَوِيًّا"

مجھے تعجب ہے اس کمزور پر جو ایک طاقتور (خداوند)
کی نافرمانی کر رہا ہے۔

ہم کیا ہیں؟ کتنے کمزور ہیں، معمولی بیماری سے ہماری حالت غیر ہو جاتی ہے۔ لکھا ہے کہ وہ وہیں کھڑا ہو گیا اور کیل کی طرح یہ موعظہ اس کے دل میں اترتا چلا گیا۔

ایک اور مثال

اسی کی طرح "شعوانہ" کی کہانی ہے کہ جب یہ بدکار عورت ایک وعظ و نصیحت کی محفل کی طرف سے گذری اور گریہ و بکا کی آواز اس نے سنی۔ واعظ جہنم

کی آگ کے موضوع پر بول رہا تھا۔ اور یہ آیہ کریمہ پڑھ رہا تھا:

اِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظاً وَّزَفِيْرًا۔ (۱)

"جب آتش جہنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے جوش وخروش کی آوازیں سنیں گے۔"

شعوانہ بھی رو پڑی اور بولی اے واعظ اگر میں توبہ کرلوں تو خدا مجھے بخش دے گا؟ واعظ کی زبان پر خدا نے یہ الفاظ جاری کئے جبکہ وہ شعوانہ کو پہچانتا بھی نہ تھا کہ: یقیناً خدا تجھے بخش دے گا چاہے تیرے گناہ "شعوانہ" کی طرح ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ خاتون وہیں توبہ وانابہ کرتی ہے اور واپس ہوکر اپنے غلام وکنیز کو آزاد کردیتی ہے اور اپنے ماضی کا جبران کرنے لگتی ہے اور آخر تک نیک راستے پر رہی۔

ثبات قدم کا نتیجہ

لکھا ہے کہ شعوانہ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں ایک دن نہانے کیلئے کپڑے اتارے، تو دیکھا کہ اس کے جسم میں ہڈیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں بچا، کہنے لگی: خدایا! دنیا میں میرا بدن ایسا ہوگیا ہے مگر مجھے نہیں معلوم کہ تو نے مجھے بخش دیا ہے یا نہیں؟ یا آخرت میں بھی (مجھے جہنم کی آگ میں) جلنا پڑے گا؟ ناگاہ

---

(۱) فرقان: ۱۲

اس کے کانوں سے آواز ٹکرائی ہماری راہ میں ثابت قدم رہو تا کہ ہمارا کرم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔

شرح صدر

(اگر انسان خدا کی راہ میں ثبات قدم کا مظاہرہ کرتا ہے تو) پھر اس کی ہدایتِ خاص روز بروز انسان کے شامل حال ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو "شرح صدر" کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے:

وَمَنْ یُّرِدِاللّٰہُ اَنْ یَھْدِ یَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلاسْلَامِ (۱)

"پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کردیتا ہے۔"

ہدایت کا کامل ترین مرتبہ "شرح صدر" ہے۔ جو ہدایت چاہتا کا طلبگار ہے اور خدا سے ہدایت کا مطالبہ بھی کرتا ہے خدا ایسے انسان کو "شرح صدر" کی نعمت سے سرفراز کرتا ہے اور اس کے دل و دماغ کو اس قدر وسعت عطا فرماتا ہے کہ اس کی نگاہ میں تمام دنیا اور اس کی زندگی، ایک وہم ہو کر رہ جاتی ہے۔ بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ خدا کے دربار کی گدائی کو سلطنت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ عبادت میں چاشنی اور گناہ میں تلخی کا احساس کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیشہ قنوت میں یہ دعا مانگئے: ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ...﴾ نماز کی تعقیبات میں اس دعا کو نہ بھولیے

﴿۱﴾ انعام: ۱۲۵

"اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ مِنْ عِنْدِکَ"

پروردگارا! مجھے اپنی جناب سے ہدایت عطا فرما۔

بڑھاپا رحمت ھے

"اصول کافی" کے باب 'دعا' اور "من لا یحضرہ الفقیہ" میں سند متصل کے ساتھ شیبہ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں مسجد میں ایک بوڑھا ضعیف آدمی عصا کے سہارے آیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میں بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہوں۔ جو اعمال میں پہلے انجام دے سکتا تھا اب نہیں بجالاسکتا۔ روزہ رکھنے اور جہاد کرنے سے مجبور ہوگیا ہوں۔ مجھے کسی ایسے عمل کی تعلیم فرمایئے جس کے ذریعہ اس کمی کو پورا کرسکوں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر کہو۔ اس شخص نے اپنے وہی کلمات دوبارہ دہرائے۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: پھر کہو۔ اس نے پھر ان جملوں کو دہرایا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تم سے ان جملوں کو اس لیے تکرار کروا رہا ہوں کہ تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے خدا کی رحمت کو جوش آ گیا ہے۔ اس جگہ کی کوئی اینٹ اور پتھر یا درخت ایسا نہیں ہے جس نے تیرے اوپر رحم کی نگاہ نہ کی ہو۔

خدا ترس بوڑھے، برکت ہیں

خدا ترس اور خاضع و خاشع بوڑھے، جنہوں نے بندگی خدا میں اپنے بال سفید کئے ہوں، ان کی خدا کے نزدیک ایک عزت اور مقام ہے۔ وہ گھر میں برکت کا سبب ہیں۔ ان کی وجہ سے بلائیں ٹلتی ہیں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ بسا اوقات خاندان اور آس پڑوس والے ان کی برکت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے، ان سن رسیدہ بزرگوار سے فرمایا: کہ نماز صبح کے بعد دس مرتبہ کہو:

"سبحان اللہ العظیم وبحمدہ ولاحول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

خدا تمہیں بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ میں گارنٹی لیتا ہوں کہ خدا تمہیں دیوانگی سٹیاپہ، برص، جذام اور فقر و بے چارگی سے بچائے رکھے گا۔

اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آخرت کے واسطے بھی کوئی وظیفہ بتادیجئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ پڑھو:

"اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ مِنْ عِنْدِکَ وَاَفِضْ عَلَیَّ مِنْ
فَضْلِکَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاَنْزِل
عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ."

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بشارت دی کہ اگر تم ان جملوں کو ہر

نماز کے بعد پڑھتے رہو گے تو جنت کے آٹھوں دروازے تمھارے لئے کھلے رہیں گے جس دروازے سے چاہنا جنت میں داخل ہو جانا۔

خدایا! مجھے ہدایت فرما۔ پروردگارا! میں جاہل ہوں مجھے سکھا دے، کمزور ہوں میری مدد فرما تا کہ تیرے سیدھے راستے میں، تیری ہدایت کے ذریعہ، سرگرم عمل رہوں۔ تیرے نور کے سہارے راستہ طے کروں، خدایا! میرے سینے کو کشادہ فرمادے۔

(آمین یا رب العالمین)

انیسویں فصل

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّالِّيْنَ .

ہدایت کے سلسلہ سے ہماری بحث یہاں تک پہنچی تھی کہ نماز میں جو ہم پڑھتے ہیں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ خدایا ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ۔ یہاں ہدایت سے مراد، کلی راہ نجات نہیں ہے بلکہ شخصی راہ نجات مراد ہے۔ مخصوص ہدایت مراد ہے یعنی جو تو نے ہمیں علم دیا ہے جس راستے کی تو نے ہمیں نشاندہی کی ہے اس پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق کرامت فرما!

اگر ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ راہ نجات نماز پڑھنے میں ہے تو پانچوں وقت ہمیں اس طرح نماز پڑھنے کی توفیق کرامت فرما جیسا کہ حق ہے۔

آج ہدایت عام اور ہدایت خاص کے درمیان فرق کی وضاحت کیلئے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ہدایت عامہ یعنی جو ہدایت ہو چکی ہے اور ہدایت خاصہ یعنی وہ ہدایت جس کی آدمی کو ضرورت ہے۔

ھدایت عامہ اور خاصہ میں فرق

فرض کیجئے کہ آپ سفر پر ہیں اور پیدل اپنے وطن لوٹنا چاہتے ہیں۔ آپ جہاں ہیں وہاں سے آپ کے مقصد کے درمیان پہاڑ، جنگلات اور اونچے نیچے راستے ہیں اور راہ معیّن نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس راستہ میں موذی جانور یا شاطر وبدمعاش چور وڈاکو بھی ہیں۔ اس لئے آپ ایک باخبر اور تجربہ کار بزرگ کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ کا راستہ معین کریں، مثلاً کہیں: دائیں یا بائیں طرف سے مت جانا بلکہ سیدھے جانا۔ اور جب کسی ایسی روڈ پر پہنچ جاؤ جہاں سے کئی راستے جاتے ہوں تو اس راستہ پر مت چلنا جہاں جانوروں کے پیروں کے نشان ہوں بلکہ اس راستہ کو اختیار کرنا جہاں آدمیوں کے قدموں کے نشانات ہوں۔ سفر میں مستقل طور پر روٹی، پانی اور اسلحہ ساتھ رکھنا بغیر ہتھیار کے اس خطرناک راستہ سے نہیں جاسکتے، مثلاً۔

اس حد تک اس کی ہدایت و راہنمائی ''کلی'' ہے جو کہ ضروری ہے۔ اور اس قدر بتانا ہی اس کا فریضہ ہے اور بس۔ لیکن اگر آپ اس سے یہ التجا کریں کہ میرے اوپر اور مہربانی کیجئے۔ اس خطرناک راستے کو آخر میں اکیلے کیسے طے کرسکتا ہوں؟ تو اگر آپ کی درخواست پر وہ رحم کریں اور اپنے ایسے خادم کو جو راستہ کو اچھی طرح سے جانتا ہے آپ کے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ آپ کو مقصد تک پہنچادے۔ یہ اس کا فضل ہے۔ لطف وکرم ہے اور ہدایت خاص ہے۔ اور ان کا

اپنے خادم سے یہ کہنا کہ اس کا دھیان رکھنا۔ اس کے ساتھ جا رہے ہو اس کو جس چیز کی بھی ضرورت ہو مہیا کرنا، اگر دشمن یا جانور اس پر حملہ کریں تو اس کا دفاع کرنا، یہ ان کی مہربانی ہے۔

خواھش نفس کے بجائے رضائے خدا

پروردگارا! ہمیں ہدایت خاص عطا فرما! خداوندا! تو نے قرآن کریم میں صراط مستقیم کی نشاندہی کردی ہے کہ "وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ" مگر خدایا! اس راستے کو طے کرنا کس قدر مشکل ہے۔ (اس سلسلہ میں ہماری مدد فرما)

کبھی کبھی آدمی کسی عمل کو لے کر، دو دلی کا شکار ہوتا ہے۔ کہ فلاں کام خدا کی خوشنودی کا سبب ہے یا ہوا پرستی ہے؟

کبھی کبھی بعض کام انسان کی نگاہ میں بہت اچھے ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کی ناراضگی کا سبب ہوتے ہیں:

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً (۱)

"اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔"

اپنے خیال میں نہی عن المنکر انجام دیا ہے درحالانکہ کئی منکرات (برائیوں) کے مرتکب ہوگئے۔

﴿۱﴾ کہف: ۱۰۴

مشتبہ امور کی تشخیص

خدایا! ایسا نور اور ایسا فہم عطا فرما جس کے ذریعہ مشتبہ امور کو سمجھ سکوں اور عمل کے مرحلہ میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ ایسا نہ ہو کہ راستہ تو صحیح اختیار کروں مگر ہوا پرستی میں ڈوب جاؤں۔ بظاہر عبادت کروں مگر دل میں شہرت طلبی کا جذبہ ہو۔ میری ہدایت فرما مجھے نور عطا فرما! مجھے عقل عنایت فرما! تا کہ اس کو تمیز دے سکوں۔

انسان کبھی کبھی قرآن پڑھنا چاہتا ہے۔ عبادت کرنا چاہتا ہے۔ اچھی آواز بھی ہے لہٰذا آواز سے قرآن پڑھا۔ چاہتا تھا کہ قرآن پڑھے مگر ریاکاری کی وجہ سے یہ گناہ لکھا گیا۔

مراتب ہدایت

ہدایت کے مراتب و درجات کو فہرست وار عرض کرتا ہوں:

(۱) تقویت عقل :

خدا جس کو ہدایت خاص دینا چاہتا ہے اسکے عقل وفہم کو قوی فرما دیتا ہے اسکو ذہانت عطا فرماتا ہے۔ بے عقل آخر کہاں جاسکتا ہے؟ الٰہی ! عقل وفہم عطا فرما!" اھدنا "

(۲) الہام :

یہ بھی ایک طرح کی ہدایت ہے کہ اچھائی برائی کی شناخت کرادے۔ کبھی

آدمی کے دل میں آتا ہے کہ فلاں کام اچھا ہے انجام دوں گا۔ فلاں کام برا ہے اس سے اجتناب کروں گا۔

(۳) ملائکہ کی نگرانی:

خداوند عالم فرشتوں کو مامور فرماتا ہے کہ فلاں بندہ کا خیال رکھنا۔

(۴) علم و فضل:

خداوند عالم اپنے فضل وکرم سے بندہ کو علم ونورانیت عطا فرماتا ہے اور وہ حقائق درک کرنے لگتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کچھ غلط کر بیٹھتا ہے فوراً سمجھ جاتا ہے۔ یہ مخصوص ہدایت خاص افراد کیلئے ہے:

" العلم نور یقذ فه الله فی قلب من یشاء ان یهدیه"

خداوند عالم اپنے فضل وکرم سے ان راستوں میں سے کسی بھی راہ کی ہدایت فرما سکتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ " **الحمد لله**" کہتا ہے اور یہ اس کے نامۂ اعمال میں " گناہ" کے طور پر لکھا جاتا ہے چونکہ اس کی نیت خراب تھی الحمد للہ ایسا ہوگیا۔

کبھی " الحمد للہ" یہ سوچ کر کہتا ہے کہ ہم اس پریشانی کا شکار نہیں ہوئے۔ جبکہ اس جملہ سے کسی کی ملامت مقصود تھی۔ اگر اس کے پاس نورعلم ہوگا تو وہ خود ہی سمجھ لے گا کہ اس طرح " **الحمد لله**" نہیں کہنا چاہیے۔ مشتبہ مقامات پر اللہ کی مخصوص ہدایت کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی کا کوئی عیب معلوم ہے یا کسی کا

کوئی راز پتہ ہے، تو یہ امتحان کا مقام ہے۔ شیطان وسوسہ کرتا ہے کہ جو بھی معلوم ہے کہدو۔ اگر اس موقع پر خدا کی مدد شامل حال نہ ہو تو کس عظیم گناہ کے مرتکب ہوں گے!؟ اور اگر لطف خدا شامل حال ہو اور نماز میں صدق دل سے کہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

خدا بچائے گا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

" جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں
نازل کی ہیں۔"

ان لوگوں کا راستہ جن کے بارے میں امیر المومنین - نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:

" بِتَوْفِيْقِكَ وَطَاعَتِكَ لَا بِالْمَالِ وَ الصِّحَةِ "

جن لوگوں پر تو نے توفیق واطاعت کی نعمت نازل کی ہے ایسے لوگوں کا راستہ۔ نہ ان لوگوں کا راستہ جن کو بس مال اور صحت دی ہے۔

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمت نازل کی ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا، صالحین کا راستہ، نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جو تیرے غیض وغضب کا شکار ہوئے ہوں، قارون اور فرعون کا راستہ نہیں۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ
وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰئِکَ
رَفِیْقاً. (۱)

”اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کیں ہیں، انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین اور یہی بہترین رفقاء ہیں۔“

”صراط الذین انعمت علیھم بتوفیقک وطاعتک لابالمال والصحة“

لوگ سوچتے ہیں نعمت یعنی دولت وثروت۔ اسی لئے اگر کوئی کسی کاروبار میں اچھا خاصہ فائدہ بٹور لے تو کہتے ہیں کتنا خوش قسمت ہے! اس کو خدا نے کس قدر نعمت دی ہے!

یہ بات خود جہالت کی دلیل ہے۔ لہٰذا قارون کو بھی ان لوگوں میں سمجھنا چاہیے جن کو نعمت دی گئی ہے۔ بارہا آپ نے سنا ہوگا کہ اس نے علم کیمیا کی بدولت بہت مال حاصل کرلیا تھا، سونا بناتا تھا، ڈبوں میں رکھتا تھا اور جواہرات کے صندوق

﴿۱﴾ نساء: ۶۹

کی کنجیوں کو طاقتور کئی مرد مشکل سے اٹھا پاتے تھے۔

وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ . (۱)

''اور ہم نے بھی اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ایک طاقتور جماعت سے بھی اس کی کنجیاں نہیں اٹھ سکتی تھیں۔''

اتنے مال و دولت کے باوجود جب اس سے چالیسواں حصہ، زکوٰۃ کے طور پر مانگا گیا تو وہ تیار نہ ہوا۔ سومیں ایک مانگا گیا تب بھی راضی نہ ہوا۔ آخرکار ہزارواں حصہ بھی زکوٰۃ کے طور پر اس نے نہیں دیا۔

قارون سرکشی کی وجہ سے اپنی دولت دکھانے کیلئے ۴۰۰ زرین پوش غلاموں اور سونے کی زین ودہانہ سے لیس سواریوں کے ساتھ نکلا:

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ . (۱)

''پھر قارون اپنی قوم کے سامنے زیب و زینت کے ساتھ برآمد ہوا۔''

﴿۱﴾ قصص:۷۶

﴿۲﴾ قصص:۷۹

حقیقی نعمت اطاعت ھے نہ کہ مال

جاہل ہمیشہ سے رہے ہیں۔ جاہل قوم، قارون کی یہ پوزیشن دیکھ کر اس طرح بے خود ہوگئی کہ کہنے لگی: اے کاش! ہم بھی قارون کی طرح ایسے ہی مالدار ہوتے:

قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا
مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّہٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ . (۱)

”تو جن لوگوں کے دل میں زندگانی دنیا کی خواہش تھی انہوں نے کہنا شروع کردیا کہ کاش ہمارے پاس بھی یہ سازوسامان ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے تو یہ بڑے عظیم حصے کا مالک ہے۔“

قارون دولت کے نشہ میں چور پیغمبر خدا جناب موسیٰ - کی توہین کرنے لگا۔ اور ان کو بدنام کرنے لگا تاکہ لوگوں کی نگاہوں سے ان کے مقام ومنزلت کو کم کرسکے۔ ظاہر ہے کم ظرفوں کا اسلحہ تہمت ہے لہٰذا اس نے ایک فاحشہ کو کچھ سونا دیا اور اس سے کہا کہ جب بھی موسیٰ - بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کررہے ہوں تم اٹھ کر کہنا: اے موسیٰ -! تم نے خود تو میرے ساتھ زنا کیا ہے پھر کیسے تم موعظہ کررہے ہو؟

﴿۱﴾ قصص: ۷۹

دوسرے دن موسیٰ - اپنے پروگرام کے تحت وعظ و نصیحت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور درمیان میں زنا جیسے گناہوں کا تذکرہ فرماتے ہیں؟ قارون منبر کے نیچے سے چیخا: اے موسیٰ -! پھر خود آپ نے کیوں زنا کیا ہے؟ حضرت موسیٰ - نے فرمایا: کب اور کہاں؟ قارون نے کہا فلاں عورت کے ساتھ جو یہاں موجود بھی ہے اور گواہی بھی دے سکتی ہے۔

یہ وہ موقع ہے کہ جہاں خدا نے اپنے رسول کو توہین سے بچانے کیلئے اس زانیہ کو الزام تراشی کے بجائے حقیقت بیانی پر مجبور کر دیا۔ اس زانیہ نے کہا:

قارون نے مجھے فلاں مقدار سونا دیا ہے تا کہ آج
اس مجلس وعظ میں آؤں اور پیغمبر خدا موسیٰ - پر
تہمت لگاؤں۔

امیر المومنین - سے روایت ہے کہ تہمت زمین و آسمان سے زیادہ بھاری ہے۔ وہ بھی نبی و نمایندہ پروردگار پر تہمت۔ مومن غیرت مند ہوتا ہے اور پھر پیغمبر!

موسیٰ - سے برداشت نہ ہوا اور خدا سے شکایت کی۔ ندا آئی زمین کو ہم نے آپ کے اختیار میں دے دیا ہے۔ موسیٰ - نے فرمایا:

زمین اسے نگل جا۔
وہ زانوں تک زمین میں دھنس گیا۔

قارون نے موسیٰ - سے مدد مانگی۔ توبہ نہیں کی بلکہ موسیٰ - سے نجات چاہی۔ اس بدبخت کو توبہ تک کی توفیق نہ ہوئی کہ کہتا مجھ سے غلطی ہوگئی زکواۃ دے دوں گا۔

موسیٰ - نے پھر فرمایا:

زمین اسے نگل لے۔

وہ کمر تک دھنس گیا۔ قارون نے پھر استغاثہ کیا کہ موسیٰ - مجھے بچالو۔

لیکن جناب موسیٰ - نے کوئی توجہ نہیں کی بلکہ فرمایا:

زمین اسے نگل لے۔ وہ گردن تک زمین میں دھنس گیا۔

قارون موسیٰ - کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا تم چاہتے ہو کہ مجھے ہلاک کر کے میرے مال و دولت پر قابض ہو جاؤ؟ موسیٰ - نے زمین کو حکم دیا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی دولت کو بھی نگل لے اور پھر اس کو۔ بہرحال اس کا تمام خزانہ اس کی آنکھوں کے سامنے زمین کھا گئی اور اس کو بھی۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ. (۱)

''ہم نے اسے اور اس کے گھر بار کو زمین میں
دھنسا دیا۔''

جولوگ کل تک یہ آرزوئیں کررہے تھے کہ اے کاش ہم قارون کی جگہ

﴿۱﴾ قصص: ۸۱

ہوتے آج کہہ رہے تھے کہ خدا کا شکر کہ خزانہ ہمیں نہیں ملا ورنہ ہم بھی زمین میں دھنس جاتے۔ ان کا خیال تھا کہ جس کے پاس زیادہ پیسہ ہے نعمت ہے۔ جبکہ صاحبان علم، ثواب کو نعمت اور بھلائی جانتے ہیں:

وَقَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ
خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً. (۱)

"اور جنھیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: افسوس
تمھارے حال پر۔ اللہ کا ثواب صاحبان ایمان و
عمل صالح کیلئے اس سے زیادہ بہتر ہے۔"

اگر آپ یہ دیکھیں کہ کوئی مومن فلاں نیکی کرنے میں کامیاب ہوگیا تو کہئے کہ خوش قسمت ہے کہ خداوند عالم نے اس کو یہ توفیق مرحمت کی ہے۔ خدایا ہمیں بھی یہ توفیق کرامت فرما۔

اگر آپ کو معلوم ہو کہ فلاں نے اپنا ایک تہائی مال اپنی زندگی میں راہ خدا میں خرچ کر دیا ہے تو کہئے خوش قسمت ہے۔ خدا ہمیں بھی یہ توفیق عنایت فرمائے۔ اور میرے دل سے مال دوستی نکال دے تاکہ اپنی زندگی میں توشۂ سفر تیار کروں۔ بہرحال اگر کوئی آرزو کیجئے تو باقی رہنے والی چیز کی، نہ کہ فنا ہوجانے والی چیز کی۔ یہ ہے نعمت، نہ کہ پیسہ۔ پیسہ کے ساتھ اگر انفاق بھی ہے تو نعمت ہے۔ مال ملنے کے

﴿۱﴾ قصص: ۸۰

بعد راہ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق بھی اگر حاصل ہوگئی تو نعمت ہے۔ لیکن اگر ذخیرہ اندوزی میں لگ گئے تو یہ مقام افسوس ہے، قارون کی روش ہے۔

صراط الذین انعمت علیهم بتوفیقک

پروردگارا! ایسے لوگوں کا راستہ ہمیں دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما جن کو تو نے توفیق دی ہے اور مدد فرمائی ہے۔

اپنی گفتگو حضور مرسل اعظم ﷺ کی حدیث پر ختم کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر آدمی کے تین خزانے ہیں اور کل قیامت میں یہ خزانے اس پر ظاہر ہوں گے۔

(۱) پہلا خزانہ :

اس قدر روح افزا اور خوش کرنے والا ہے کہ اگر اس کی خوشی کو تمام دوزخیوں پر بانٹ دیا جائے تو وہ بھی خوش ہو جائیں اور وہ خزانہ عمر کے وہ لمحات ہیں جو یاد خدا میں گذرے ہوں۔

(۲) دوسرا خزانہ :

اس قدر تکلیف دہ اور اذیت ناک ہے کہ اگر اس کی تکلیف جنتیوں پر تقسیم کردی جائے تو وہ بھی بے چین ہوجائیں اور وہ عمر کے وہ لمحات ہیں جو گناہ و معصیت میں بسر ہوئے ہوں۔

(۳) تیسرا خزانہ :

وہ لمحات ہیں جو نہ خوش کرنے والے ہیں اور نہ اذیت ناک۔ بس آدمی کو افسوس یہ ہوگا کہ ان لمحات میں کیوں ایسا کوئی کام نہیں کیا جو خوشی و مسرت کا باعث بنتا۔ اور وہ عمر کے وہ لمحات ہیں جو مباح امور میں گذرے ہیں۔ لہٰذا اپنی عمر کی گھڑیوں کی قدر کیجئے۔

اللہ کا شکر ادا کیجئے، منعم شناس اور شکر گذار بنئے۔ نماز میں کہتے ہیں :

﴿اهدنا الصراط المستقیم﴾

سمجھئے کہ آپ کی دعائیں قبول ہورہی ہیں جو یہ توفیق مل رہی ہے۔ اور جب محروم ہو جائیں تو سمجھئے دعائیں قبول نہیں ہورہی ہیں۔ آپ ایک مہینہ کے روزے رکھ سکے یہ نعمت، ہدایت تھی۔ آپ کی دعائیں قبول ہوئی ہیں۔

اے وہ نوجوانو! جن کی شرعی ذمہ داریوں کا پہلا سال ہے۔ کتنے آپ کے ہم عمر ایسے نوجوان ہیں جو روزہ نہیں رکھتے۔

خدایا! جب تو نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دے دی ہے تو تجھے تیری عزت و جلالت کا واسطہ اس کو قبول بھی فرما۔

خدایا! تو نے اپنے فضل و کرم سے مسجد میں آنے جانے والا اور اپنی درگاہ سے آشنا بنایا ہے۔ ہمیں اسی ڈگر پر ثابت قدم رکھنا اور اپنی درگاہ سے مت نکالنا۔ (آمین)

الحمد للہ کتاب شریف " فاتحة الکتاب" (شہید سید آیت اللہ عبد الحسین دستغیب شیرازی قدس سرہ کی ماہ رمضان المبارک میں انیس وعظ و نصیحت کے جلسات کے مجموعہ) کا آج، روز تاج پوشی امام آخر الزمان عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، انجام پذیر ہوا۔

پروردگارا! آئندہ بھی نیک توفیق عنایت عطا کرنا۔

الٰهی ! اس کاوش کو قبول فرما لے۔

کریم! گناہوں سے درگذر فرما۔

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

مطابق ۱۱رمئی ۲۰۰۳ء یکشنبہ

سید جمال عباس نقوی

حوزہ علمیہ قم ایران

۹رربیع الاول ۱۴۲۴ھ ۴ربجکر ۱۷رمنٹ

فهرست مطالب

عنوان	صفحہ
عرض حال	۵
شرح حال مولف	۱۱
اولاد	۱۷
سفر آخرت	۱۸
آپ کی کتابیں	۱۹
آپ کی یادگاریں	۲۳
مسجد جامع عتیق کی مرمت	۲۳
مدرسہ علوم اسلامی حکیم	۲۴
مدرسہ علوم اسلامی آیۃ اللہ دستغیب	۲۴
پہلی فصل :	۲۷
رمضان المبارک کی برکتیں	۲۹
تلاوتِ قرآن	۳۰
بھوک روحانی نعمت ہے	۳۰
بہترین مہمان نوازی	۳۰
تفسیر سورۂ حمد	۳۳
اہمیت تلاوتِ قرآن	۳۳
شفاعت و شکایتِ قرآن مجید	۳۴
قرآن ہر زمانہ میں ایسا ہی تھا	۳۴
ملائکہ نے تشییع جنازہ کی	۳۵
سورۂ حمد خدا کا تحفہ ہے	۳۵
قرآن سورۂ حمد میں جمع ہے	۳۶
سورہ حمد جہالت اور بیماریوں کی دوا	۳۶
اندھے کو بینائی مل گئی	۳۷
دل کی روشنی	۳۸
خاک کربلا اور شفا	۳۹
تدبر کیجئے	۴۱
دوسری فصل :	۴۳
علم و معرفت کی اہمیت	۴۵
ام الکتاب	۴۶
سبع مثانی	۴۶
''بسم اللہ'' اسلحہ ہے	۴۶
گناہ کافور ہوگئے	۴۷

ہر جگہ بسم اللہ ۴۸

بسم اللہ چھوڑ دی تھی ۴۸

علیؑ کی پیروی کرنی چاہیے نہ کہ معاویہ کی ۴۹

روایت ۵۰

اور اب حکایت ۵۱

فائدہ ملے گا مگر معرفت کے ساتھ ۵۲

داستان ۵۳

تیسری فصل : ۵۵

مالدار ایک گھڑی میں فقیر ہو گیا ۵۸

تمام امور میں خدا کی مدد چاہیے ۵۹

دو طریقوں سے خودکشی کی کوشش کے بعد بھی موت نہ آئی ۶۱

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" ۶۲

رمضان المبارک مُردوں کی بھی آرزو ہے ۶۳

تین چیزیں برزخ میں بہت کام آئیں گی ... ۶۴

پیاسے کو سیراب کیجئے چاہے نصرانی ہی کیوں نہ ہو ۶۵

ہر نیکی کی توفیق طلب کیجئے ۶۶

چوتھی فصل : ۶۷

جمعہ کو دینی امور سے مخصوص کیجئے ۶۹

پیسہ خدا تک پہنچنے سے روکتا ہے ۷۰

مالی عبادت بھی ۷۲

انفاق کے بغیر نیکی تک رسائی ناممکن ۷۳

جو رزق خدا نے دیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرو ۷۳

انفاق کا ایک واقعہ ۷۴

ایک اور مثال ۷۴

انفاق کے ذریعے شفا حاصل کیجئے ۷۵

مال دوستی کی کثافت کے ساتھ قبر میں نہ جائیے ۷۶

ضرورت مند کو قرض دینا بھی انفاق ہے ۷۸

خبردار سود پر قرض نہ دیجئے ۷۸

مال پرستی اور بت پرستی ۷۹

شمر نے بھی امام حسینؑ کو پیسہ کیلئے قتل کیا تھا ۷۹

کنجوس پر جنت حرام ہے ۸۰

دنیا کے نیکوکار آخرت میں بھی ایسے ہی ہونگے ۸۰

خیر رسانی مومن کا شیوہ ہونا چاہیے ۸۲

عذاب سے بچاؤ کا راستہ ۸۳

تقویٰ: حفاظت جسم کا سبب ۸۶

حقوق کی ادائیگی میں خدا سے مدد ۸۶

مفلس کون ہے؟ ۸۷

خدا کی مدد ایسے ملے گی؟ ۸۸

خدا کی بارگاہ میں راز و نیاز ۸۸

پانچویں فصل : ۹۱

تمام مخلوقات تکویناً خدا کے بندے ہیں ۹۴

کمال خضوع ہی سجدہ ہے ۹۵

سورج ہر حالت میں سربسجود ہے ۹۵

بدن کے اجزاء بھی خدا کے بندے ہیں ۹۶

درخت خدا کے بندے ہیں	۹۶
ہر جگہ مایوسی کے بعد خدا یاد آتا ہے	۱۰۲
خدا کی طرف متوجہ ہونے کیلیئے دریا کا سفر......	۱۰۳
انسان کا بھروسہ خدا پر ہونا چاہیے اسباب پر نہیں	۱۰۴
چھٹی فصل :	۱۰۷
الرحمٰن الرحیم	۱۰۹
الرحمٰن اور الرحیم کا مطلب	۱۰۹
ایک نمونہ	۱۱۰
حلق میں بھی دو سوراخ ہیں	۱۱۲
کھانسی و پھندہ لگنا بھی اس کی نعمت اور نمونہ رحمت ہے	۱۱۳
علامہ مجلسیؒ اور اصفہان کے مراثی	۱۱۴
ایک نمک حلال چور کو بادشاہت مل گئی	۱۱۵
ساتویں فصل :	۱۲۱
"رحمٰن" فقط خداوند عالم ہے	۱۲۳
خلقت بشر رحمت کیلیئے ہے	۱۲۴
حضورؐ نے سلام میں پہل کی سیرت آخر عمر تک باقی رکھی ہے	۱۳۲
مومنین نے رحمت خدا اپنے اوپر واجب کر لی ہے	۱۳۳
موت سے پہلے کی بیماری موت کی تیاری ہے	۱۳۵
توبہ کے بعد مغفرت اور بخشش یقینی ہے	۱۳۷
آٹھویں فصل :	۱۳۹
ابوذر سے سچا زیر آسمان کوئی نہیں	۱۴۳
لالچ انسان سے سکون چھین لیتی ہے	۱۴۵
شرح صدر بھی نعمت ہے	۱۴۶
ایک داستان	۱۴۸
اول وقت نماز اور خدا سے معاملہ	۱۴۹
مومن الٰہی چراغ کے سہارے چلتا ہے	۱۴۹
ملائکہ مومنین پر سلام بھیجتے ہیں	۱۵۲
مومن جو چاہے گا وہ اسکول جائیگا	۱۵۳
ساعت مرگ یوم اللہ ہے	۱۵۴
نویں فصل :	۱۵۷
ہر بات سے پہلے اور بعد میں حمد خدا	۱۵۹
اجر و ثواب حمد الٰہی	۱۶۱
خونخوار پیڑ	۱۶۵
کھجور کے درختوں میں بھی معاشقہ ہے	۱۶۵
شہد کی مکھی تجربہ کار انجینئر	۱۶۶
اپنے اسرار اور طریقہ کار کی حفاظت	۱۶۷
حیوانات کو اذیت نہ دیجئے	۱۶۸
جانوروں میں بھی پارٹیاں ہیں	۱۷۰
ہدہد کا شعور	۱۷۰
بلی جو کبوتر کھا گئی	۱۷۲
درندوں کا ائمہ طاہرینؑ کے سامنے خضوع..	۱۷۳
زخمی شیر قبر علی - پر	۱۷۴
دسویں فصل :	۱۷۷
اچھی تحریر لکھنے والے کے فن کی گواہ ہے	۱۸۲

ملکوت اشیاء بھی شعور رکھتی ہیں ۱۸۳
عالم ملکوت میں ذکر خدا کی ہلچل ۱۸۴
سنگریزوں کا پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھوں پر
گفتگو کرنا ۱۸۵
کھجور کے خشک پیڑ کا پیغمبر اکرم ﷺ کی جدائی میں
گریہ کرنا ۱۸۶
قبر کا ہر روز اپنے صاحب کو ندا دینا ۱۸۷
درخت صیحانی ۱۸۸
ملکہ نمل کا سلیمان پیغمبر سے گفتگو کرنا ۱۸۸
جناب فضہ اور شیر ۱۸۹
غلامِ پیغمبر ﷺ سفینہ اور شیر ۱۸۹
گیارھویں فصل : ۱۹۳
الحمد للہ رب العالمین ۱۹۵
شفا خدا کی وجہ سے ہے ۱۹۶
نعمتوں کی نسبت اسباب کی طرف ۱۹۷
گرمی اور جاڑے کے مناسب پھل ۱۹۸
مسلمانوں کے شرک کی مثال ۱۹۸
ایک اور مثال ۱۹۹
ایک نصیحت ۲۰۰
بے کفن بادشاہ ۲۰۲
ہر مشکل کا کوئی راہ حل ضرور ہوتا ہے ۲۰۲
تاریخی ثبوت ۲۰۳
بارھویں فصل : ۲۰۷
سورج کی روشنی اور گرمی انفاق الٰہی ہے ۲۰۹
ابدی نعمتیں کیسے ملیں گی؟ ۲۱۲
فانی دے کر باقی لیجئے ۲۱۳
تیرھویں فصل : ۲۱۵
مادی مصیبتیں، برداشت کے قابل ہیں ۲۱۷
حقیقی مصیبت دین کی مصیبت ہے ۲۱۸
کیا وقتِ شہادت میرا دین سلامت ہوگا؟ ۲۱۹
غیر خدا کی حمد دین کی مصیبت ہے ۲۱۹
خدایا تو ہی میری حاجتوں کو روا فرما ۲۲۰
خلاف توقع امور دوری کا سبب ہوتے ہیں ... ۲۲۱
نیکی کی توفیق خدا دیتا ہے ۲۲۱
حمد کیلئے فقط خدا ہی کیوں سزاوار ہے؟ ۲۲۲
موجودات کی تربیت یعنی ان کو منزل کمال تک
پہنچانا ۲۲۳
خدا "رب العالمین" ہے ۲۲۴
حمد کا حقدار کون ہے؟ ۲۲۴
حرارت آفتاب کا کنٹرول ۲۲۵
مناجات امیر المومنین - ۲۲۷
پیغمبروں کی دعا ۲۲۸
چودھویں فصل : ۲۲۹
اس کی مدد کے بغیر چارہ نہیں ۲۳۱
جریج، نادان عابد ۲۳۳
ہر حالت میں خدا سے مدد ۲۳۳

ظاہری و باطنی رکاوٹیں	۲۳۸	مومن سے مانگو	۲۶۹
فرعون کے جادوگروں پر خدا کا لطف	۲۴۰	نااہل سے کچھ مت مانگو	۲۷۰
فرعون کی بیوی، مومنہ	۲۴۳	بے حیاء سے کچھ مت مانگو	۲۷۰
جنت کا محل، قصر فرعون کے بدلے	۲۴۴	نئے مال دار سے بچو	۲۷۰
عاق پدر بیٹا	۲۴۵	کم ظرف	۲۷۱
پندرھویں فصل :	۲۴۷	کیوں یوسفؑ یعقوبؑ سے جدا ہوئے؟........	۲۷۲
تمام مخلوقات کی پیدائش کا ہدف ان کا کمال ہے	۲۴۹	فریادرسی کا نتیجہ	۲۷۳
آدمی کا کمال	۲۴۹	شیعہ جس کا مال کڑک ہو گیا	۲۷۳
اول وقت نماز	۲۵۲	سترھویں فصل :	۲۷۹
بندہ نماز کا محتاج ہے نہ کہ خدا	۲۵۳	امر بالمعروف ضروریات اسلام میں ہے	۲۸۱
کیا نماز کے بغیر بھی دل پاک رہ سکتا ہے؟ ...	۲۵۳	تفقہ فی الدین	۲۸۳
خیالی پلاؤ عقلمندی نہیں ہے	۲۵۴	شیعوں کو عالم ہونا چاہیے	۲۸۵
قبر کی آگ	۲۵۵	اپنے بچوں کو نمازی بنائیے	۲۸۷
غصہ کا پی جانا جہنم سے نجات کا سبب ہے	۲۵۷	نہی عن المنکر کیلئے پیسہ خرچ کیجئے	۲۸۸
صدقہ اور خوف خدا میں گریہ	۲۵۸	مناسب تفریح	۲۸۸
سولھویں فصل :	۲۵۹	غیبت	۲۸۹
مال بڑھانے کیلئے قرض	۲۶۴	جھگڑا (فتنہ وفساد)	۲۸۹
صحیح سوچ	۲۶۴	جسقدر ممکن ہو ملانے کی کوشش کریں	۲۸۹
اپنا کام خود	۲۶۵	ایک واقعہ	۲۹۰
غیر سے مدد لیتے وقت خدا کی طرف توجہ	۲۶۶	ایک اور واقعہ	۲۹۱
حمد وثنا میں شرک	۲۶۷	قضاوقدر الٰہی پر اعتراض	۲۹۳
مطالبہ کس سے؟	۲۶۹	گناہگار کو توبہ کی ترغیب دیجئے	۲۹۴
ان چند چیزوں کی رعایت کرو	۲۶۹	شیطان کا دھوکہ	۲۹۵

خدا کی رحمت ہمارے گناہوں سے وسیع ہے .. ۲۹۸

اٹھارھویں فصل : ۳۰۱

صراط مستقیم ۳۰۳

ایک اعتراض ۳۰۳

اعتراض کا جواب ۳۰۵

اللہ کی رحمت اس کے غضب پر بھاری ہے ۳۰۷

ہواپرستی صراط مستقیم سے انحراف کا سبب ہے .. ۳۰۹

گناہگار غاصب ہے ۳۱۰

اسلامی عقائد واحکام صراط مستقیم ہیں ۳۱۰

عمل اہم ہے ۳۱۱

پریکٹیکل کی اہمیت ہے ۳۱۱

بدگمانی ۳۱۲

ہدایت حاصل کرنا اہم ہے ۳۱۳

ایک مثال ۳۱۴

توفیق، ہدایت ہے ۳۱۵

الہام یا وسوسہ ۳۱۷

اچھا دوست ۳۱۷

نصیحت کا اثر ۳۱۸

ایک اور مثال ۳۱۸

ثبات قدم کا نتیجہ ۳۱۹

شرح صدر ۳۲۰

بڑھاپا رحمت ہے ۳۲۱

خداترس بوڑھے برکت ہیں ۳۲۲

انیسویں فصل : ۳۲۵

ہدایت عامہ اور خاصہ میں فرق ۳۲۸

خواہش نفس کے بجائے رضائے خدا ۳۲۹

مشتبہ امور کی تشخیص ۳۳۰

مراتب ہدایت ۳۳۰

صراط الذین انعمت علیہم بتوفیق ۳۳۹

فہرست ۳۴۳

الزہرا پبلشرز کی مطبوعات

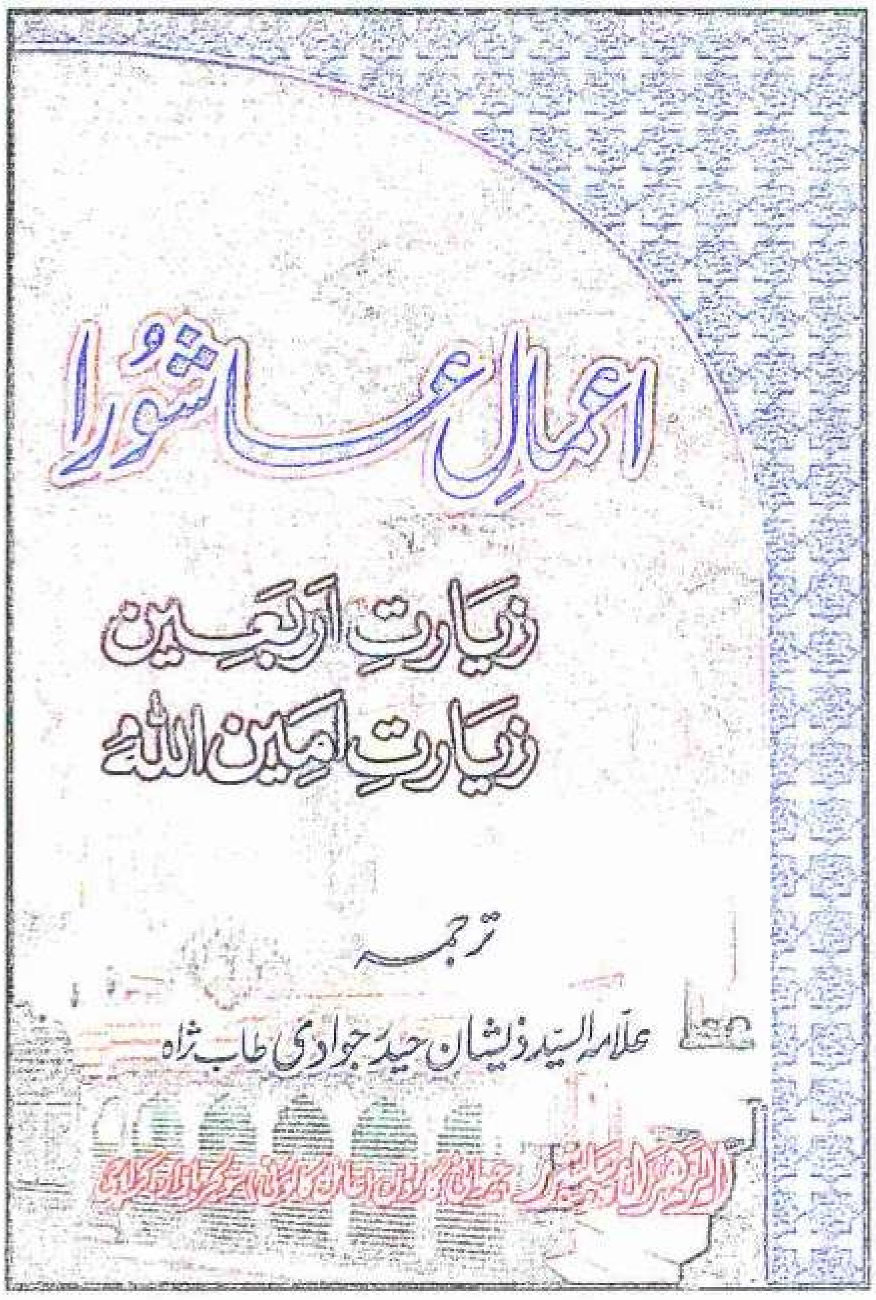

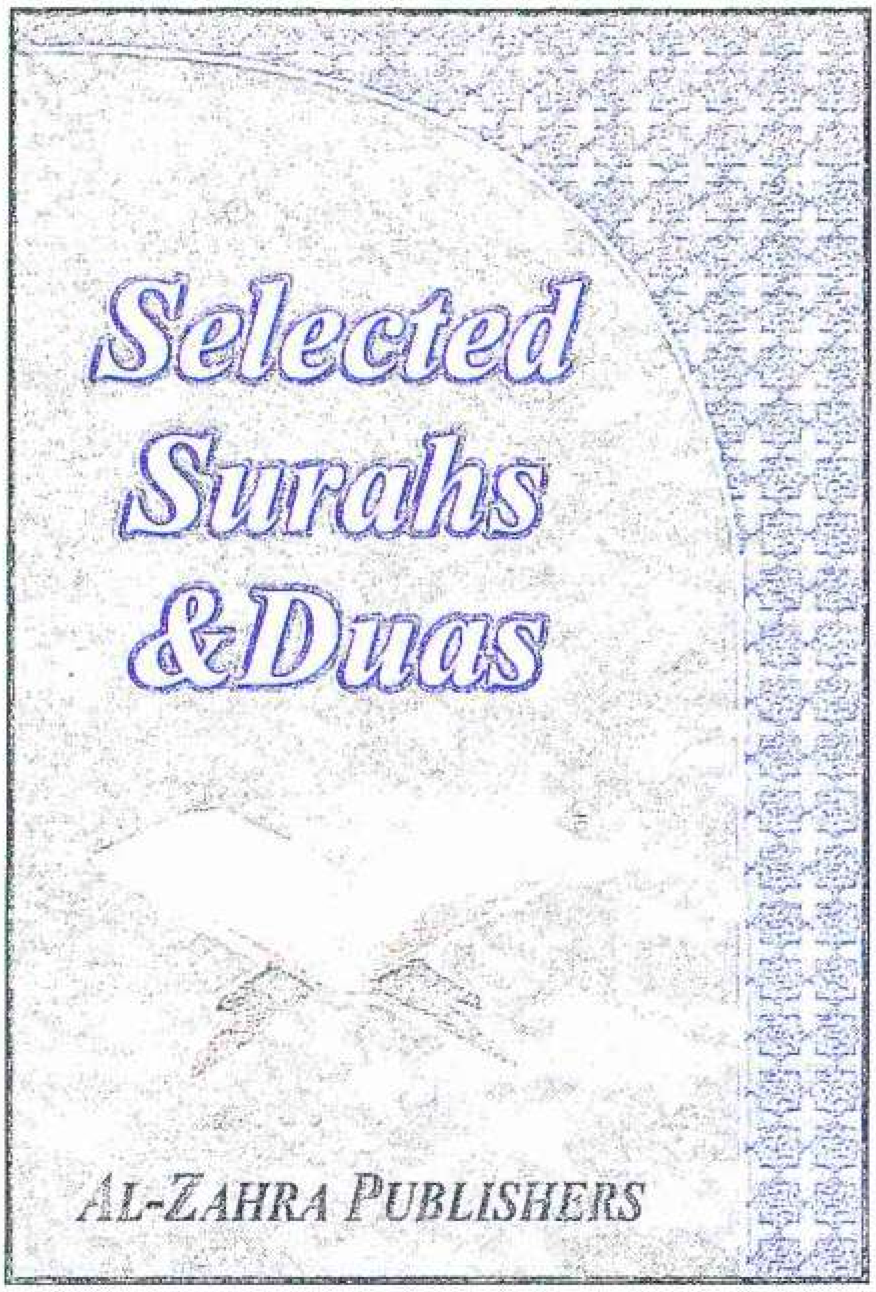

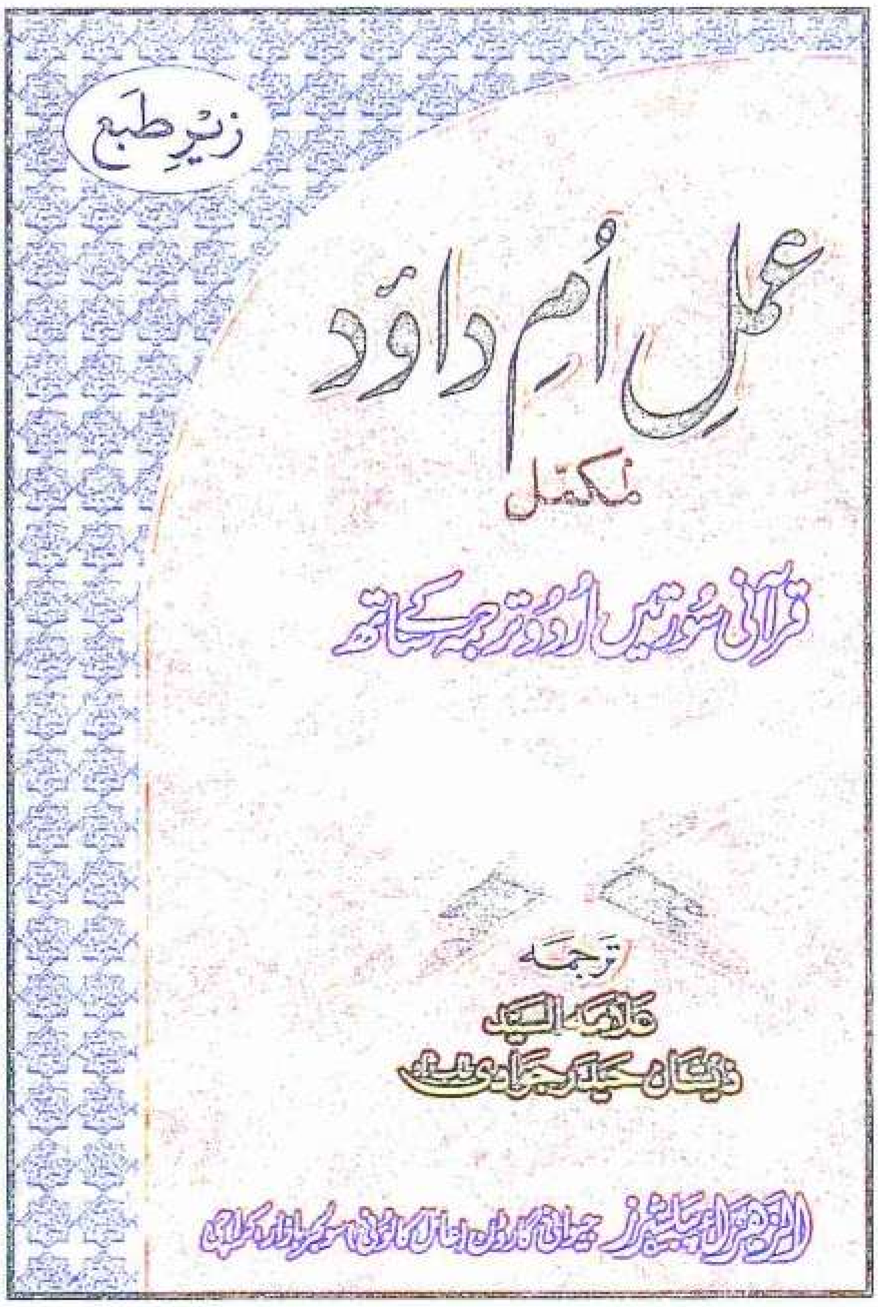

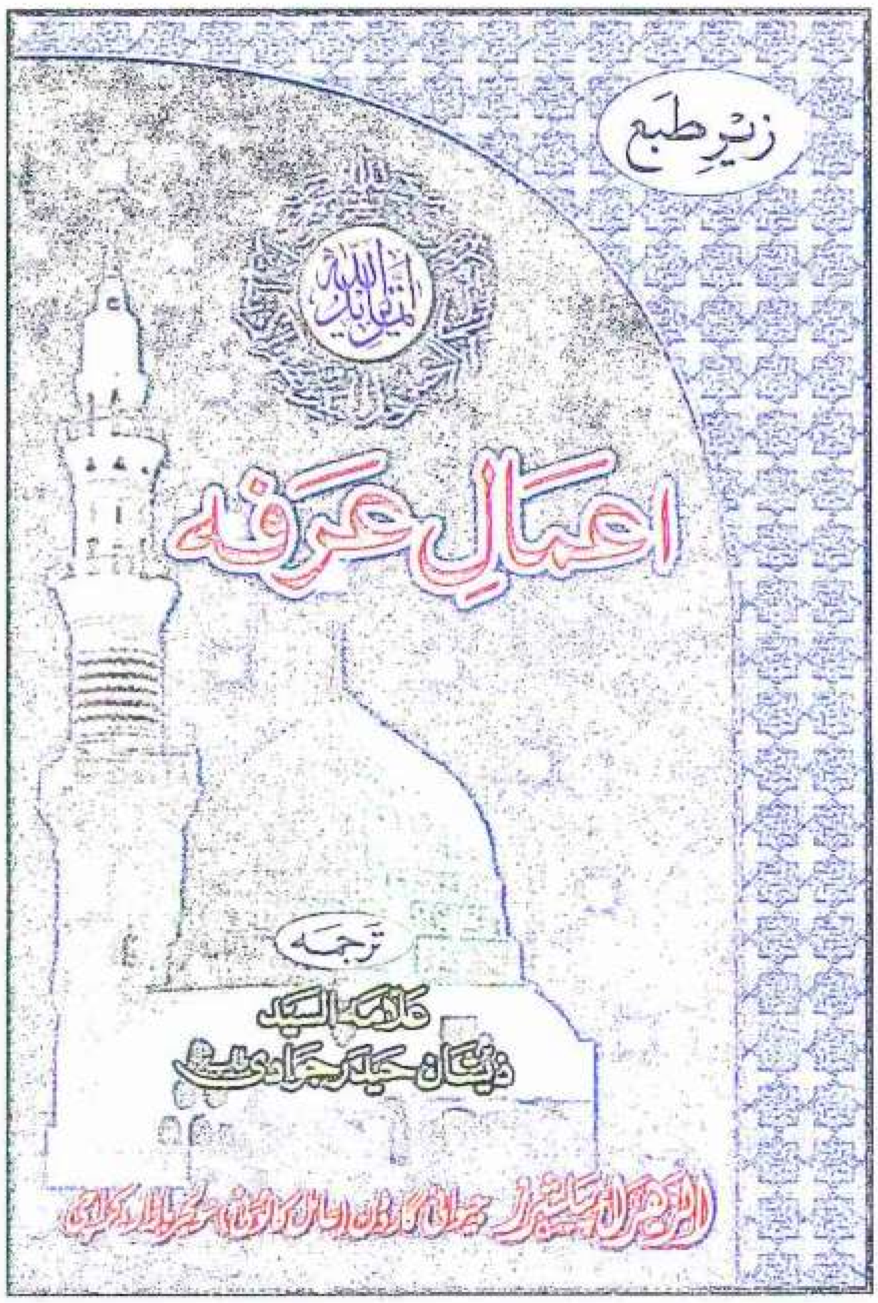

ملنے کا پتہ: خراسان بک سینٹر ۱۰، سنیعہ آرکیڈ برٹیو روڈ سولجر بازار کراچی

Desinged & Printed by: M. ARSHAD (Al-Zahra Publishers: 2221718)